

جلد نمبر  
10

عمران سیریز

## تجوری کاہنگامہ

31 - چالیس ایک باون

32 - آتش دان کا بت

33 - جڑوں کی تلاش

ابن صفی

## پیشترس

عمران سیریز کا اکتیسواں ناول ”چالیںس ایک باون“ حاضر ہے! لیکن یہ کہاں تک کہا جائے کہ آپ اسے بھی عمران کے دوسرے ناولوں سے بالکل مختلف پائیں گے۔ یکسانیت ہو تو آپ پڑھیں ہی کیوں۔ میرے ناولوں کے منتظر کیوں رہیں۔

اس بار عمران صاحب آپ کو ایک ماہر نفسیات کے روپ میں نظر آئیں گے لیکن یہ روپ جیسا ہوگا آپ دیکھ ہی لیں گے۔ لڑکیوں کو دھمکانے کے لئے پتھر تلاش کرتے ہیں! کبھی لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ میری دم تو نہیں ہل رہی! فرماتے ہیں کہ میں لاشعور کو ”بطل لاشعور“ کہتا ہوں! بھلا کیوں کہتے ہیں۔ آپ کے فرشتے بھی ان سے اس کی وجہ نہ معلوم کر سکیں گے! بس موج ہے قلندر کی۔

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ عمران فریدی کے مقابلے میں ہلکا معلوم ہوتا ہے! کہتے ہیں مگر اس کے باوجود بھی عمران کو پڑھتے ضرور ہیں! پوچھتا ہوں بھئی کہ اگر عمران بھی فریدی ہی کی طرح سنجیدہ اور ٹھوس ہو جائے تو پھر دونوں کی کہانیوں میں فرق ہی کیا رہ جائے گا۔ اگر عمران سیریز کے ناولوں کا انداز بھی فریدی ہی کے ناولوں کا سا ہونے لگے تو پھر مجھے قلم ہی ہاتھ سے رکھ دینا پڑے گا! یقین جانے کہ اگر کبھی دونوں سلسلوں میں کسی قسم کی مماثلت ہوئی تو وہ خوبی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی کمزوری ہوگی۔

ایضاً

۱۰ اگست ۱۹۵۸ء



ان دنوں کوئی کام نہیں تھا.... اس لئے عمران صبح سے تان پورا اٹھا لیتا اور پکے گانوں کی مشق شروع ہو جاتی کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے بیک وقت کئی بکرے ”بجر“ کی شکایت کر رہے ہوں اور کبھی ایسا معلوم ہوتا جیسے کتوں کے ”دارالعوام“ میں کسی اختلافی مسئلے پر بحث چھڑ گئی ہو.... سلیمان کانوں میں انگلیاں دیئے بیٹھا رہتا! لیکن کبھی کبھی کانوں سے انگلیاں نکال کر عمران کو اطلاع دینی پڑتی کہ فون پر کوئی رنگ کر رہا ہے۔! اس وقت بھی یہی ہوا تھا.... اور عمران اس طرح آنکھیں نکالے سلیمان کو گھور رہا تھا جیسے پھاڑی کھائے گا۔!

”آپے اس وقت ہم سنگیت کی چوٹی پر بیٹھے مڑ پلاؤ کھارہے تھے.... سلیمان کے بچے!“ اس نے دفعتاً مغموم لہجے میں کہا۔! ”ہمیں ڈر ہے کہ ہم کہیں پاگل نہ ہو جائیں۔!“

”سرکار.... دیر سے گھنٹی بج رہی ہے....!“

”محکمہ ٹیلی فون کو اطلاع دو ہمیں بغیر گھنٹی کا انسٹرومنٹ چاہئے.... ہم اسے کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے.... تجھے کیا معلوم کہ ہمارے سینے میں آگ سلگ رہی ہے.... ہمیں اپنے دادا جان کی موت کا انتقام لینا ہے....!“

تان پورا رکھ کر وہ میز کے قریب آیا.... ریسپور اٹھایا.... دوسری طرف کیپٹن فیاض تھا۔ لیکن وہ عمران کی آواز نہیں پہچان سکا تھا۔ کیونکہ وہ ”بلو“ کہتے وقت بھی شاید ”کھرچ“ بھر گیا تھا۔

”کون ہے....؟ دوسری طرف سے آواز آئی....!“

”تیجو باورا....!“ عمران نے مغموم لہجے میں جواب دیا۔!

”تمہاری آواز کو کیا ہوا ہے....!“

”میں اپنی آواز میں درد پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہوں سو پر فیاض....!“

”یعنی بالکل بیکار ہو آج کل....!“

”کیا مطلب.... نہیں میں ریاض کر رہا ہوں.... تم بہت جلد مجھے ملک کاسب سے بڑا لگو کار فنکار وغیرہ وغیرہ دیکھو گے....! وغیرہ وغیرہ.... مجھے دراصل تان میگیٹر سے اپنے دادا جان کی موت کا انتقام لینا ہے۔!“

”کیا بکو اس چیئر دی ہے۔!“

”میں غلط نہیں کہہ رہا سو پر فیاض.... دادا جان مرحوم تان میگیٹر کے ریکارڈنگ سٹوڈیو میں دھنا کرتے تھے.... ایک دن لوگوں نے دیکھا کہ وہ صرف گردن دھن رہے ہیں۔! سر غائب تھا.... پوسٹ مارٹم کی رپورٹ نے بتایا کہ سر اس قدر دھنا گیا تھا کہ گھستے گھستے غائب ہو گیا.... اب میں نے تان سے انتقام لینے کی ٹھان لی ہے۔!“

فیاض فون میں ہنستا رہا اور عمران کہتا رہا.... ”مسٹر چرچل سے میں نے مشورہ لیا تھا کہ جگہ جنگ کو جنگ سے ختم کرو.... لوہے کو لوہے سے کاٹو اور اگر کسی گلوکار سے انتقام لینا ہو تو گلوکار اُسے اتنا بوز کرو کہ وہ خود ہی اپنے ہاتھوں سے گلا گھونٹ لے....! مگر انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اپنی آواز میں درد پیدا کرو.... میں سلیمان کے بچے سے کہتا ہوں کہ اگر وہ زہر کھا کر مر جائے تو نہ صرف میری آواز بلکہ پیٹ میں بھی درد پیدا ہو سکتا ہے کیونکہ کم بخت نے موگ کی دال کھلا کھلا کر معدے کو اس قابل نہیں رہنے دیا کہ وہ اس کے علاوہ بھی کچھ اور برداشت کر سکے....!“

”یہ بکو اس کب بند ہوگی....!“ فیاض نے کہا۔

”اب میں تمہیں گوجری ٹوری سناؤں گا اور تم ہر نوں کی طرح چو کرٹیاں بھرتے ہوئے یہاں پہنچ جاؤ گے.... پھر میں تمہارے ہاتھوں میں بھی ایک تانپورا تھما دوں گا۔!“

”یار.... مت بوز کرو.... میں جانتا ہوں کہ تم نے ابھی حال ہی میں نیبو باورادیکھی ہے۔!“

”نہ دیکھتا تو اچھا تھا سو پر فیاض....“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔! ”جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو وہ کسی سینما ہال کا رخ کرتا ہے۔ یار کیا بتاؤں پچھلی رات خواب دیکھا جیسے ایک طرف میاں تان سین تشریف فرما ہیں اور دوسری طرف شری نیبو باوراد.... دونوں بند و قیں ہلا رہے ہیں.... نہیں شائد.... آں.... ہاں.... تانپورے ہلا رہے تھے۔! اکبر بادشاہ بھی تشریف رکھتے تھے۔“

اچانک انہوں نے فرمایا.... یوں نہیں.... ٹھہرو.... پھر تالی بجائی اور ایک آدمی ہاتھوں پر ایک بڑا سا کدوا اٹھائے ہوئے حاضر ہوا.... بادشاہ نے اشارہ کیا اور کدو میز پر رکھ دیا گیا۔ پھر جہاں پناہ نے فرمایا.... یوں نہیں.... تم دونوں گاؤ.... جس نے اس کدو کو دنبہ بنا دیا وہی سب سے بڑا گائیک قرار پائے گا....! بس سو پر فیاض اس سے آگے خواب دیکھنے کی ہمت نہ پڑ سکی کیونکہ دونوں کے تیوروں سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ دمبہ بنانا تو کیا وہ اُسے ذبح کر کے بھی پھینک دیں گے۔ مگر میں کیا کروں میری سمجھ میں نہیں آتا.... دیکر راگ کے لئے تو کہا جاتا ہے کہ اُسے چڑیاں اڑالے گئی تھیں۔ یہی حال میگھ ملھار کا بھی ہوا تھا.... اب کیا میں بیٹھ کر تانپورا چباؤں یا کدو چھیلوں.... میرے لئے کیا بچا ہے.... اکبر بادشاہ کو کیا حق حاصل تھا کہ وہ سارے راگوں کا تیلانچہ اپنے سامنے ہی کر اجائیں اور ہم لوگوں کے لئے کچھ بھی باقی نہ رہے.... ویسے اگر تم سننا ہی چاہتے ہو تو میں اس وقت تمہیں بی.... بی شاہ کی نانی کھلا سکتا ہوں۔!“

”یار اب ختم بھی کرو.... میں جانتا ہوں کہ تم آج کل بہت شدت سے بوریت محسوس کر رہے ہو.... اسی لئے میں نے اس وقت تمہیں فون کیا تھا کہ بوریت رفع کرنے کا ایک بہترین نسخہ ہاتھ آیا ہے۔!“

”اگر تم خود بھی اسی نسخے کا ایک جزو نہ ہو تو ضرور بتاؤ....!“

”میرے بغیر کیسے کام چلے گا....!“ فیاض بہت خوش معلوم ہو رہا تھا۔!

”خیر....!“

”شکوہ آباد کیسی جگہ ہے....!“ فیاض نے پوچھا۔

”شکوہ آباد پہنچنے پر ہی کچھ کہا جاسکتا ہے.... اس وقت بور کرنے کا مطلب بیان کرو....!“

”شکوہ آباد میں میرے بعض دوست کسی پریشانی کا شکار ہو گئے ہیں اور ان سے تعلق رکھنے والی ایک محترمہ مجھے ساتھ لے جانے کے لئے آئی ہیں۔“

”اُن سے انتقام لینے کا بہترین طریقہ یہ ہے سو پر فیاض کہ تم انہیں میرے پاس چھوڑ کر تنہا

شکوہ آباد چلے جاؤ....!“

”میں انہیں وہیں لانا ہوں مگر تم ذرا آدمیت سے پیش آنا!“ فیاض نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

لیکن جب فیاض اُن محترمہ کے ساتھ فلیٹ میں داخل ہوا تو عمران دروازہ کی طرف پشت

کئے بیٹھا....! ”ہو چھٹرو نہ کہنا ہی“ کی نہ صرف تکرار کر رہا تھا بلکہ اسی طرح چلتا بھی جا رہا تھا جیسے حقیقتاً.... کوئی اسے چھیڑ رہا ہو.... داہنا ہاتھ تان پورے پر تھا اور بائیں سے بھاؤ بھی بتاتا جا رہا تھا.... کوئی نہیں کہہ سکتا تھا وہ ایک مشاق گویا نہیں ہے۔ دروازہ چونکہ کھلا ہی تھا اس لئے فیاض نے دستک دینے کی بھی ضرورت نہیں محسوس کی تھی۔ عمران تو اس وقت چونکا تھا جب اس نے آواز کے ساتھ دروازہ بند ہونے کی آواز سنی تھی۔!

وہ تانپور افرش ہی پر چھوڑ کر اٹھ گیا....!

”اوہ... پکتان صاحب... آئیے آئیے... تشریف رکھئے... تشریف... یعنی کہ....!“  
وہ اس عورت کی طرف دیکھنے لگا جو فیاض کے ساتھ تھی.... گو وہ شلوار اور فراق ہی میں تھی لیکن دیسی نہیں معلوم ہوتی تھی.... عمر میں اور پچیس کے درمیان رہی ہوگی.... اخروٹ کی رنگت کے بال تراشیدہ اور گھونگر یا لے تھے.... آنکھیں ایسی ہی تھیں کہ انہیں پرکشش کہا جاسکتا تھا.... بحیثیت مجموعی وہ ایک قبول صورت اور پرکشش عورت تھی.... لیکن عمران اس کی قومیت کا اندازہ نہ کر سکا۔!

”آپ ہیں بیگم فہمی....!“ فیاض نے انگریزی میں تعارف کر لیا۔!

”اور آپ مسٹر علی عمران ابٹار مل سائیکولوجی کے ماہر....!“

”بڑی خوشی ہوئی۔!“ عمران نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے چہرے پر حماقت طاری ہو گئی تھی بالکل اسی قسم کی حماقت جیسے چھوٹے ہی کہہ بیٹھے گا۔ ”اچی یہ تو ان کی عزت افزائی ہے! ورنہ خاکسار کسی یتیم خانے کے منبر کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔!“

لیکن فیاض نے اطمینان کی سانس لی تھی۔ کیونکہ چہرے پر حماقت طاری ہونے کے باوجود بھی عمران احقانہ حرکات کے موڈ میں نہیں تھا۔!

”یہ میرے ایک دوست کے چھوٹے بھائی مسٹر فہمی کی بیوی ہیں....!“ فیاض نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا! اگر وہ مسٹر فہمی کے بجائے کسی غلط فہمی کی بیوی ہوتی تب بھی اس کا کیا بگڑتا۔!

”مسٹر فہمی کا دامنی توازن بگڑ گیا ہے!“ فیاض نے کہا اور خاموش ہو کر پلکیں جھپکاتے لگا۔

”میرے دوست مسٹر عدیل چاہتے ہیں کہ میں ایک ماہر امراض دماغ کے ساتھ آج ہی

شکوہ آباد کی طرف روانہ ہو جاؤں....!“

عمران سمجھ گیا کہ فیاض اس وقت پوری بات نہیں بتانا چاہتا لیکن ہو سکتا ہے یہ کیس اس کی دلچسپی کا باعث بن ہی سکے.... اس لئے وہ سنجیدگی سے اس کی بات سنتا رہا۔

فیاض کہہ رہا تھا۔ ”میری نظر صرف تم پر ہی پڑی ہے اور میں تم سے استعفا کرتا ہوں کہ میرے ساتھ چلو.... مسٹر عدیل سے میرے تعلقات بہت پرانے ہیں اور میں مسٹر فہمی کو بھی پسند کرتا ہوں۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ میں پورے خاندان ہی سے مانوس ہوں۔ البتہ مسٹر فہمی مجھے نہیں جانتیں۔ ان کی شادی دو سال پہلے ہوئی تھی۔! اس وقت سے اب تک شکوہ آباد جانے کا اتفاق نہیں ہوا.... بہر حال میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے کسی کام آسکوں....!“

”قدرتی بات ہے پکتان صاحب....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔ ”میں یقیناً آپ کے ساتھ چلوں گا....!“ مسٹر فہمی کی عمر کیا ہے۔!“

”یہی کوئی.... تیس.... نہیں غالباً پچیس کے لگ بھگ ہوں گے....!“ فیاض نے کہا اور مسٹر فہمی کی طرف اس انداز سے دیکھا جیسے صحیح عمر معلوم کرنے کی خواہش رکھتا ہو۔!

”آپ کا اندازہ درست ہے....!“ عورت نے کہا! اور سر جھکا لیا۔ وہ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔! عمران نے محسوس کیا کہ اس کی آواز میں بھی ہلکی سی لرزش پائی جاتی ہے۔ پتہ نہیں وہ ہمیشہ

اسی طرح بولتی تھی یا واقعی طور پر صرف موضوع گفتگو اس کی آواز پر اثر انداز ہوا تھا.... عمران نے اپنے چہرے پر غور و فکر کی ساری علامتیں طاری کیں اور سر ہلاتا ہوا آہستہ سے بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کبھی مسٹر فہمی پر اس قسم کا دورہ نہیں پڑا۔!“

”نہیں بھئی....!“ فیاض نے کہا۔! ”کبھی نہیں....!“

”ذہنی فتور کی علامات کب ظاہر ہوئی تھیں....!“

”شاید پندرہ دن گزرے....!“ فیاض ہی بولتا رہا....! مسٹر فہمی خاموش تھی۔

”اور اب کیا کیفیت ہے....!“

”بالکل....!“ فیاض کچھ سوچتا ہوا بولا۔! ”یعنی کہ میرا خیال ہے کہ اب وہ کسی وقت بھی

ہوش کی باتیں نہیں کرتے.... کیوں مسٹر فہمی....!“

”جی نہیں....!“ عورت نے مضحل آواز میں جواب دیا۔!

”انہوں نے ذہنی توازن کھو بیٹھنے سے پہلے چولائی کا ساگ اور بیکنسی روٹی تو نہیں کھائی

تھی.....!“ عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا اور وہ اس طرح چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگی جیسے اس نے لاطینی زبان میں گفتگو شروع کر دی ہو.....!“

فیاض نے کھکار کر پہلو بدلا! شاید وہ بھی عمران کے اس بے سکتے سوال پر بدک جانے کا ارادہ کر رہا تھا!

”میں نہیں سمجھی.....!“ مسز فہمی نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا ”کن چیزوں کے کھانے کے متعلق پوچھا ہے آپ نے..... میں نے اپنے گھر میں یہ نام کبھی نہیں سنے.....!“

”اوہ.....!“ فیاض نے عمران سے کہا! ”مسز فہمی ایرانی ہیں۔ دیسی کھانوں کے متعلق ان کی معلومات محدود ہیں!“

”اچھا..... اچھا.....!“ عمران سر ہلا کر رہ گیا.....!“ غالباً اس نے یہ بے سکتا سوال اسی لئے کیا تھا کہ مسز فہمی کی قومیت معلوم ہو سکے.....!“

”بکواس زیادہ کرتے ہیں یا خاموشی سے کاٹنے دوڑتے ہیں!“ عمران نے پوچھا۔

مسز فہمی کے چہرے کی رنگت اس طرح بدل گئی جیسے اُسے سوال کرنے کے اس بے دروازہ انداز سے تکلیف پہنچی ہو..... عمران جو غور سے اُس کی طرف دیکھ رہا تھا فوراً ہی مسکرا کر بولا! ”آپ میرے اس سوال سے کوئی بُرا اثر نہ لیجئے گا..... ہم ماہرین نفسیات اکثر ایسے ہی گدھے پن کے سوالات کیا کرتے ہیں..... میں صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ کہیں آپ ہی اس پاگل پن کی وجہ تو نہیں ہیں!“

”خدا گواہ ہے کہ آپ کی ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آئی!“ مسز فہمی نے غصیلے لہجے میں کہا!

”اب دیکھئے! میں نے بڑے بے سکتے انداز میں آپ سے ان کے پاگل پن کی علامات کے بارے میں پوچھا تھا..... اس انداز نے آپ کو تکلیف پہنچائی آپ کے چہرے سے ظاہر ہو گیا اور میں نے اندازہ کر لیا کہ آپ نہ صرف اپنے شوہر کی عزت کرتی ہیں بلکہ آپ کو ان سے محبت بھی ہے لہذا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ ان کے پاگل پن کی وجہ نہیں ہو سکتیں.....!“

مسز فہمی نے پھر فیاض کی طرف دیکھا اور فیاض جلدی سے بول پڑا ”ٹھیک ہے ٹھیک ہے!“

”پاگل پن کی وجہ معلوم کئے بغیر علاج کیسے کروں گا.....!“ عمران نے کہا! ”وجہ خود مریض

سے نہیں معلوم کی جاسکتی..... کیونکہ وہ صحیح الدماغ نہیں ہے..... لے دے کروہ لوگ رہ جاتے ہیں جن کے درمیان وہ رہتا ہے..... لیکن اگر میں آپ سے براہ راست یہ سوال کر بیٹھتا کہ آپ کو اپنے شوہر سے محبت ہے یا نہیں تو آپ مجھے بالکل اُلو کا پنٹھا سمجھ کر ہنس دیتیں یا شرمنا کر سر جھکا لیتیں..... میں اس سے بھلا کیا اندازہ کر سکتا.....!“

”میں کیا بتا سکتی ہوں.....!“ مسز فہمی نے فیاض کی طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا!

”یہی نہیں مسز فہمی..... ماہر کا طریق کار بالکل الگ ہوتا ہے.....!“ فیاض نے کہا۔ ”میرے دوست مسٹر علی عمران کا طریق کار عجیب و غریب ہے..... بعض اوقات یہ خود ہی آپ کو پاگل نظر آئیں گے اتنے پاگل کہ آپ انہیں پاگل خانے تک بھجوا دینے کے متعلق سوچ بیٹھیں گی!“

”اوہ.....!“ عمران نے پہلی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھی.....!

”ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کے گھر والوں کے لئے فہمی صاحب سے بھی زیادہ تکلیف دہ ہو جائیں.....!“ فیاض نے مسکرا کر کہا!

”آپ جائے.....!“ بھائی صاحب نے بڑے اعتماد کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا تھا! ”مسز فہمی نے کہا!

”آپ اس کی بالکل فکر نہ کیجئے..... اپنی دانست میں..... میں نے غلط آدمی کا انتخاب نہیں کیا..... پھر یہ گفتگو یہیں ختم ہو گئی تھی!“



دوسرے دن وہ شکوہ آباد میں تھے.....! فیاض کا دوست عدیل شکوہ آباد کے سربر آوردہ لوگوں میں سے تھا..... فہمی اس کا چھوٹا بھائی تھا..... جو اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔ مرض بھی زیادہ پرانا نہیں تھا۔ پندرہ روز پہلے اچانک اس پر پاگل پن کا دورہ پڑا تھا اور اس کے بعد سے اب تک ایک منٹ کے لئے بھی اس نے صحیح الدماغوں کی سی باتیں نہیں کی تھیں!

پورا خاندان ایک ہی عمارت میں رہتا تھا..... عدیل فہمی اور شکیل تین بھائی تھے۔ شکیل سب سے چھوٹا تھا جس کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال رہی ہوگی۔ فارغ التحصیل ہو جانے کے بعد سے اب تک بیکار تھا!

شکوہ آباد میں عدیل کے دو سینما ہال تھے جن سے معقول آمدنی ہوتی تھی۔ ایک منزل واٹر

فیکٹری بھی تھی... فہمی انجینئر تھا اور ایک بہت بڑی ورکشاپ کا بلاشرکت غیرے مالک تھا۔!“  
 مگر کیا عمران یہاں اسی لئے لایا گیا تھا کہ اس کے پاگل پن کی وجہ دریافت کرے...؟ اگر  
 اس سوال کا جواب اثبات میں ہو سکتا ہے تو پھر فیاض کی ذہنی حالت پر بھی شبہ کرنا پڑے گا۔!  
 عمران نے بھی ابھی تک فیاض سے کچھ نہیں پوچھا تھا... پوچھنے کا موقع ملا ہوتا تو ضرور  
 پوچھتا! فیاض مسز فہمی کے ساتھ اس کے فلیٹ میں پہنچا تھا اور اسے اپنے ساتھ چلنے پر آمادہ کر کے  
 کہا تھا کہ اس کی کار نیچے موجود ہے۔ عمران کو جو سامان ساتھ لے جانا ہوا کٹھا کر کے نیچے بھجوا  
 دے... عمران نے اس جلد بازی پر احتجاج بھی نہیں کیا تھا۔!  
 پھر راستے بھر مسز فہمی بھی ساتھ رہی تھی... لہذا عمران کھل کر گفتگو نہیں کر سکا تھا بلکہ  
 اس نے تو بالکل خاموشی ہی اختیار کر لی تھی... فیاض بھلا کیوں چھڑتا وہ تو چاہتا ہی تھا کہ اگر  
 عمران زیادہ بکواس نہ کرے تو بہتر ہے۔!

شکوہ آباد پہنچنے پر بھی عمران کو موقع نہ مل سکا کیونکہ عدیل کیپٹن فیاض کو اپنے ساتھ لے گیا۔  
 ”مم... میں... مریض کو دیکھنا چاہتا ہوں... مسز وہی...!“ عمران نہ جانے کیوں ہکھلایا۔  
 ”وہی نہیں... فہمی...!“ اس نے تصحیح کی۔!  
 ”او... ہاں... معاف کیجئے... بعض اوقات ایک ہی قسم کے نام اسی طرح ٹکراتے ہیں۔!“  
 ”یاشائد...!“ وہ مسکرائی ”اس میں بھی کوئی راز ہو...!“  
 ”نہیں... نہیں...!“ عمران جھکوں کے ساتھ سر ہلاتا ہوا بولا۔! ”میں ناموں کے  
 معاملے میں عموماً چکر اجاتا ہوں۔! مثلاً... مرنی ہے... مرنی کا ریڈیو آتا ہے نا! اب یہ مرنی مجھے  
 ... جلیبی یا قلاقند بھی یاد آسکتا ہے... اس کی وجہ یہ ہے کہ مرنی کے ہم وزن ہمارے یہاں ایک  
 مٹھائی بھی پائی جاتی ہے جسے برنی کہتے ہیں ویسے کیا مریض کو مٹھائیوں سے بھی رغبت ہے۔“  
 ”نکل آئی نا کام کی بات...!“

”اب نکل ہی آئی تو میں کیا کروں...!“ عمران نے تیشوں کی سی شکل بنا کر کہا۔!  
 ”جی نہیں...! انہیں مٹھائیوں سے کبھی رغبت نہیں رہی البتہ سب کے کباب بہت پسند  
 کرتے ہیں۔!“  
 ”سب کے کباب!“ عمران یک بیک اچھل پڑا۔ اسکی آنکھیں متحیرانہ انداز میں پھیل گئی تھیں۔

”کک... کیوں...!“ مسز فہمی خوف زدہ نظر آنے لگی۔!  
 ”سب... سب...!“ عمران اپنا سر کھجاتا ہوا بولا۔! ”یہ سب... سب... سب سے آپ کی کیا مراد ہے۔!“  
 ”وہ لوہے کی ہوتی ہے... جس پر قیہ چڑھاتے ہیں...!“ مسز فہمی نے جواب دیا۔!  
 ”اوہ... اچھا وہ... جو لمبے سے قیہ میں لوہے کی کھونس دی جاتی ہے۔!“  
 ”لمبے سے قیہ...!“ پر مسز فہمی کو ہنسی آگئی... اور عمران نے ناخوش گوار لہجے میں کہا ”جو  
 میں سمجھا تھا اگر وہی بات ہوتی تو آپ کو رونا پڑتا مسز فہمی... ٹرینی ڈاڈ میں ہاتھی کو سب کتے ہیں۔!“  
 ”میرے خدا... اگر آپ اسی طرح سمجھتے رہے تو ہم سب بھی پاگل ہو جائیں گے۔!“  
 ”پردا نہ کیجئے...! پورے شہر کو پاگل ہو جانے دیجئے... میں علاج کروں گا...“ عمران  
 چھاتی ٹھونک کر بولا اتنے میں دو لڑکیاں اور آگئیں۔ انہوں نے عمران کو نیچے سے اوپر تک گھور کر  
 دیکھا اور ان میں سے ایک نے مسز فہمی سے پوچھا۔ ”آپ کی تعریف بھابی...!“  
 ”مسٹر علی عمران ایم۔ ایس۔ سی... پی۔ ایچ۔ ڈی۔ آکسن... باہر نفیات۔ یہ فہمی صاحب  
 کے مرض کی وجہ معلوم کر کے علاج کریں گے۔!“

”آپ...!“ دونوں نے ایک بار پھر عمران کو نیچے سے اوپر تک گھورا... اور عمران کے  
 چہرے پر حماقت کی جہیں گہری ہوتی گئیں... اور اب تو اسی حماقت میں شرمیلے پن کے ایسے انداز  
 نظر آنے لگے تھے... جیسے دوسرے ہی لمحے میں ”ہائے اللہ میرا ڈوپٹہ کہہ کر دوہرا ہو جائے گا۔!“  
 ”پکٹان صاحب کہاں ہیں...!“ اس نے نظریں نیچی کر کے کپکپاتی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔  
 ”وہ بھائی صاحب کے ساتھ ہیں...!“ مسز فہمی نے کہا۔! ”اوہ آپ مریض کو دیکھنا چاہتے  
 تھے شائد...!“

دفعتاً عمران پھر اسارٹ نظر آنے لگا اور لڑکیوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا! ”ان سے مریض کا  
 کیا رشتہ ہے۔!“

”کزن ہیں...!“

”دونوں...!“

”جی ہاں۔!“

”یہیں رہتی ہیں...!“

”جی ہاں.....!“

”چلئے میں مریض کو دیکھوں گا!“

”آپ آلات نہیں لائے کیا.....!“ ایک لڑکی نے پوچھا۔

”نہیں..... نفسیات میں صرف بانس کا ایک چار فٹ لمبا ٹکڑا چلتا ہے جو ہر جگہ دستیاب

ہو سکتا ہے.....!“

”میں بھی نفسیات کی معلم ہوں.....! آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں!“

”کس جماعت میں پڑھتی ہیں آپ.....!“

”انٹر میں.....!“

”افسوس کہ انٹر میں صرف ابتدائی نفسیات چلتی ہے.....! بانس کا ٹکڑا تو بہت بعد کی چیز

ہے.....! مثلاً آپ نفسیات پر ریسرچ کریں تب ہی.....!“

”میرا خیال ہے کہ ہم وقت برباد کر رہے ہیں.....!“ مسز فہمی نے کہا۔

”جی ہاں..... چلئے.....!“ عمران اس کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ ایک کمرے کے سامنے رکے جس کا دروازہ باہر سے مقفل تھا.....! دروازے کی دونوں جانب

بڑی بڑی سلاخ دار کھڑکیاں تھیں.....! چونکہ وہ کھلی ہوئی تھیں اس لئے قفل کھولے بغیر بھی

مریض کو دیکھا جاسکتا تھا.....! فہمی ایک تندرست اور وجیہ آدمی تھا! بڑھے ہوئے شیو کے باوجود

بھی وہ شاندار لگ رہا تھا۔ اُس کا لباس تار تار تھا اور ننگے بازوؤں پر کئی جگہ کھرنڈ جمی ہوئی خراشیں نظر

آ رہی تھیں انہیں دیکھ کر اس نے بچوں کی سی قلقاریاں لگائیں اور کھڑکی کے قریب چلا آیا۔

”میں اب بالکل اچھا ہوں.....! مجھے باہر نکال لو.....!“ اس نے کہا اور عمران کی طرف دیکھ

کر پوچھا! ”آپ کی تعریف.....!“

”آپ عمران صاحب ہیں بھائی صاحب کے ایک دوست کے دوست.....!“

”میرا نام عقیل فہمی ہے۔!“ اس نے سلاخوں سے باہر ہاتھ نکالتے ہوئے کہا۔ شاید وہ

مصافحہ کرنا چاہتا تھا..... عمران نے ہاتھ بڑھا دیا۔ پھر اس نے یہ بھی محسوس کیا کہ فہمی کافی طاقتور

بھی ہے..... اگر وہ سنبھل نہ گیا ہوتا تو پٹنجے کی ہڈیاں ضرور کڑکڑا گئی ہوتیں..... ویسے عمران کی

نظریں اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

دفعۃً فہمی بولا۔ ”آپ کو دیکھ کر مجھے اپنا خرگوش یاد آتا ہے..... جناب جس کی مادہ کو کتے

پکڑ لے گئے تھے۔!“

”ابھی..... ذرہ نوازی ہے..... آپ کی.....!“ عمران شرما کر بولا۔! اور تینوں لڑکیاں بے

خاشا ہنس پڑیں۔

”اے جاؤ.....!“ پاگل غرایا..... ”یہاں شور نہ مچاؤ بند ریو..... بھاگو.....!“

دونوں لڑکیاں کھسک گئیں لیکن مسز فہمی وہیں کھڑی رہی۔!

”تم بھی جاؤ.....!“ فہمی نے بیزار سی کہا ”کیا میں کوتر کا انڈا ہوں.....! اس طرح کیوں

دیکھ رہی ہو..... اے مسٹر رمضان..... آپ بھی تشریف لے جایئے۔!“

عمران کی طبیعت صاف ہو گئی! وہ عموماً لوگوں کے ناموں کی مرمت کرتا رہتا تھا لیکن آج

خود اس کے نام کی اتنی شاندار اور ہالنگ ہوئی تھی کہ بس مزہ ہی آگیا..... ”مسٹر رمضان۔“

”مم..... میں..... کک کہاں جاؤں.....!“ عمران بوکھلائے ہوئے لہجے میں ہکھلایا۔!

”آپ کی دم بل رہی ہے..... جایئے..... مجھے ہلتی ہوئی دمیں اچھی نہیں لگتیں، دفع

ہو جایئے.....!“ پاگل نے کہا۔

”کیا سچ میری دم بل رہی ہے.....!“ عمران نے مڑ کر مسز فہمی سے آہستہ سے پوچھا! اور

مسز فہمی جو منہ دبا کر ہنستی ہوئی وہاں سے بھاگی ہے تو پھر اس نے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔!

”جایئے.....!“ پاگل پھر گر جا۔!

”دم نہیں بل رہی میں پکڑ کر دیکھ چکا ہوں۔!“ عمران نے اُسے اطمینان دلایا۔!

”لاؤ..... میں پکڑ کر دیکھوں.....!“ پاگل بولا۔!

”میرے باپ بھی نہیں پکڑ سکتے..... میں کسی کو بھی اپنی دم میں ہاتھ نہیں لگانے دیتا۔!“

”میں پھر کہتا ہوں..... بل رہی ہے.....!“

”میں کہتا ہوں نہیں بل رہی..... تم ار تھ میٹک کے قاعدے سے بھی نہیں ثابت کر سکتے!“

عمران گھونسنہ دکھا کر بولا۔

”ار تھ میٹک میرے باپ کی جاگیر ہے۔!“ پاگل نے چھاتی ٹھوٹک کر کہا۔!

”اور میں الجبرا کا باپ ہوں.....!“ عمران لکارا.....!



پھر وہاں ایک کی بجائے دو پاگل نظر آنے لگے.... سارے گھر کے لوگ وہیں اکٹھے ہوئے اور فیاض عمران کا بازو پکڑ کر اُسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔

”اے تم بڑے انجینئر کی دم بنے پھرتے ہو....!“ عمران پلٹ کر کھڑکی کی طرف گھوڑا ہلاتا ہوا چیخا....! ”البراجیو میٹری اور ار تھ میٹک جس چیز میں جی چاہے مقابلہ کر لو....! تم۔ کمزور پڑتا ہوں کیا....!“

”یار.... عمران.... خدا کے لئے.... خدا کے لئے....“ فیاض آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا عدیل سنجیدہ تھا.... لیکن عورتیں حلق پھاڑ پھاڑ کر ہنس رہی تھیں۔ فہمی کی بیوی بھی ہنس رہی تھی۔ حالانکہ وہ اردو بہت کم سمجھ سکتی تھی لیکن کم از کم عمران پاگل تو معلوم ہی ہو رہا تھا۔! بدقت تمام فیاض اُسے کھینچ کھانچ کر ایک کمرے میں لے آیا.... وہ مسز فہمی سے برابر جا رہا تھا ”دیکھ لیا آپ نے.... میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آپ لوگ اس دشواری میں دھوکتے ہیں! میرے دوست کا طریق علاج سب سے الگ ہے یہ سب کچھ غالباً مرض کی وجہ معلوم کرنے کے لئے کر رہے ہیں۔“

پھر جیسے ہی عدیل کمرے میں داخل ہوا مسز فہمی باہر چلی گئی۔!

عدیل عمران کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔!

”یہ ماہر نفسیات ہیں.... اس میں شبہ نہیں....!“ فیاض بولا۔! ”اور یہ مرض کی وجہ ضرر معلوم کر لیں گے لیکن آپ لوگوں کو اس کے لئے دو پاگلوں کا جو دردداشت کرنا پڑے گا۔!“

”مگر ایسا طریقہ نہ میں نے کہیں دیکھا اور نہ کہیں سنا....!“ عدیل کے لہجے میں حیرت تھی ”میں نہال نہیں اور مخمخیز ہوں سمجھ جناب....!“ عمران بُرا مان کر بولا! ”آپ کے یہ

کتنے ماہر نفسیات ہیں جن کا طریق کار آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے۔“

”بھئی میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا....!“ عدیل نے بے بسی سے کہا!

عمران بُرا سامنے بنائے ہوئے دوسری طرف دیکھ رہا تھا۔

”تم بالکل فکر نہ کرو.... عدیل سب ٹھیک ہو جائے گا....!“ فیاض نے کہا۔ اور پھر عدیل

بھی چلا گیا.... اب وہ دونوں کمرے میں تہاتھے۔!

”تمہیں تو بس موقع ملنا چاہئے....!“ فیاض اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔!

”یار فیاض میں اپنا سر کہاں پھوڑ لوں جتنا تم نے کہا تھا میں نے اس سے زیادہ تو نہیں کیا۔!“

”ٹھیک ہے.... مگر کم کرو....!“

”میں نہیں پوچھوں گا کہ تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو اگر صرف اس پاگل کا علاج کرنا تھا تو....!“

”سنو.... سنو....! ایک منٹ خاموش رہو.... مسٹر عدیل نہیں چاہتے کہ یہ بات عورتوں

کے کانوں میں پڑے لہذا تمہیں ان کے سامنے یہی ظاہر کرنا ہو گا کہ صرف فہمی کے نفسیاتی علاج کے لئے لائے گئے ہو۔!“

”آج.... اچھا اور عدیل کو بھی یہی سمجھنا چاہئے.... کیوں....!“ عمران نے آنکھیں نکال

لر پوچھا۔!

”سمجھ دار آدمی ہو....!“

”اصلیت.... سو پر فیاض! نہیں تو پھر تمہیں بھی میرے ساتھ ہی پاگل خانے کا سفر اختیار

کرنا پڑے گا۔!“

”فہمی کے پاگل پن میں تو کوئی شبہ ہی نہیں ہے....! لیکن اس کے ساتھ ہی کچھ اور باتیں

بھی ہیں جو تمہاری دلچسپی کا باعث بن سکتی ہیں۔ اصل حالات کا علم مجھے یہیں ہوا ہے ورنہ مسز

فہمی نے مجھ سے اتنا ہی بتایا تھا جتنے کا انہیں علم تھا! عدیل کے اور بھی اعزہ اور احباب دار الحکومت

میں موجود ہیں لیکن اس نے صرف مجھے ترجیح دی تھی۔ مسز فہمی سے صرف اتنا ہی کہلوا بھیجا تھا کہ

میں کسی ذہنی امراض کے ماہر کو لے کر شکوہ آباد پہنچ جاؤں.... لہذا مجھے سوچنا پڑا کہ اس پیغام کے

میرے پاس آنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے.... یقیناً کوئی خاص بات ہو گی لہذا میں تمہیں گھیٹ

لایا۔ یہ تو مسز فہمی سے معلوم ہی ہو چکا تھا کہ فہمی پر اس سے پہلے کبھی اس قسم کا دورہ نہیں پڑا۔!“

”مگر وہ خاص بات کیا ہے.... اگلو جلدی سے....!“ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا۔

”وہی بتانے جا رہا ہوں جلدی نہ کرو....!“

”پندرہ دن پہلے کی بات ہے کہ فہمی نے اپنی ورکشاپ سے واپس آکر اوٹ پناگ باتیں

شروع کر دی تھیں! لوگ مذاق سمجھے کیونکہ وہ ایسا ہی ہنسنے ہنسانے والا آدمی تھا.... چونکہ وہ صرف

باتیں ہی کرتا تھا۔ اس لئے یہ معاملہ مذاق ہی پر ملتا رہا.... وہ روزانہ گھر سے نکلتا اور کسی نہ کسی

وقت واپس آ جاتا لیکن اب گھر والے اس کے اس مذاق سے اکتا گئے تھے۔! اچانک وہ ایک دن



”بھئی وہ ہوش کی باتیں ہی نہیں کرتا نہ اس سے یہ معلوم کیا جاسکا ہے کہ وہ تین دن کہاں غائب رہا تھا اور نہ اس نے یہی بتایا ہے کہ اس پر کیا گزری تھی۔“

”عدیل کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے۔“

”میں نہیں سمجھا۔“

”میں پوچھ رہا ہوں کہ تم اُس پر اعتماد کر سکتے ہو یا نہیں۔“

”کیوں نہیں....! وہ ایک باعزت آدمی ہے.... میں اُسے بہت دنوں سے جانتا ہوں۔“

”دونوں بھائیوں کے تعلقات کیسے تھے....!“

”ایسے کہ وہ ہمیشہ ساتھ ہی رہے ہیں....!“ فیاض نے اکتا کر کہا! ”بھئی تم یہ نہ سوچو کہ ہم یہاں اسی لئے طلب کئے گئے ہیں کہ ہمیں بیوقوف بنایا جائے! شاید اس وقت خان دلاور کا کیس تمہارے ذہن میں ہے۔“

”وہ تو ہر وقت رہتا ہے سو پر فیاض.... خیر مارو گولی! تمہارا کیا خیال ہے....!“

”میں تمہیں اس لئے نہیں لایا کہ تم میرا خیال پوچھو....!“ فیاض مسکرا کر بولا۔

عمران اس کے قریب آکر آہستہ سے بولا۔ ”ایرانی عورتیں واقعی بڑی حسین ہوتی ہیں۔“

”کیا بکواس ہے....!“

”اگر حقیقت کو بکواس کہتے ہیں تو تمہارا وجود بھی بکواس ہے.... پتہ لگاؤ کہ فہمی کی شادی کن

حالات میں کہاں ہوئی تھی۔“

”اب تم اُس کی بیوی کو لے دوڑے....!“

”یار سو پر فیاض....! مجھے واپس جانے دو....! مجھے میرا تانپورا واپس بلا رہا ہے اور اسے نہ

بھولو کہ مجھے لٹا منگیلشکر سے انتقام لینا ہے۔“

”فضول باتیں نہ کرو.... میں اسکی بیوی کے متعلق معلومات حاصل کر کے تمہیں بتاؤں گا!“



چھ بجے شام عمران اور فیاض تفریح کے لئے باہر نکلے اس وقت تک عمران کو کچھ بھی نہیں

معلوم ہو سکا تھا اس کے باوجود بھی وہ فہمی کی ورکشاپ دیکھنا چاہتا تھا۔!

”اس کی بیوی کے بارے میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ دو سال پہلے

غائب ہو گیا.... اور پھر تین دن بعد وہ ایک سڑک پر بیہوش پڑا پایا گیا! اس کے سارے جسم پر ایسے نشانات تھے جیسے اُسے چابکوں سے پینا گیا ہو.... عدیل اُسے گھراٹھو لایا! لیکن جب ہوش میں آنے کے باوجود بھی فہمی پاگل پن ہی کی باتیں کرتا رہا تو انہیں یقین آگیا کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے! بس پھر اس کے بعد سے اُسے گھر سے نہیں نکلنے دیا گیا.... یہ آج تک نہ معلوم ہو سکا کہ وہ کہاں غائب ہو گیا تھا.... اور کن لوگوں نے اسے مارا پینا تھا۔“

”ہام تو یہ بات عورتوں سے چھپائی گئی تھی مگر کون سی بات عورتوں سے چھپائی گئی ہوگی سو پر فیاض! وہ تین دن تک گھر سے غائب رہا تھا اور پھر انہوں نے اس کے جسم پر نشانات بھی دیکھے ہوں گے۔“

”اتنا تو سبھی جانتے ہیں.... لیکن یہ بات کوئی بھی نہیں جانتا کہ ایک رات کچھ لوگ عمارت میں داخل ہوئے تھے اور انہوں نے کوشش کی تھی کہ فہمی کو اٹھالے جائیں! اُس رات عورتیں ایک تقریب میں شرکت کے لئے گئی تھیں اور انہیں رات بھر وہیں رہنا تھا.... گھر میں صرف عدیل تھا! رات کو کسی وقت اس کی آنکھ کھل گئی.... ملازمین سرورٹ کو اڑڑیں سوئے ہوئے تھے.... اچانک کچھ آہٹیں بلیں اور عدیل اپنی خواب گاہ سے نکل آیا۔ فہمی کی خواب گاہ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور چار نقاب پوش اُسے پلنگ سے اٹھانے کی کوشش کر رہے تھے.... عدیل نے ”چور“ چوڑا چننا شروع کر دیا اور وہ بڑی بدحواسی میں باہر نکل بھاگے.... فہمی بے ہوش پڑا تھا شاید انہوں نے اُسے بیہوش کرنے کے لئے کوئی دوا استعمال کی تھی!“

”عدیل نے مقامی پولیس کو اس کی اطلاع دی تھی یا نہیں۔!“

”نہیں....!“

”کیوں....؟“

”وہ نہیں چاہتا کہ یہ بات پھیلے....!“

”کیوں اس کی وجہ....!“

”کچھ نہیں محض بدنامی کے خیال سے چاروں طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی اور پھر پتہ نہیں یہ معاملہ کس قسم کے حالات پر ختم ہو۔ فہمی کی ذہنی حالت ٹھیک ہی نہیں ہے کہ وہی اس پر روشنی ڈال سکے۔“

”کیا اس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کچھ لوگ اسے پکڑ لے گئے تھے اور مارا پینا تھا۔“

سے اس کی گفتگو جاری تھی.... عمران نے مارک کیا کہ وہ بہت زیادہ باتونی آدمی ہے اور براہ راست اپنی تعریف کرنے کی بجائے اس سلسلے میں گھماؤ پھراؤ اختیار کرتا ہے.... لیکن چالاک آدمی ہے! سننے والوں کو اس خیال میں مبتلا نہیں ہونے دیتا کہ وہ اپنی بڑائی بیان کر رہا ہے.... گھوم پھر کر وہ پھر آفس میں آ بیٹھے یہاں میز پر کافی کی ٹرے موجود تھی۔!

”ارے آپ نے اس کی تکلیف کیوں اٹھائی....“ فیاض نے کہا۔!

”کوئی بات نہیں جناب.... سب آپ ہی کا ہے.... کیا بتاؤں میں فہمی صاحب کی علالت کی وجہ سے کتنی دشواریاں محسوس کر رہا ہوں! وہ ایک ماہر انجینئر بھی ہیں اور ایک اعلیٰ درجہ کے بزنس مین بھی! بس یہ سمجھ لیجئے کہ ہم تو صرف حکم کے بندے تھے.... اُن کی عدم موجودگی میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا ہے بیان سے باہر ہے.... تشریف رکھئے جناب....!“

پھر اس نے ناک پر رومال رکھ کر دو چھینکیں لیں اور اس کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

”موسم تبدیل ہو رہا ہے!“ وہ نتھنے پھڑکاتا ہوا مسکرایا۔ شاید ابھی تیسری چھینک کی بھی گنجائش نکل سکتی تھی! اسلئے اس نے دوبارہ ناک پر رومال رکھا مگر پھر صرف ”شوں شوں“ کر کے رہ گیا۔

”میں عموماً نزلے کا شکار رہتا ہوں!“ اس نے بیٹھ کر کافی کی ٹرے سرکاتے ہوئے کہا! پھر تیسری پیالی میں کافی اٹھایا ہوا تھوڑی دیر بعد بولا! ”میرا خیال ہے کہ کافی سے تو نزلے کی تحریک رک جانی چاہئے۔!“

”نہیں رکتی....!“ عمران بے بسی سے سر ہلا کر بولا۔

لیکن منیجر نے اس کی طرف دھیان دیئے بغیر کافی کی پیالی فیاض کی طرف سرکائی....! پھر عمران کو پیش کی اور خود بھی پیالی پر جھک پڑا۔

ایک منٹ تک خاموشی رہی....! دفعتاً منیجر بولا! ”میں نہیں سمجھ سکتا کہ ان کا باقاعدہ طور پر علاج کیوں نہیں کیا جا رہا!“

”علاج تو ہو رہا ہے شائد....!“ فیاض نے یونہی رواروی کے سے انداز میں کہا۔

”میں نے مشورہ دیا تھا کہ انہیں کچھ دن مینٹل ہسپتال میں رکھا جائے میں ذمہ بھی لے سکتا ہوں کہ انہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی اتنا ہی آرام ملے گا جتنا کسی پرائیویٹ وارڈ میں مل سکتا ہے۔!“

فیاض نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ ہلائے ہی تھے کہ فون کی کھنٹی بجی اور منیجر نے مسکری

ایران میں تھی....!“ فیاض نے کہا۔ ”وہیں شادی ہوئی تھی اور پھر وہ اُسے یہاں لایا تھا۔!“

”مجھے تو قہر ہے کہ تم نے اس کے قریبی دوستوں کے پتے تو حاصل ہی کر لئے ہوں گے۔!“

”ابھی نہیں.... بھئی یہ کیس سو فیصدی تمہیں ہی سنجانا ہے.... میں تو کھسک جاؤں گا۔

مجھے اور بھی کام دیکھنے ہیں۔ پرائیویٹ طور پر میں کسی کیس میں ہاتھ نہیں لگا سکتا....!“

”اور تم مجھے ان تین خوں خوار عورتوں میں تنہا چھوڑ جاؤ گے.... کیوں؟“ عمران نے درد بھری آواز میں کہا! ”وہ مجھ پر اس بُری طرح ہنسی ہیں کہ وہیں شہید ہو جانے کو دل چاہتا ہے! مگر ٹھہرو! تم چلے جاؤ گے تو میں کام کیسے کروں گا کیونکہ میری حیثیت تو ایک سائیکلیرسٹ کی ہے!“

”میں نے یہ مرحلہ بھی طے کر لیا ہے....! عدیل کو بتا دیا ہے کہ تم ہی تفتیش بھی کرو گے لیکن عدیل کے علاوہ خاندان کے دوسرے افراد پر یہی ظاہر کرتے رہو گے کہ تم صرف اس کے ذہنی معالج ہو۔!“

وہ درکشاپ میں پہنچ گئے.... شائد فہمی اسے ازراہ خاکساری و رکشاپ کہتا تھا ورنہ وہ تو اچھی خاصی آئرن فیکٹری تھی۔ عدیل نے یہاں کے منیجر کے نام فیاض کو ایک تعارفی خط دیا تھا....!

جس میں تحریر تھا کہ اس کے دواغزہ فیکٹری دیکھنا چاہتے ہیں۔!“

ورکشاپ کا منیجر ایک پستہ قد اور بھاری جسم کا آدمی تھا.... گردن معدوم تھی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چوڑے چکلے شانوں پر صرف سر رکھ دیا گیا ہو.... پیشانی تنگ تھی اور بھنویں شائد ہر وقت سکڑی رہتی تھیں.... کنپیٹوں پر پائی جانے والی باریک باریک شکنیں تو یہی ظاہر کرتی تھیں کہ وہ بھنویں سکڑ کر دیکھنے کا عادی ہے۔!

منیجر نے خندہ پیشانی سے ان کا استقبال کیا اور سب سے پہلے مسٹر فہمی کی خیریت پوچھی۔

”وہی حال ہے....!“ فیاض نے مغموم لہجے میں کہا۔

”یہ اس سال کا سب سے بڑا حادثہ ہے.... جناب....! اور اتنا ہی غیر متوقع جیسے اچانک کسی پر بجلی گر پڑے۔!“

”مقدرات....!“ فیاض نے ٹھنڈی سانس لی....!

منیجر انہیں فیکٹری کے مختلف شعبے دکھانے لگا۔ عمران بالکل خاموش تھا اور اس کے چہرے پر حماقت طاری تھی....! منیجر ایک آدھ بار بھی اُس سے مخاطب نہیں ہوا تھا....! صرف فیاض

میں انہیں وہ چیزیں دوں گا.... قطعی نہیں جناب... یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں فہمی صاحب کی اجازت کے بغیر کسی چیز میں کسی کو ہاتھ بھی نہ لگانے دوں....! یا پھر ان کے بڑے بھائی عدیل صاحب مجھ سے اس کے لئے کہیں۔!“

”آپ نے طارق صاحب کو یہی مشورہ دیا ہوتا کہ وہ عدیل صاحب کی تحریر لائیں۔!“

”تو بے کیجئے....!“ فیجر بڑا سامنے بنا کر بولا ”طارق صاحب ضدی آدمی ہیں۔ وہ مجھے ہی بور کرتے رہیں گے۔ اپنی بات سے ہٹنے پر ممکن ہے کہ ان کی شان کو بیٹ لگ جائے۔ بھی آپ ہوں گے فہمی صاحب کے دوست! میں ان کا ملازم ہوں لیکن آپ کا غلام تو نہیں ہو سکتا....! بس دیکھ لیجئے یہ ذہنت ہے ہماری... بھلا دنیا کی دوسری قومیں ہمیں کیوں نہ کچل کر رکھ دیں لعنت ہے۔!“

”واقعی.... یہ بات تو ہے....!“ عمران نے سر ہلا کر کہا۔

”دیکھئے.... فیجر صاحب....!“ فیاض بولا۔ ”یہ واقعی بہت بُری بات ہے کہ ایسے موقع پر لوگ آپ کے لئے دشواریاں پیدا کر رہے ہیں۔ عدیل صاحب سے کہوں گا کہ اس کے لئے کوئی انتظام کریں....! آپ ان طارق صاحب کا پتہ مجھے دیجئے....!“

”یہاں کے بہت مشہور ڈاکٹر ہیں....!“ فیجر نے بیزاری سے کہا ”ان کا پتہ کبھی جانتے ہیں! بس عدیل صاحب کے بعد کسی اور کو بھی تو ذمہ دار ہونا چاہئے۔! عدیل صاحب سے کئی بار کہہ چکا ہوں کہ فیکٹری کو بھی دیکھئے.... لیکن یہی جواب ملتا ہے فہمی کو بھی تم پر اعتماد تھا مجھے بھی ہے۔!“

”طارق صاحب تجوری کے قتل میں کس قسم کی تبدیلی کرنا چاہتے تھے۔!“ فیاض نے پوچھا۔

”مجھے علم نہیں ہے فہمی صاحب نے مجھے اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا....! بلکہ میں تو یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ تجوری کس کی ہے....! خود طارق صاحب ہی نے قتل میں تبدیلی کے متعلق بھی بتایا اور تجوری کی پہچان بھی بتائی تھی۔!“

”بڑا صدمہ ہے جناب....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ ”فہمی صاحب بڑے اچھے آدمی تھے....! پچھلے سال انہوں نے میری بڑی مدد کی تھی۔ اگر ڈیڑھ ہزار روپے فوراً نہ بھیج دیئے ہوتے تو میری لہسن کی آڑھت بالکل تباہ ہو جاتی۔!“

”آپ لہسن کی آڑھت کرتے ہیں۔!“ فیجر نے حیرت سے کہا۔

”ہاں مگر آج کل کام خراب چل رہا ہے.... میں فہمی بھائی کے پاس دراصل اسی لئے آیا تھا

صورت بنا کر ریسور اٹھالیا۔!

”ہیلو.... جی ہاں.... یاد رہی بول رہا ہوں.... او.... میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں جناب فہمی صاحب بیمار ہیں! اور میں نہیں جانتا کہ انہوں نے آپ کی تجوری کہاں رکھی ہے.... جی نہیں قطعی نہیں وہ اس قسم کا کام نجی طور پر لیتے ہیں اور اس کا اندراج کاغذات میں نہیں ہوتا اور ہمارے یہاں اس قسم کا کام ہوتا بھی نہیں....! فہمی صاحب نے محض تعلقات کی بناء پر آپ کی تجوری لے لی ہوگی۔ وہ خود ہی اس کا کام کرتے ہیں۔ ہمارے یہاں ویسا کام کرنے والا کارگر بھی نہیں ہے۔ یقین کیجئے.... اوہ پولیس.... آپ ہر وقت پولیس کو اطلاع دے سکتے ہیں محترم.... قطعی طور پر اگر پولیس اُسے یہاں سے برآمد کر کے لے جائے تو زیادہ اچھا ہوگا۔ میں اپنی ذمہ داری پر کچھ نہیں کر سکتا.... چلے ہی سمجھ لیجئے کہ مجھے اس تجوری کا علم ہے لیکن میں بے ضابطہ طور پر کوئی کام نہیں کر سکتا.... جی نہیں مجھ پر قطعی ذمہ داری نہیں عائد ہوتی کہ میں اُسے واپس کروں کیونکہ اس کا اندراج فیکٹری کے کاغذات میں نہیں ہے.... اف فوہ! میں کس طرح کہوں کہ پولیس کی مدد طلب کیجئے۔“

اس نے ایک جھپٹکے کے ساتھ ریسور رکھ کر آہستہ سے کہا ”الو کا پٹھا“ اور پھر فیاض کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ لیکن اس مسکراہٹ میں جھٹلاہٹ کی جھلکیاں اب بھی موجود تھیں۔

”جیسا کہ میں نے ابھی کہا تھا کہ میں بڑی مشکلات میں پھنس گیا ہوں۔!“ اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا ”ان میں سے ایک مشکل یہ بھی ہے! فہمی صاحب اکثر اپنے جان پہچان والوں کا کام یونہی سمیٹ لیا کرتے تھے ظاہر ہے کہ عام طور پر جو کام یہاں نہیں ہوتا اس کا ریکارڈ رکھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ یہ ہمارے کام نجی طور پر ہوتے ہیں! مثال کے لئے یہی معاملہ لے لیجئے طارق صاحب فہمی صاحب کے دوست ہیں! وہ اپنی تجوری کے قتل میں کسی قسم کی تبدیلی کرنا چاہتے تھے۔ فہمی صاحب نے تجوری اٹھوائی! اس قسم کے کام وہ خود ہی کرتے ہیں کیونکہ انہیں اس میں دخل ہے۔ ہمارے پاس کوئی کارگر ایسا نہیں ہے جو تجوریوں یا قتل سے متعلق معلومات رکھتا ہو۔ اب طارق صاحب سر ہو رہے ہیں کہ تجوری واپس کر دی جائے....! لیکن آپ ہی فرمائیے میں اس قسم کا کوئی اقدام کیسے کر سکتا ہوں۔ جب کہ کاغذات پر اس کا اندراج نہیں تھا! اس طرح تو یہاں سینکڑوں چیزیں موجود ہیں جن کے سینکڑوں دعویٰ دار ہو سکتے ہیں.... پھر کیا

”ب..... بس تو پھر میں ہی دیکھوں گا اس سے تم دور ہی رہو.....! ہاں تم واپس کب بارہے ہو۔“

”دو ایک دن تو رہوں گا۔“

”ضرور ہو.....! لیکن اب مجھے یہاں اتار دو.....!“

فیاض نے کار روک دی..... اور عمران سڑک کے کنارے اترتا ہوا بولا۔ ”میں کسی وقت واپس آ جاؤں گا۔“

”کار آگے بڑھ گئی.....! عمران کچھ دور چل کر ایک ریسٹوران میں آیا.....! اور دروازے ہی پر رک کر ادھر دیکھنے لگا بالکل ایسے ہی انداز میں جیسے کسی کی تلاش ہو.....! حقیقتاً وہ یہ دیکھ رہا تھا کہ یہاں فون ہے یا نہیں.....! کاؤنٹر ہی پر فون نظر آیا اور وہ سیدھا کاؤنٹر کلرک کے پاس چلا گیا۔! ”کیا آپ مجھے ٹیلی فون ڈائریکٹری عنایت کریں گے.....!“ اس نے کلرک سے کہا۔ ”جرور جرور.....!“ کلرک نے سر ہلا کر کہا۔ ”نن کال کے چار آنے لگیں گا۔“

”میں چھ آنے دوں گا.....! پیارے تم اُس کی پرواہ نہ کرو.....!“

کلرک نے ڈائریکٹری اس کی طرف کھسکادی! عمران نے اُس میں ڈاکٹر طارق کے نمبر تلاش کے گھر اور مطب کے الگ الگ نمبر تھے..... سب سے پہلے اس نے مطب کے نمبر ڈائل کئے وہاں سے معلوم ہوا کہ وہ شام کو گھری پر مریضوں کو دیکھتا ہے۔! ”گھر پر بھی کال شاید کسی ملازم نے ریسپونڈ کی تھی.....! تھوڑی دیر بعد عمران کو غراہٹ سنائی دی ”کون ہے.....!“

”ڈاکٹر علی عمران.....!“

”نام میرے لئے نیا ہے.....!“

”میں عقل فیہی کا معالج اور رشتہ دار ہوں.....! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ ان کے قریبی دوستوں میں سے ہیں۔ لہذا میں اُن کے متعلق آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔!“

”میں بیس منٹ سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ آپ آٹھ بج کر دس منٹ پر یہاں پہنچ سکتے ہیں۔!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”بیس منٹ.....!“ عمران نے مایوسانہ لہجہ میں کہا! ”خیر..... یہ بھی بہت ہیں۔“ شکر یہ ڈاکٹر

کہ وہ مجھے بھی کوئی کام بتائیں اب میں لہن کا کاروبار نہیں کرنا چاہتا.....!“

”اچھا فیجر صاحب.....! اس تکلیف کے لئے بہت بہت شکریہ.....!“ فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

”اور میں تو ابھی آپ سے ملتا ہی رہوں گا.....!“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔

”مجھے بہت خوشی ہوگی جناب.....! میں چاہتا ہوں کہ فیہی صاحب کے کوئی عزیز فیکٹری میں ہر وقت موجود رہا کریں۔!“ فیجر نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

وہ انہیں کمپاؤنڈ کے پھانک تک چھوڑنے بھی آیا تھا! فیاض نے اپنی کار کمپاؤنڈ کے باہر ہی کھڑی کی تھی۔!

”آپ کہاں چلیں گے سو پر فیاض.....!“ عمران نے پوچھا پھر یک بیک چوٹ کر بولا ”فیکٹری کے اوقات کیا ہیں۔“ میرا خیال ہے کہ ہم وہاں ساڑھے چھ بجے پہنچے تھے۔!“

”فیکٹری دو شفٹوں میں چلتی ہے۔!“ فیاض نے جواب دیا.....!

”اوہو..... تو کیا یہ فیجر دونوں شفٹوں میں رہتا ہے.....!“

”وہ فیکٹری ہی کے ایک حصے میں رہتا ہے اس کے ساتھ فیملی نہیں ہے۔! اس لئے دونوں ہی شفٹوں کی دیکھ بھال کر سکتا ہے.....! عدیل کا خیال ہے کہ وہ بہت محنتی اور ایمان دار آدمی ہے۔!“ عمران کچھ نہ بولا.....! پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا ”طارق سے میں تہا ملوں گا.....! تم گھر واپس جا سکتے ہو.....!“

”کیوں.....؟“

”میرا خیال ہے کہ میں شکوہ آباد کے کئی ڈاکٹر طارق کے متعلق پہلے ہی کچھ سن چکا ہوں!“ عمران نے کہا! تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا ”شاید وہ زہروں کا ماہر ہے۔!“

”ہاں.....! اور یہاں کی پولیس اُسے اچھی نظروں سے نہیں دیکھتی.....!“ فیاض بولا۔

”کیوں.....؟“

”اس کے بعض مریضوں کی اموات ہی شے کا باعث ہیں! مثلاً یہاں کا ایک بڑا آدمی معمولی نزلے کا شکار ہو کر اس کے پاس گیا تھا۔! نزلہ بڑھتا رہا! وہ علاج بھی کر تا رہا۔! اور میان میں اس نے معالج بھی بدلے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا پھر اسی نزلے نے اس کی جان لے لی۔! ایسے ہی دو ایک کیس اور بھی ہیں۔!“

انہوں نے بھی یہی کہا کہ گھر والوں سے معلوم کرو....!“

”پتہ نہیں....!“ ڈاکٹر نے شانوں کو جنبش دی....!“ میں کیا کہہ سکتا ہوں اور کچھ....!“

”کیا آپ نے فہمی صاحب کو نہیں دیکھا....!“

”اگر مجھ سے استدعا کی جاتی تو ضرور دیکھتا۔ میں خواہ مخواہ لوگوں کے معاملات میں دخل نہیں

دیتا پھر تا.... وقت کہاں سے لاؤں.... اور کچھ....!“

ڈاکٹر طارق نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: ”بڑی مصیبت ہے! ان کی بیگم صاحبہ یہ

بھی نہیں بتا سکیں کہ انہیں کبھی فرحنگ تو نہیں ہوئی تھی۔!“

”یہ ان کی بیگم صاحبہ کا فعل ہے.... اور کچھ....!“

”اور کچھ بھی نہیں ڈاکٹر....!“ عمران نے طویل سانس لی! ”میرا خیال ہے کہ میں کامیاب

نہ ہو سکوں گا.... کیا وقت ہوا ہے....!“

”آٹھ بج کر پچیس منٹ....!“

”اوہ.... تو ابھی پانچ منٹ اور باقی ہیں، اوہ.... ڈاکٹر کیا بتاؤں کتنی خوشی ہوئی ہے آپ سے

مل کر.... میرا خیال ہے کہ میرے علاوہ بھی کچھ اور لوگ اسکا علاج کرینگی کوشش کر رہے ہیں۔“

”میا مطلب!“ ڈاکٹر کی بھنویں سکر گئیں وہ جیکسی نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا!

”میں نے فہمی صاحب کے جسم پر نیلے نشانات دیکھے.... جیسے کسی نے کوڑے سے مرمت

کی ہو.... لیکن ان کے گھر والوں کا کہنا ہے کہ ان کے ساتھ اس قسم کا کوئی بُرا ہوتاؤ نہیں کیا گیا

تھا.... وہ تین دن تک گھر سے غائب رہنے کے بعد ایک سڑک پر بیہوش پڑے پائے گئے تھے!“

”خوب....!“

عمران نے پہلی بار ڈاکٹر کی مونچھوں کی چھاؤں میں مسکراہٹ کی انکھیلیاں دیکھیں اور پھر وہ

یک بیک سنجیدہ ہو کر بولا! ”لیکن کیا آپ کی دانست میں یہی مناسب علاج ہے کیونکہ ابھی آپ

نے فرمایا تھا کہ میرے علاوہ کچھ اور لوگ بھی اس کا علاج کر رہے ہیں۔!“

”یقیناً.... اگر یہ شبہ ہو کہ پاگل پن محض ڈھونگ ہے تو اس کے علاوہ اور کوئی علاج

نہیں....!“ عمران اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا!

”تو آپ کا خیال یہی ہے کہ فہمی کا پاگل پن محض ڈھونگ ہے....!“

میں آٹھ بج کر ساڑھے نو منٹ پر آپ کے دروازے پر ہوں گا۔!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر کے کاؤنٹر پر ایک روپیہ کا نوٹ رکھ دیا کلرک نے اسے اٹھڑ

واپس کرنی چاہی.... لیکن عمران نے کہا وہ اُسے اس کے حساب میں جمع کر لے وہ کل پھر دو کالیر

کرے گا....!“

آٹھ بج کر دس منٹ پر عمران ڈاکٹر طارق کی اسٹڈی میں بیٹھا اس کے ڈیل ڈول کا جائزہ۔

رہا تھا۔ ڈاکٹر طارق ڈاکٹر سے زیادہ ایک فری اسٹائل کشتی لانے والا پہلوان معلوم ہوتا تھا

دراز قد.... بھاری جسم.... مونچھیں گھنی اور چڑھی ہوئی۔ آنکھیں بھی شائد ہمیشہ ہی سر

رہتی تھیں! آواز گرج دار تھی۔ گفتگو کرتے وقت اس طرح ہاتھوں کو جنبش دیتا تھا جیسے

اکھاڑے میں حریف کو ڈانچ دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

”ہام.... کیا آپ صرف میری خیریت دریافت کرنے آئے تھے....!“ ڈاکٹر غریا۔

”اوہو.... ٹھیک دیکھنے میں دراصل سائیکٹر سٹ ہوں! اور مجھے فہمی کے مرض کی وجہ

معلوم کرنی ہے.... اس لئے میں ان کے دوستوں سے مل رہا ہوں۔!“

”مرض کی وجہ آپ مجھ سے معلوم کریں گے....!“ ڈاکٹر غریا۔

”آپ سمجھ نہیں....! مطلب یہ کہ میں ان کے عادات و اطوار اور مزاج کے متعلق معلوم

کرنا چاہتا ہوں۔!“

”یہ آپ ان کے گھر والوں ہی سے معلوم کر سکتے تھے۔!“

”کبھی نہیں ڈاکٹر....!“ عمران سر ہلا کر بولا ”گھر والوں کو چونکہ مریض سے جذباتی لگاؤ ہوتا

ہے اس لئے ان سے صحیح معلومات نہیں حاصل ہو سکتیں جس طرح وہ کسی مرنے والے کی شان

میں قصیدے پڑھتے ہیں اسی طرح پاگل ہو جانے والوں کے بارے میں بھی ان کی رائے ہمیشہ

ناقابل اعتماد ہوتی ہے.... کیوں کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔!“

”فہمی میرے اتنے قریبی دوست نہیں تھے کہ میں آپ کو ان کے متعلق کچھ بتا سکوں....!“

آپ کسی ایسے دوست کو تلاش کیجئے جو زیادہ تر اپنا وقت انہیں کے ساتھ گزارتا رہا ہو۔!“

”نہیں ملتا.... ڈاکٹر.... ایک بھی نہیں ملتا.... اگر کوئی ملتا بھی ہے تو.... یہی کہتا ہے جو

آپ کہہ رہے ہیں.... میں نے سوچا تھا کہ شائد ان کے منیجر مسٹر یادو سے کچھ معلوم ہو سکے!

”میں تو ابھی کوئی خیال قائم نہیں کر سکا....!“ عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا! ”لیکن لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا وہ غالباً یہی نظریہ رکھتے ہیں۔!“

”بیس منٹ پورے ہو گئے....!“ ڈاکٹر طارق اٹھتا ہوا بولا! اس کی نظر کلائی کی گھڑی پر تھی عمران نے بھی اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادیا۔!

”مصافحہ کرنے میں کچھ سیکنڈ زائد لگ جائیں گے۔!“ ڈاکٹر نے کہا اور بائیں جانب دروازے کی طرف مڑ گیا۔!

عمران نے پلکیں جھپکائیں.... تین بار بایاں گال کھجایا اور ایک ٹھنڈی سانس لے کر خود باہر جانے کے لئے دروازے کی طرف مڑ گیا۔ ڈاکٹر یہ دیکھنے کے لئے بھی نہیں مڑا تھا کہ عمر کھڑا ہے یا چلا گیا۔!



دوسری صبح عمران پھر ڈاکٹر کے نمبر ڈائل کر رہا تھا! لیکن ایسا کرنے سے پہلے اس کمرے کا دروازہ بہت احتیاط سے بند کیا تھا۔!

جیسے ہی دوسری طرف سے آواز آئی عمران ماؤتھ پیس میں کھانسنے لگا اور کھانسیوں کے دوران ہی میں بولا ”میں عدیل ہوں ڈاکٹر!“ اور پھر کھانسنے لگا۔!

”ذرا ٹھہریے.... یہ کم بخت کھانسی دم لینے نہیں دیتی....! ہاں بھی.... وہ یاد رہا تھا۔ تجوری کا کیا قصہ ہے۔!“

”کچھ بھی نہیں مسٹر عدیل! یاد کہتا ہے کہ فہمی ہی تجوری دے سکیں گے۔!“

”آپ منگوا لیجئے....! میں اُسے فون کر رہا ہوں....!“

”نہیں.... میں فہمی کے صحت یاب ہونے کا انتظار کروں گا.... اور کچھ....!“

”اچھی بات ہے....!“ عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا اور دروازہ کھول کر باہر نکلا تو وہ دونوں لڑکیاں موجود تھیں جنہوں نے پچھلے دن اس کا مسئلہ اڑانے کی کوشش کی تھی۔!

یہ دونوں فہمی کی خالہ زاد بہنیں تھیں۔! ایک کا نام عشرت تھا اور دوسری کا ثمنینہ....!

”اوہ.... ڈاکٹر صاحب....!“ عشرت آنکھیں نکال کر بولی۔ ”اب شاید آپ کو سارے گ

کا علاج کرنا پڑے گا۔!“

”پرواہ نہیں....! میں سارے شہر کا علاج کروں گا....! کپتان صاحب کہاں ہیں۔!“ عمران احقانہ انداز میں کہا۔

”پتہ نہیں....! ہم نے نہیں دیکھا....! مگر ڈاکٹر صاحب کیا آپ نے بھائی جی کے مرض کا پ معلوم کر لیا۔!“

”بائی جی....!“ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا! ”بائی جی.... مگر میں نے تو کسی صاحب کو پتا تھا....!“

”بائی جی نہیں، بھائی جی.... ہم فہمی صاحب کو بھائی جی کہتے ہیں۔!“

”جی ہاں....! میں نے مرض کا سبب معلوم کر لیا ہے! شاید آپ دونوں میں سے کوئی وجہ نفیات کی طالبہ بھی ہیں۔!“

”جی ہاں.... میں ہوں....!“ ثمنینہ نے کہا۔!

”لاشعور کے متعلق آپ نے پڑھا ہی ہو گا.... پڑھا ہے نا.... بات دراصل یہ ہے کہ فہمی حب کا لاشعور کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا ہے۔!“

”لاشعور اور غلط فہمی....! بات سمجھ میں نہیں آئی۔!“

”نہیں آئے گی....! یہ آپ کو انٹر کے بعد کی کلاسوں میں پڑھایا جائے گا کہ لاشعور کیسے غلط میں مبتلا ہو جاتا ہے۔!“

”بتائیے نا....! میں ابھی سمجھنا چاہتی ہوں....!“ ثمنینہ نے کہا۔!

”جی ہاں....!“ عمران نے ایسے انداز میں ہاتھ آگے بڑھایا جیسے اس کا منہ نوچ لے گا۔!

ثمنینہ اس بُری طرح اچھل کر پیچھے ہٹی کہ اس کا سر دالان کے ستون سے ٹکرا گیا۔! عشرت بھی ملا گئی۔! لیکن عمران بے حس و حرکت کھڑا پھر مسکرا کر بولا! ”کیا آپ مجھے بندر سمجھتی ہیں۔!“

ثمنینہ نے نفی میں سر ہلادیا۔!

”پھر اس طرح کیوں پیچھے نہیں تھیں....!“

”قدرتی بات ہے.... آپ نے اچانک....!“

”یہی لاشعور کی غلط فہمی ہے....! اس طرح اچھل کر پیچھے ہٹنے میں آپ کے ارادے کو ل نہیں تھا! اس لئے یہ لاشعور کی غلط فہمی ہوئی۔!“

”یہ رفلکس ایکشن تھا جناب....!“ ثمنینہ نے اکر کر کہا۔

”تو کیا رفلکس ایکشن کی تحریک میرے دادا کی قبر سے ہوتی ہے۔!“ عمران لڑا کی بوڑھے کی طرح ہاتھ نچا کر بولا! دونوں بے ساختہ ہنس پڑیں۔!

”آپ دونوں بھی بہت جلد پاگل ہو جائیں گی۔ میں آپ کی آنکھوں میں پڑھ رہا ہوں۔!“  
”اچھا فرائیڈ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے....!“ ثمنینہ نے ہنسی میں بریک لگانے کو شش کرتے ہوئے کہا۔!

”میں اُسے فراڈ سمجھتا ہوں....! میں ثابت کر سکتا ہوں کہ لاشعور کوئی چیز ہی نہیں۔ میں اس کے سلسلے میں اپنی ذاتی تیوری رکھتا ہوں! فرائیڈ جسے لاشعور کہتا ہے اُسے میں بطل الٹہ کہتا ہوں....! میں نفسیات پر اتھارتی ہوں....! کیا سمجھتی ہیں آپ۔!“  
”بھلا بطل الشعور کے کیا معنی ہوئے۔!“

”کچھ دیر بعد آپ تربوز کے بھی معنی پوچھیں گی....! لیکن میں کوئی ٹیلر ماسٹر نہیں ہوں تربوز کے معنی بتانے بیٹھ جاؤں گا....!“  
”بھلا تربوز اور ٹیلر ماسٹر کا کیا تعلق....!“

”میں آپ کے مرض کا سبب معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔!“ عمران مسکرایا۔  
”کیا مطلب....!“

”مطلب یہ کہ آپ دونوں مسز فہمی سے جلتی ہیں۔!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔!  
”کیوں بے لگتی باتیں کر رہے ہیں۔!“ عشرت یک بیک جھلا گئی۔!

”آپ اُن سے بُری طرح خار کھاتی ہیں....! کیونکہ وہ ایران سے لائی گئی تھیں آپ خاندان کی نہیں ہیں اور میرا دعویٰ ہے کہ آپ لوگ عنقریب انہیں بھی آلو کا گوشت کھلا کر پیا کر دیں گی۔!“

”اے زبان سنبھالئے....!“

”نہیں سنبھالتا....!“ عمران پاگلوں کے سے انداز میں جھک کر ادھر ادھر پتھر تلاش کر لگا اور وہ دونوں بھاگ کھڑی ہوئیں۔!

تھوڑی دیر بعد فیاض ملا جو عمران کو کھا جانے ہی کے موڈ میں نظر آ رہا تھا۔!

”یار یہ کیا حماقتیں پھیلائی ہیں تم نے....!“ اس نے کہا۔!

”کیوں....! اب کیا ہو گیا۔!“ عمران اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

”عشرت اور ثمنینہ نے شکایت کی ہے کہ تم ان پر پتھر لے کر دوڑے تھے۔!“

”کیوں نہ دوڑتا....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ ”کیا میرے ماں باپ نے مجھے اسی لئے

پیدا کیا تھا کہ دنیا جہان کی لڑکیاں مجھے چھیڑتی پھریں۔ بجلی گرے ان پر....!“

”اے ہوش میں آؤ....!“ فیاض اس کا شانہ جھنجھوڑ کر بولا۔ ”تم نے ان پر الزام لگایا ہے کہ

وہ مسز فہمی کی دشمن ہیں اور اسے بھی آلو کا گوشت کھلا کر پاگل بنا دینا چاہتی ہیں۔!“

”میں نے آلو گوشت کہا تھا۔!“ عمران غصیلے لہجے میں بولا۔ ”وہ جھوٹی ہیں۔!“

”آخر ان حرکتوں سے کیا فائدہ....! تم کیا کرنا چاہتے ہو۔!“

”اپنا مستقبل برباد کرنا چاہتا ہوں....! تم کب دفع ہو رہے ہو یہاں سے۔!“

”دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!“

”سو پر فیاض....! مجھے دو آدمیوں کی ضرورت ہے۔!“

”یہاں کی پولیس تم سے ہر وقت تعاون کرے گی....! کیونکہ تم سینٹرل آفس کے ایجنٹ کی

حیثیت سے کام کر رہے ہو....! میں نے مقامی حکام کو اس کی اطلاع دے دی ہے۔!“

”گڈ....!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”تم کب اپنا منہ کالا کر رہے ہو۔!“

”کیوں تو آخر تم مجھے بھگا دینے پر کیوں نکل گئے ہو۔!“

”مجھے ڈر ہے کہ کہیں فہمی کی بیوی فارسی بھول کر لاطینی نہ بولنے لگے۔!“

”تمہیں شرم آنی چاہئے....! تم کئی بار میری نیت پر شبہ کر چکے ہو۔!“

”خدا عافیت کرے تمہیں اگر میں نے تمہاری نیت پر شبہ کیا ہو! میں تو صرف یہ کہہ رہا تھا کہ

فہمی کی بیوی کو اگر کسی قسم کی غلط فہمی ہو گئی تو لوگ تمہیں فہیم اللہ اور مجھے فہیم الدین کہیں گے۔!“

”یار ختم بھی کر دے کہ اس....! تم بچپلی شام....! ڈاکٹر طارق سے ملے تھے۔!“

”ہاں ملا تھا....! اور ہم دیر تک ٹماڑ کی چٹنی کے فوائد پر غور کرتے رہے تھے۔ مگر سو پر

فیاض یہ نہ معلوم ہو سکا کہ ڈاکٹر اور فہمی کے تعلقات کس قسم کے تھے۔!“

”کیوں....!“



”ظاہر ہے کہ ہم محض کسی جان پہچان والے کا کام اس طرح نہیں لے سکتے یہ نجی قسم کے کام بہت ہی خاص تعلقات کی بناء پر ہوا کرتے ہیں.... مثلاً فہمی کے کارخانے میں تجوریوں کی مرمت نہیں ہوتی.... اس کے باوجود بھی فہمی نے ڈاکٹر کی تجوری لے لی تھی اور وہ خود ہی اس کی مرمت کرتا....!“

”تم کہنا کیا چاہتے ہو....!“

”ڈاکٹر کے رویہ سے نہیں ظاہر ہوتا کہ اُسے فہمی کے پاگل ہو جانے پر ذرہ برابر بھی افسوس ہو۔“  
 ”عمران صاحب یہ اُس کا مخصوص انداز ہے! شاید وہ اپنے باپ سے بھی اسی طرح پیش آتا ہو!“  
 ”دوسری بات....! میں نے ابھی ابھی اُس سے فون پر گفتگو کر کے تجوری کو اٹھوا لینے کا مشورہ دیا تھا۔!“

”تم نے مشورہ دیا تھا....!“ فیاض نے حیرت سے کہا۔

”عدیل بن کر....!“

”پھر کیا ہوا....!“

”اس نے بڑی لاپرواہی سے کہا کہ فہمی کو اچھا ہو جانے دو....! تجوری اٹھوانے کی جلدی نہیں ہے! لیکن یاد رکھنا باتوں سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ تجوری اٹھوا ہی لینے پر تیار بیٹھا ہو۔“  
 فیاض تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”ڈاکٹر طارق طے شدہ قسم کا خطرناک آدمی ہے....! شکوہ آباد کی پولیس کو اس کے خلاف ذرہ برابر بھی ثبوت مل گیا تو وہ پھانسی کے تختے پر نظر آئے گا.... مگر یہ آدمی یاد.... یہ میری سمجھ میں نہیں آسکا....!“

”تمہاری سمجھ میں بیگم فہمی کے علاوہ اور کسی کو آتا بھی نہ چاہئے....! مگر اُس کی انگریزی اچھی نہیں ہے۔ اس لئے فارسی میں ہی گفتگو کیا کرو....! یہ فارسی زبان مجھے ایسی لگتی ہے جیسے کسی کو مار مار کر کچے شلجم چبانے پر مجبور کیا جا رہا ہو....!“

”کام کی بات کرو....! عمران تم نے اب تک کیا کیا۔!“

”اکھاڑے میں لاکاروں کا طارق کو.... میں بھی فری اسٹائل کا ماہر ہوں....! ویسے کل شام کو تم کس وقت گھر پہنچ گئے تھے۔!“

”شاید آٹھ بجے....!“

”مسز فہمی موجود تھی اُس وقت....!“

”یار تم کیوں پیچھے پڑ گئے ہو اُس کے....!“

”اس بات کا جواب بہت ضروری ہے....!“

”میرا خیال ہے کہ وہ گھر پر موجود نہیں تھی....!“

”رہتے ہونا آخر اس کے چکر میں۔!“ عمران بائیں آنکھ مار کر مسکرایا۔

”کام کی بات کرو....! ورنہ میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گا۔!“ فیاض دانت پیس کر بولا۔

”آج اُس پر نظر رکھنا....!“

”میں آج چار بجے واپس چلا جاؤں گا....! تم خود ہی دیکھنا....!“

”اچھی بات ہے سو پر فیاض....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔

”ٹھہرو....! کیا تم نے پچھلی رات اُسے کسی قابل اعتراض جگہ دیکھا تھا۔!“

”میں نے اُسے ڈاکٹر طارق کی کپاؤنڈ میں دیکھا تھا....! لیکن وہ مجھے نہیں دیکھ سکی تھی! میں

واپس آ رہا تھا لیکن پھر مجھے وہاں اس وقت تک رکنا پڑا تھا۔ جب تک کہ وہ واپس نہیں آگئی تھی!

پھر میں اس کا تعاقب کرتا ہوا فہمی کی درکشاپ تک گیا تھا۔!“

”وہ وہاں گئی تھی....!“ فیاض نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

”گئی تھی اور تقریباً پندرہ منٹ تک وہاں ٹھہری تھی پھر یاد اُسے پھانک تک چھوڑنے آیا تھا۔!“

”اوہو....! بھی کس چکر میں پڑ گئے تم....! وقت نہ برباد کرو....! ہو سکتا ہے وہ تجوری والا

قضیہ ختم کرنا چاہتی ہو۔!“

”اُسے کیا سروکار ان قضیوں سے....!“

”ہو سکتا ہے....!“ فیاض کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا....!

”کیوں....!“

”میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا....!“ فیاض نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ ”لیکن

میرا خیال ہے کہ وہ اردو اچھی طرح بول اور سمجھ سکتی ہے۔!“

”ہام لیکن....! ظاہر یہی کرتی ہے کہ وہ صرف انگریزی ہی میں اپنا مافی الضمیر واضح کر سکتی

ہے! اردو بولنے کی کوشش کرتی ہے تو اُسے فارسی اور انگریزی کی بھی ریڑھ مارنی پڑتی ہے....

گذا! یہ اچھی بات ہے کہ تم نے عورتوں کے حسن سے اتنا متاثر ہونا چھوڑ دیا ہے کہ ان کے متعلق کوئی صحیح رائے نہ قائم کر سکو.....!“

”فہمی کے پاگل پن کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو.....!“ فیاض نے پوچھا۔

”فی الحال میں اسے پاگل ہی سمجھنے پر مصر ہوں۔“

”حقیقتاً نہیں سمجھتے.....!“ فیاض اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

”میں ابھی تک اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکا.....!“

”ہش.....!“ فیاض نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور عمران نے کنکھیوں سے دائیں جانب دیکھ کر ٹھنڈی سانس لی۔ قدموں کی آوازیں اس نے بھی سن لی تھیں.... آنے والی مسز فہمی تھی۔ وہ اس وقت بہت شور مچا رہے ہیں ڈاکٹر.....!“ مسز فہمی نے کہا۔

”شور مچانے دیجئے۔“ عمران نے گردن جھٹک کر کہا۔ ”میں تو کہتا ہوں کہ اگر وہ دیوار سے سر ٹکراتا شروع کر دیں تو یہ اور بھی مفید ہو گا۔!“

اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور پھر اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا! ”آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!“

”میں ایک پاگل کا معالج ہوں محترمہ ہوش مندوں کی سمجھ میں میری باتیں نہیں آئیں گی!“

”آپ کا طریق علاج دنیا سے نرالا ہے..... میں اس پر اعتماد نہیں کر سکتی.....!“

”مجھے ڈاکٹر پر اعتماد ہے..... محترمہ.....!“ کیپٹن فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

”بکواس ہے.....!“ وہ حلق پھاڑ کر چیختی.....!“ میں اعتماد نہیں کر سکتی اب اس معاملے کو آگے بڑھاؤں گی.....!“

”مثلاً.....!“

”دیکھ لو گے..... میں اچھی طرح سمجھتی ہوں.....! کچھ لوگ فہمی کی جان لینا چاہتے ہیں۔!“

”میں پھر مثلاً ہی کہوں گا.....!“ فیاض مسکرایا۔

”اب میں ڈپٹی کمشنر ہی سے اس مسئلے پر گفتگو کروں گی.....!“

”اُس غریب کو تو معاف ہی رکھئے محترمہ.....!“ عمران نے کہا۔ ”اگر مجھے اس کا بھی علاج

کرنا پڑا تو اسے پورے ضلع کی بد نصیبی کہیں گے۔!“

”میرے خدا.....!“ وہ اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بولی۔ ”میرا خیال ہے کہ ان چھتوں کے نیچے کسی کا بھی دماغ صحیح نہیں رہ گیا۔“



ڈاکٹر طارق اُسے قہر آلود نظروں سے دیکھ رہا تھا.....! لیکن یاور کے انداز سے ایسی لاپرواہی ظاہر ہو رہی تھی جیسے وہ کسی لکھنے کتے کو زنجیروں سے جکڑ کر مطمئن ہو گیا ہو۔

”یہ میرا کرم ہے کہ تم اس چھت کے نیچے سانس لے رہے ہو۔!“ ڈاکٹر غرایا۔

”کرم نہیں بلکہ ایک کمزوری کہو ڈاکٹر.....!“ یاور مسکرایا۔

”کمزوری.....!“ یہ تمہاری بھول ہے..... اب تم کھل کر سامنے آئے ہو! اب تمہیں معلوم

ہو گا کہ ڈاکٹر طارق.....!“

”میں جانتا ہوں ڈاکٹر.....!“ یاور نے اُسے جملہ نہیں پورا کرنے دیا۔ ”تم بہت چالاک ہو!

پولیس شبہ کرنے کے باوجود بھی آج تک تم پر ہاتھ نہیں ڈال سکی۔!“

”پھر تمہیں اس پہاڑ سے ٹکرانے کی ہمت کیسے ہوئی..... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ لومڑیوں کی سی

مکاری ڈاکٹر طارق کو ذہنی ہيجان میں مبتلا کر سکے گی۔!“

”نہیں تم ذہنی ہيجان میں نہیں مبتلا ہو سکتے! لیکن میں تمہارے لئے ڈائنامیٹ ضرور رکھتا

ہوں ڈاکٹر..... تم غریب دیکھو گے.....!“

”ہاں.....!“ ڈاکٹر کی ہنسی بھیانک تھی اس نے چند لمحے اُسے گھورتے رہنے کے بعد کہا۔

”ڈائنامیٹ..... تم..... تم جیسے نہ جانے کتنے حقیر کیڑے دن رات ڈاکٹر طارق کی موت کی دعائیں

مانگا کرتے ہیں..... تم زیادہ سے زیادہ کسی لومڑی کا رول ادا کر سکتے ہو..... اور بس! وہ لومڑی ہی کا

رول تھا کہ تم کیپٹن فیاض کی موجودگی میں تجوری کا تذکرہ لے بیٹھے تھے.....! مجھے سب کچھ معلوم

ہے.....! تمہارے کسی ماتحت نے تمہیں فیکٹری ہی کے کسی حصے سے رنگ کر کے کوئی اطلاع دی

تھی اور پھر سلسلہ منقطع کر دیا تھا.....! لیکن تم نے میرا نام لے کر تجوری کی بکواس شروع کر دی!

فیاض پر ظاہر کر دیا کہ دوسری طرف سے بول رہا ہوں اور تم مجھ سے الجھ رہے ہو۔!“

”تم نے کوشش کی تھی کہ کیپٹن فیاض کی توجہ میری طرف بھی مبذول ہو جائے۔ کیونکہ

پولیس پہلے ہی سے میرے متعلق اچھے خیالات نہیں رکھتی!..... میں زہروں کا ماہر ہوں! لہذا فہمی

میں ڈاکٹر کی طرف دیکھنے لگا۔

یاد دروازہ کھول کر باہر جا چکا تھا۔ دفعتاً جوزف دیوار سے سر نکرا کر دھاڑا۔ ”اب میں کیا کروں... میرا خون جوش کھا رہا ہے۔ کیسے ٹھنڈا ہو گا... باس... باس... اب تم ہی سنبھل جاؤ۔“

”آؤ...!“ ڈاکٹر نے کوٹ اتار کر ایک طرف ڈالتے ہوئے کہا۔!

سیاہ فام جوزف اس وقت بالکل گوریلا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے مکان کر ڈاکٹر پر چھلانگ لگائی۔ لیکن ڈاکٹر نے اس کا یہ حملہ بیکار کر دیا اور جب اس کا ہاتھ جوزف کی ٹھوڑی پر پڑا تو جوزف لڑکھڑاتا ہوا کئی قدم پیچھے چلا گیا۔ پھر ڈاکٹر نے اسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا۔ اس کے ہاتھ کھا کھا کر جوزف بری طرح چیخ رہا تھا۔!

”ٹھنڈا... باس... ٹھنڈا ہو گیا...!“ وہ ہانپتا ہوا کہنے لگا ”ٹھنڈا بس باس... بس باس...!“ ڈاکٹر کا آخری ہاتھ ایسا ہی تھا کہ جوزف منہ کے بل زمین پر چلا آیا۔!

ڈاکٹر گنتی گنتے لگا! جب وہ دس تک گن جانے کے باوجود بھی نہ اٹھا تو ڈاکٹر اس کے بائیں پہلو پر ہلکی سی ٹھوکر رسید کر کے بولا۔! ”ناکڈ آؤٹ...!“

”ٹھن... ٹھن... ٹھن... ٹھنڈا... ہو... گیا... باس...!“ وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں کہتا اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا۔!



عمران نے محسوس کیا کہ عدیل کی کوٹھی کی نگرانی کی جاتی ہے۔! دو آدمی قریب قریب ہر وقت کہیں نہ کہیں آس پاس ضرور موجود ہوتے تھے۔ لیکن وہ محکمہ سراغ رسانی کے ان آدمیوں میں سے نہیں ہو سکتے تھے جن کے لئے عمران نے فیاض سے کہا تھا۔ ظاہر ہے کہ وہ اسی وقت ادھر کا رخ کرتے جب انہیں عمران کی طرف سے اس قسم کی کوئی ہدایت ملتی۔!

کیپٹن فیاض دار الحکومت واپس جا چکا تھا۔! عمران کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ ان دونوں آدمیوں کے متعلق معلومات حاصل کر لے جو کم از کم چار چار گھنٹے بعد بدلتے رہتے تھے اور کوئی وقت ایسا نہیں گزر رہا تھا جب دو آدمی کوٹھی کی نگرانی کے لئے باہر موجود نہ ہوں! اس نے فون پر مقامی سی آئی ڈی آفس کے انچارج سے رابطہ قائم کیا!

”ایجنٹ فرام سینٹرل...!“ عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔! ”کیپٹن فیاض کے حوالے سے۔!“

کو پاگل بنا دینا میرے بائیں ہاتھ کا کام ہو گا!“

”کیا یہ غلط ہے ڈاکٹر...!“ یاور کے لہجے میں نشتر کی سی چھین تھی!

”ہپ! کو شش کرو صحیح ثابت کرنے کی!“ ڈاکٹر نے میز کی طرف اشارہ کر کے کہا۔! ”وہ فون ہے اگر پولیس اسٹیشن کے نمبر یاد نہ ہوں تو میں بتاؤں!“

”سنو ڈاکٹر...! میرا نام بھی یاد ہے...! میں اتنا گدھا نہیں ہوں کہ تمہارے متعلق واضح ثبوت بہم پہنچائے بغیر کوئی کارروائی کر بیٹھوں...!“

”ابھی کچھ اور بھی کہنا ہے...!“

”خواہ خواہ بات بڑھ گئی ڈاکٹر...!“ یاور اچانک مسکرایا۔ ”میں تو اس لئے آیا تھا کہ تم سے مسٹر فہمی کے متعلق گفتگو کروں...! ویسے میں اس کی داد دیئے بغیر نہ رہ سکوں گا کہ تمہارے آدمی ہماری فیکٹری میں بھی موجود ہیں...! اور نہ ٹیلی فون والی بات تم تک کیسے پہنچتی...!“

طارق ٹھلٹا ہوا دیوار کے قریب آیا۔ وہ اس دوران میں ٹھلٹا ہی رہا تھا۔! یاور ایک صوفے میں دھنسا ہوا تھا۔!

ڈاکٹر جہاں رکا تھا دیوار پر ایک بڑے سوئچ بورڈ پر نصف درجن گھنٹیوں کے پیش نظر آ رہے تھے! اُس نے ایک کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔!

دوسرے ہی لمحے میں بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور ایک کیم شیم اور سیاہ فام آدمی کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کے جسم پر صرف ایک لنگوٹی سی تھی اور جسم کی بناوٹ کہہ رہی تھی کہ ڈاکٹر ہی کی طرح وہ بھی کوئی پیشہ ور مکا باز ہے!

”جوزف...!“ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔! ”صاحب کو اٹھا کر باہر رکھ دو۔!“

یاور اچھل کر کھڑا ہو گیا! اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”میں جارہا ہوں...! لیکن اسے یاد رکھنا کہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہو گا۔!“

”تم نہیں جاسکتے...!“ سیاہ فام جوزف مکا ہلا کر دھاڑا... ”باس کا حکم ہے کہ میں تمہیں اٹھا کر باہر رکھ دوں...!“ وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر اس کی طرف بڑھا۔

”پیچھے ہٹو۔!“ یاور کی جیب سے ریوالتور نکل آیا۔!

ڈاکٹر مسکرا رہا تھا۔! البتہ جوزف احتیاطاً انداز میں منہ پھاڑ کر پیچھے ہٹ آیا۔ اور پھر اسی انداز

”کوٹھی کے باہر دو آدمی موجود ہیں..... ہر وقت دو ہی موجود رہتے ہیں.....! ویسے صورتیں بدلتی رہتی ہیں! میں ان کے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں.....!“

”اگر صورتیں بدلتی رہتی ہیں تو.....!“

”آپ سمجھ نہیں.....! ہاں میں یہ جانتا ہوں کہ مختلف اوقات میں مختلف لوگ کوٹھی کی نگرانی کرتے ہیں۔ مجھے خصوصیت سے کسی ایک آدمی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کرنا، دیکھنا یہ ہے کہ وہ کہاں سے آتے ہیں.....! اس کے لئے کم از کم تین مختلف ڈیوٹیوں کے آدمیوں کو چیک کرنا پڑے گا!“

”جی ہاں.....! میں سمجھ گیا.....! بہتر ہے آپ کو اطلاع دی جائے گی.....! لیکن چونکہ تین مختلف ڈیوٹیوں کے آدمیوں کو چیک کرنا ہے اس لئے وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”میں خود ہی رنگ کر کے پوچھتا رہوں گا!“ عمران نے کہا۔ ”آپ نہ رنگ کیجئے گا!“

”بہت بہتر.....!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

مسز فہمی پچھلی جھڑپ کے بعد سے اب تک اس کے قریب نہیں آئی تھی.....! اور وہ دونوں لڑکیاں عشرت اور ثمنینہ تو اسے دور ہی سے دیکھ کر کتر جلیا کرتی تھیں.....!

عمران پاگل کے کمرے کے قریب پہنچ کر رک گیا.....! دونوں کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اور اندر سے گنگنائے کی آواز آرہی تھی.....! عمران نے کھڑکی کی سلاخیں تھام کر سلام داغنے کے بعد کہا! ”مجھے توقع ہے کہ آپ بعافیت ہوں گے۔!“

فہمی خاموش تھا.....! تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت لیٹا رہا پھر آہستہ سے اٹھا اور کھڑکی کے قریب آکر کھڑا ہو گیا۔

”میں پاگل نہیں ہوں.....!“ اس نے مسمی صورت بنا کر کہا۔

”پاگل تو میں ہوں.....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”تم کون ہو.....! میں نے تمہیں پہلے کبھی یہاں نہیں دیکھا.....!“ فہمی نے کہا۔

عمران مسکرایا اور بڑے مکارانہ انداز میں اپنی پائیں آنکھ دبا کر آہستہ سے بولا! ”میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا! اور پھر تمہاری مرمت ہوگی۔!“

”سچ مچ.....!“ فہمی ہنس پڑا اور پھر سنجیدگی سے بولا! ”ہاں مرمت ضروری ہے! میرے سارے بریک خراب ہو گئے ہیں.....! پسٹن خراب ہیں، جلد کاربن اکٹھی ہو جاتی ہے اُن میں۔!“

”اب کے بڑا مضبوط چابک لایا گیا ہے.....!“ عمران آہستہ سے بولا اور پھر اس انداز میں ادھر ادھر دیکھنے لگا جیسے ان کی گفتگو سن لیے جانے کا خدشہ ہو۔

”میری ممتاز محل کہاں ہے.....!“ فہمی نے بڑے دردناک آواز میں پوچھا۔

”آج کل تاج محل جوانے کے ٹھیکے لیتی پھر رہی ہے۔! اسے بھول جاؤ۔ وہ بھی اب عشق سے زیادہ بزنس کرتی ہے۔!“

”تم جھوٹے ہو.....!“ فہمی سلاخوں پر مکا مارتا ہوا دھاڑا.....!

”تم جھوٹے کے پیش کار ہو.....! نائب تحصیل دار ہو.....! سربراہ کار ہو.....! وغیرہ وغیرہ!“

عمران بھی سلاخوں پر مکہ مار کر چیخا۔ پھر چیخ دھاڑ بڑھنے لگی اور جس وقت گھر کے دوسرے افراد وہاں پہنچے ہیں تو عمران پر بھی اچھی طرح پاگل پن کا دورہ پڑ چکا تھا۔

وہ اچھل اچھل کر کتوں کی طرح بھوک رہا تھا اور دوسری طرف سے فہمی نے بھی کتوں ہی کی طرح غرائش شروع کر دیا تھا۔

”اے جناب.....! اے.....! جناب.....!“ عدیل نے عمران کا بازو پکڑتے ہوئے کہا! عمران اس کے ساتھ کھینچتا چلا گیا.....! ویسے اب وہ مسز فہمی کی چنگھاڑیں بھی سن رہا تھا۔ شاید وہ بھی اس کے پیچھے ہی آرہی تھی۔

”کیا ہو رہا ہے.....! یہ کیا دیوانگی ہے.....! میں سب سمجھتی ہوں.....! تم سب مل کر اسے مار ڈالنا چاہتے ہو.....! مجھے بھی پاگل بنا دو گے۔ یہ کوئی طریقہ علاج ہے۔!“

عدیل عمران کو ایک کمرے میں لایا.....! عمران اب خاموش تھا اور اس کے چہرے پر پھر وہی حماقت طاری ہو گئی تھی۔

”آپ یہ کیا کرتے پھر رہے ہیں جناب.....!“ عدیل نے غصیلے لہجہ میں کہا۔ ”کل آپ نے لڑکیوں پر پتھر اٹھایا تھا۔!“

دے گئے تھے....! دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور ڈاکٹر نے ریسیور اٹھالیا۔

”ہیلو....! لیس....! آجاؤ....!“ ڈاکٹر نے آہستہ سے کہا اور ریسیور پھر کریڈل پر ڈال دیا....! تھوڑی دیر بعد مشرق کی جانب والی دیوار میں ایک دروازہ نما خلا پیدا ہو گئی۔ اس تبدیلی کے سلسلے میں ہلکی سی بھی آواز نہیں ہوئی تھی۔!

اسی خلا میں سے تین آدمی اندر آئے اور چپ چاپ ایک طرف کھڑے ہو گئے ان کا لباس تیل سے چمکتا تھا اور ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے وہ برسوں سے نہائے تک نہ ہوں گے۔!

ڈاکٹر نے ان کی طرف تکیسی نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔! ”کیا بات ہے....!“ ایک آدمی دو قدم آگے بڑھ آیا.... پہلے اس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری۔ ایک بار مڑ کر اپنے دونوں ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر ڈاکٹر کی طرف دیکھے بغیر بولا ”ہم آسمان دیکھنا چاہتے ہیں، ڈاکٹر!“

”ہام.... اور تم دونوں....!“ ڈاکٹر کی آنکھیں کچھ اور زیادہ سرخ نظر آنے لگیں....! وہ دونوں صرف ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گئے مگر اس آدمی نے کہا۔!

”ہم تینوں....!“

”تمہارے نمبر....!“

”بائیس.... تیرہ.... گیارہ....!“

”بائیس....!“ ڈاکٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا ”دو سال سے پہلے نہیں.... تیرہ.... ایک سال سات ماہ.... گیارہ.... ایک سال سات ماہ....! میں پانچ سال سے کم کا معاہدہ نہیں کرتا۔!“

”خدا بہتر جانتا ہے کہ پانچ سال کے بعد نکلنے والے بھی کہاں پہنچتے ہوں گے....!“

”نمبر بائیس....!“ ڈاکٹر کا لہجہ خوں خوار تھا۔!

”لیس ڈاکٹر....!“

”معاہدہ.... معاہدہ ہے.... کیا میں تمہیں بلانے گیا تھا! تم ہی آئے تھے، گڑ گڑاتے ہوئے۔!“

”میں نہیں جانتا تھا کہ مجھے صندوق میں پانچ سال گزارنے پڑیں گے۔!“

”تمہیں کیا تکلیف ہے۔!“

”میں کھلی ہوا میں سانس لینا چاہتا ہوں۔!“

”لیکن کھلی ہوا میں پہنچ کر تم سانس نہیں لے سکو گے....! تمہارے کئی ساتھی تم سے زیادہ

”طریقہ علاج....!“ عمران نے اکڑ کر انگریزی میں جواب دیا....! اور پھر دفعتاً اس نے مسز جنہی کی آواز سنی۔

”یا تو یہ آدمی بھی پاگل ہے یا پھر یہ سازش....!“

”سازش کا نام مت لو....!“ عدیل اس پر الٹ پڑا.... ”کیا تم مجھے فقیر سمجھتی ہو کہ میں تمہارے دولت مند شوہر کے خلاف سازش کروں گا۔!“

”پھر مجھے سمجھایا جائے کہ یہ کیسا طریقہ علاج ہے....!“

”اسے سمجھنے کے لئے بہت بڑا دماغ چاہئے....!“ عمران نے دونوں ہاتھ پھیلاتے ہوئے

کہا۔! ”بہت بڑا دماغ.... مثلاً ہاتھی کا دماغ....!“

”ختم کیجئے.... میں نہیں سمجھتا تھا کہ کیپٹن فیاض مجھ سے اس نازک موقع پر بھی مذاق کریں گے۔!“ عدیل ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میں نے کیپٹن فیاض کی خوشامد تو نہیں کی تھی وہ میرے لئے کوئی مریض پیدا کریں۔!“

عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔! ”پوچھئے ان محترمہ سے کہ میں اپنے فلیٹ میں بیضا ستار بجا رہا تھا اور ان لوگوں نے مجھے سانس لینے کا بھی موقع نہیں دیا تھا۔!“

”لیکن میں اب آپ سے معافی چاہتا ہوں.... جناب....! براؤ کرم آپ....!“

”میں خود ہی چلا جاؤں گا....!“ عمران مکالمہ کر دہاڑا.... ”میری بڑی توہین ہو رہی ہے۔

میں مرض اور مریض دونوں پر لعنت بھیجتا ہوں.... ہاں....! میرا سامان....!“

اور پھر عمران سچ وچ وہاں سے رخصت ہو گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں مختصر سا ہولڈل تھا اور دوسرے میں سوٹ کیس....! پھانک سے باہر نکل کر اس نے سوٹ کیس اور ہولڈل زمین پر رکھ دیئے اور عمارت کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر چیختے لگا۔!

”میں ہر جانے کا دعویٰ کروں گا تمہارے خلاف.... تم نے مفت میں میرا وقت برباد کر لیا۔!

تم سب جھوٹے اور دغا باز ہو۔!“



ڈاکٹر طارق نے کمرے کی آخری کھڑکی بھی بند کر دی اور اس طرح ٹہیلے لگا جیسے وہ کسی کا منتظر ہو مگر ساری کھڑکیاں اور دروازے تو بند تھے....! یہی نہیں بلکہ ان پر پردے تک کھینچ

عقل مند ہیں جنہوں نے ساری زندگی اسی صندوق میں بسر کر دینے کا ارادہ کیا ہے....! وہ جانتے ہیں کہ ڈاکٹر کی کہانی صندوق سے باہر نہیں جاسکتی....! تم لوگ دراصل احسان فراموش ہو۔ تم تینوں....! تمہارے لواحقین عیش کر رہے ہیں۔!

”لیکن ہم مردوں سے بدتر ہیں۔!“ نمبر بائیس نے کہا۔!

”قربانی دیئے بغیر تم اپنے لواحقین کو خوش نہیں رکھ سکتے۔! ڈاکٹر بولا۔“ تمہیں خوشی ہونی چاہئے کہ وہ محض تمہاری بدولت ہم چشموں میں سر بلند ہیں۔!“

”ہم باہر جائیں گے....!“ نمبر بائیس ہمدردی انداز میں چیخا....!

”اچھی بات ہے جاؤ....!“ ڈاکٹر ٹہلتا ہوا سوچ بورڈ کی طرف آیا اور ایک پیش بین پر انگلی رکھ دی....! بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور سیاہ فام دیویدیکل جوزف کمرے میں داخل ہوا۔

”لیس باس....!“ وہ اپنے ہاتھ پھیلا کر تھوڑا سا جھکا۔!

”مشین نمبر بائیس کو چلاتا ہے....!“ ڈاکٹر نے نمبر بائیس کی طرف اشارہ کیا! جوزف کے دانت نکل پڑے، بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے غیر متوقع طور پر کوئی خوش خبری ملی ہو....! دوسرے ہی لمحے میں وہ نمبر بائیس پر جھپٹ پڑا....! بقیہ دونوں آدمی کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے! نمبر بائیس کی چیخیں ٹھک ٹھک کی آوازوں کے ساتھ کمرے میں گونجنے لگیں....! جوزف بندروں کی سی پھرتی کے ساتھ اس پر گھونے برسا رہا تھا۔ اگر وہ گر جاتا تو خود ہی جھک کر اسے اٹھاتا اور ایک گھونہ رسید کر دیتا۔!

ذرا ہی سی دیر میں نمبر بائیس بے حس و حرکت فرش پر پڑا ہوا نظر آیا اس کی ناک اور منہ سے خون بہہ رہا تھا۔!

جوزف گھٹنوں پر ہاتھ ٹیک کر جھکا اور گنتی گنتے لگا....!“ون، ٹو، تھری، فور، فائیو، سکس،

سیون، ایٹ، ناٹین، ٹین....!“ اور پھر ایک ٹھوکر رسید کر کے بولا ”ناکڈ آؤٹ....!“

”دوسری مشین باس....!“ اس نے سیدھے کھڑے ہو کر پوچھا۔!

”نہیں.... نہیں....!“ دونوں بیک وقت چیخے۔

”جاؤ....!“ ڈاکٹر خلا کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

وہ دونوں الٹے پاؤں کھکنے لگے۔

”اسے بھی لے جاؤ....!“ اس نے بے ہوش آدمی کی طرف اشارہ کیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ پھر اس کمرے میں تہا تھا۔ اب کھڑکیاں اور دروازے بھی کھل گئے تھے۔! اس نے سوچ بورڈ پر پھر کسی کھنٹی کا مٹن دبایا اور تھوڑی دیر بعد ایک لڑکی کمرے میں داخل

ان جوئرس کے لباس میں تھی اور خاصی دل کش لگ رہی تھی جسم متناسب اور صحت مند تھا۔!

”کیا خبر ہے....!“ ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

”احق ڈاکٹر.... عدیل کی کوشی سے نکال دیا گیا.... اب وہ ہوٹل روٹیک میں ٹھہرا ہوا

.... شاید وہ عدیل کے خلاف ہر جانے کا دعویٰ دائر کر دے گا۔!“

ڈاکٹر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا۔ پھر بولا۔!“ بیٹھ

.... اسے مرکزی محکمہ سراغ رسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض اپنے ساتھ لایا تھا۔! اس لئے

ہیں معلوم کرنا ہے کہ وہ حقیقتاً کون ہے.... وہ مجھ سے بھی مل چکا ہے۔ لیکن میں اسے کسی قسم

بھی معالج سمجھنے پر تیار نہیں ہوں۔!“

”صورت ہی سے گاؤدی معلوم ہوتا ہے....!“ لڑکی بولی۔

”تم اس کے برابر روٹیک میں کمرہ حاصل کرنے کی کوشش کرو....! تمہیں بذات خود اس

نظر رکھنی ہے۔!“

”میں جانتی تھی کہ آپ اس کے برابر ہی کمرے کی ضرورت محسوس کریں گے....! لہذا

ا نے پہلے ہی مخصوص کر لیا ہے۔!“

”بس جاؤ....!“ ڈاکٹر نے خشک لہجے میں کہا۔

نہ جانے کیوں لڑکی کا چہرہ بگڑ گیا....! شاید اُسے توقع تھی کہ ڈاکٹر اس کی اس دور اندیشی کو

راہے گا۔!



عمران نے ہوٹل روٹیک پہنچ کر وہاں سامان تو رکھ دیا تھا لیکن پھر رات گئے تک اس کی واپسی

نہیں ہو سکی تھی۔!

اس نے مقامی سی آئی ڈی آفس کے انچارج کو پھر فون کیا....! لیکن اس سے تسلی بخش

پورٹ نہیں مل سکی....! آخر کار اُسے فیصلہ کرنا ہی پڑا کہ وہ اپنے آدمیوں کو وہاں طلب

لی رات میرے کمرے میں گھسا تھا.... سارا سامان الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ ارے تو کیا میں غلط رہا ہوں.... آؤ آؤ.... دیکھو گے کیا....؟ ضرور آؤ....!“

عمران ریسپور رکھ کر ہوٹل کے کسی ذمہ دار آدمی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد منٹ منبر کمرے میں آیا۔ سامان بدستور بکھرا ہوا تھا۔

”نقدی بھی گئی ہے.... جناب....!“ اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”اب میں اتنا گدھا بھی نہیں ہوں کہ نقدی ادھر ادھر رکھتا پھروں....!“ عمران نے کہا اور ہنگ پاجامہ کے نیچے سے سوسو کے کئی نوٹوں کا رول نکال کر اُسے دکھاتا ہوا بولا۔ ”جان سے وہ عزیز چیزیں میں ہمیشہ نیچے ہی میں رکھتا ہوں۔!“

”پھر کیا چیز چوری ہو گئی ہے۔!“

”میرا خیال ہے کہ کچھ بھی نہیں۔!“ عمران نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ پھر یک بیک چوٹک کر اب ”ارے ہاں رات میں مسہری پر سویا تھا اور صبح آنکھ کھلی تو فرش پر تھا۔“

اسٹنٹ منبر معنی انداز میں سر ہلا کر مسکرایا اور تھوڑے وقف کے ساتھ بولا۔ ”جناب لی رات آپ بہت زیادہ پی گئے تھے.... میں نے دیکھا تھا....! نشے کی حالت میں آپ نے ری چیزیں نکال کر بیکسیر دی تھیں اور خود فرش پر پڑ رہے تھے۔!“

عمران کسی سوچ میں پڑ گیا پھر تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ ”ہاں.... یہ میری بہت بُری بات ہے کہ پیتا ہوں تو پیتا ہی چلا جاتا ہوں۔!“

”لہذا آپ کو خواہ مخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے.... کیا اب میں جاسکتا ہوں۔!“

”ضرور جاییں....!“ عمران کے لہجہ میں غصے کی جھلک پائی جاتی تھی۔

کچھ دیر بعد عمران خود بھی باہر نکلا اور کمرے کو مقفل کر کے زیوں کی طرف مڑا ہی تھا کہ اسے ٹکرا گیا۔

”اندھے ہو کیا دیکھ کر نہیں چلتے....!“ اس کے کانوں میں سیٹیاں بجیں اور اس نے سر اٹھا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

لڑکی بڑی طرح دار تھی لیکن اس وقت تو گرج دار بھی ثابت ہوئی تھی۔ عمران نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے اور پھر بند کر لئے۔

کرے....! بلیک زیرو.... چوہان اور سارجنٹ نعمانی اس کام کے لئے منتخب کئے گئے....! اس بلیک زیرو کو بذریعہ تار ہدایات بھیج دیں....! بلیک زیرو کو محض اس لئے طلب کیا تھا کہ وہ آباد میں ایکس ٹو کارول ادا کرے....! عمران بقیہ دو ماتحتوں پر بھی یہی ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ بھی ان ہی کی طرح ایکس ٹو کی طرف سے یہاں طلب کیا گیا ہے۔! چونکہ ان دونوں پھر جو لیانا فائو واٹر کو عمران میں ایکس ٹو کی جھلکیاں نظر آنے لگی تھیں اس لئے وہ بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ تقریباً گیارہ بجے وہ ہوٹل روٹیک واپس آیا....! اور کمرہ بند کر کے سونے کی تیاری کر ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

”خواب آنے لگے۔!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”جاؤ بھی ابھی میں سویا نہیں ہوں۔!“

”ارے....! فوفہ....!“ باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔ ”شاید یہ اپنا کمرہ نہیں ہے۔ پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور سناٹا چھا گیا....! عمران اس طرح اپنا دہانکاں بھاڑ رہا تھا؟ اس پر چوٹیاں ریگ رہی ہوں۔!

ہو سکتا ہے کہ دوسری صبح کمرے سے باہر بے حد خوش گوار رہی ہو۔ لیکن کمرے تو....! عمران بستر کی بجائے فرش پر چپٹ پڑا ہوا تھا اور اس کے سوٹ کیس کی ساری چیزیں اس کے گرد بکھری ہوئی تھیں....! وہ ابھی ابھی جاگا تھا اور اس کی آنکھیں تیزی سے گردش کرنے لگی تھیں اس نے ہاتھ اٹھا کر اپنی نبض دیکھی اور خوش ہو کر بڑبڑایا۔ ”نہیں نہیں....! زندہ ہوں....!“ پھر اٹھ بیٹھا.... سوٹ کیس خالی پڑا تھا۔

اس نے غور کیا تو کوئی چیز بھی غائب نہیں معلوم ہوئی تھی....! لہذا اب اس کے علاوہ کیا سوچا جاسکتا تھا کہ یہ ابتری کسی چیز کی تلاش میں پھیلانی گئی تھی! لیکن کیا کوئی ایسی چیز ہاتھ لگ سکی ہوگی! عمران کے پاس کوئی چیز تھی ہی نہیں....! جس سے اس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکتی۔ اس نے ایک طویل انگڑائی لی اور فرش سے اٹھ گیا....! طبیعت بڑی مضحکہ خیز تھی جس کی وہ بھی عمران سے پوشیدہ نہیں تھی....! شاید اُسے کلوروفام یا ایسی ہی کسی دوسری چیز کے ذریعہ بیہوش کر دیا گیا تھا ورنہ مسہری سے فرش تک سفر کرتے وقت اس کی نیند ضرور ختم ہو گئی ہوتی۔

اچانک وہ فون کی طرف متوجہ ہوا اور ریسپور اٹھا کر کمرہ کاؤتھ پیس میں دھاڑنے لگا۔

”ہلو....! ہلو....! کیوں نہ چیخوں....! تمہارا یہ ہوٹل چوروں اور لنگٹوں کا کھانا ہے۔ کو



”دیکھ کر چلا کرو....!“ لڑکی نے ناخوش گوار لہجے میں کہا!

عمران نے بڑے سعادت مند انداز میں سر کی جنبش سے اسے یقین دلایا کہ آئندہ ایڑ ہوگا۔ لڑکی آگے بڑھ گئی عمران نے مڑ کر دیکھا وہ اس کے برابر ہی والے کمرے کا قفل کھول تھی۔ عمران زینوں کی طرف چل پڑا۔

ناشتہ اسے ڈائننگ ہال ہی میں کرنا تھا....! ناشتہ کر کے وہ وہیں بیٹھا رہ گیا۔ اسے توقع تھی اس کے ماتحت رات ہی کے کسی حصے میں شکوہ آباد پہنچ گئے ہوں گے....!

خیال غلط نہیں نکلا.... تھوڑی ہی دیر بعد بلیک زیرو ڈائننگ ہال میں نظر آیا۔ وہ عمران سے ہی رہا ایک گوشے میں ایک میز سنبھالی اور پندرہ منٹ میں ناشتہ ختم ہو گیا اور بل ادا کر کے وہ اٹھ کچھ دیر بعد عمران ہوٹل کے باہر سڑک پر اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ لیکن بلیک زیرو ایک بار بھی مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا!

پھر بلیک زیرو ایک ایسی دوکان میں داخل ہوا جس کے کاؤنٹر پر بہت ابھیر تھی۔ عمران وہاں پہنچا اور اس کے قریب ہی کھڑے ہو کر سیلز مین سے چیونگم کا پیکٹ طلب کیا....! بلیک نے بھی کچھ خرید اٹھا اور دوکان سے نیچے آگیا تھا۔ اس بار عمران نے مڑ کر یہ بھی نہیں دیا اب وہ کدھر جا رہا ہے!

تھوڑی دیر بعد پھر ہوٹل روٹیک میں داخل ہوا.... دس پندرہ منٹ کاؤنٹر کلرک سے لڑاتا رہا اور پھر اپنے کمرے میں چلا آیا!

بلیک زیرو کی رپورٹ اس کے کوٹ کی دائیں جیب میں موجود تھی، جو جزل مرچز دوکان پر چیونگم خریدتے وقت بلیک زیرو نے اس کی جیب میں ڈال دی تھی۔!

رپورٹ سے اسے ان تینوں کی جائے قیام کے متعلق معلوم ہو گیا اور فی الحال عمران سے زیادہ نہیں جانتا تھا۔ بلیک زیرو نے اپنے کسی دوست کے گھر قیام کیا تھا جہاں فون بجز چوہان اور نعمانی ان ہوٹلوں میں ٹھہرے تھے جہاں کیلئے انہیں بلیک زیرو کی طرف سے ہدایت ملی عمران آرام کرسی میں نیم دراز چیونگم کچل رہا تھا....! اس کے ذہن میں بیک وقت خیالات ایک دوسرے سے سرنگرا رہے تھے۔! اور ہر خیال کی پشت پر ایک شخصیت تھی۔

فہمی اس کی بیوی....! فیکٹری کا منیجر یا دروازہ ڈاکٹر طارق....!

فہمی یا اس کی بیوی کے متعلق تو اس نے بعد میں سوچا تھا....! مشتہر لوگوں میں سب سے پہلے یاد رکھنی شخصیت سامنے آئی تھی اور اسے اسی وقت اس پر شبہ ہوا تھا جب اس نے فیکٹری میں طارق کی کال ریسیو کر کے کسی تجوری کا قفسہ چھیڑا تھا.... شہبے کی وجہ وہ کال ہی بنی تھی کیونکہ عمران نے اس کو اس سے پہلے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز صاف سنی تھی۔ وہ بھی اسی میز پر تھا ور ٹیلی فون کے قریب ہی بیٹھا ہوا تھا....! سلسلہ منقطع ہو جانے کے بعد ہی یاد رکھنے تجوری کے متعلق گفتگو کی تھی....! اس کا انداز بھی نیچرل نہیں تھا....! ایسا ہرگز نہیں معلوم ہو رہا تھا کہ وہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے دوسری طرف سے کہی جانے والی کسی بات کا جواب ہوگا!

بہر حال تجوری کا قفسہ کیوں چھیڑا گیا تھا اگر حقیقتاً وہاں کوئی ایسی متنازعہ تجوری موجود تھی! تو ڈاکٹر نے اسے فہمی کی صحت یابی سے پہلے واپس لینے سے انکار کیوں کر دیا تھا....! وہ لوگ کون تھے جنہوں نے فہمی کے جسم پر نیل ڈالے تھے....! اور اس کا مقصد کیا تھا....!

دفعتاً دروازے پر کسی نے دستک دی اور عمران اس طرح چونک پڑا کہ اس کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نکل گئی.... اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا....! وہی لڑکی باہر موجود تھی جس نے کچھ دیر پہلے اُسے دیکھ کر چلنے کی تلقین کی تھی۔!

”نف.... نف.... فرمائیے!“ عمران آنکھیں پھاڑ کر ہکھلایا۔!

”میں معافی چاہتی ہوں....! کچھ دیر پہلے مجھے غصہ آگیا تھا.... بعد میں بڑا افسوس ہوا کہ میں نے آپ سے بُرے لہجے میں کیوں گفتگو کی تھی۔“

”ارے نہیں.... واہ! آپ کا لہجہ تو بڑا شاندار تھا.... یعنی کہ ونڈر فل.... یعنی کہ مجھے بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے می مجھے جھاڑ رہی ہوں....!“ عمران نے خوش ہو کر کہا۔! ”آئیے.... آئیے.... تشریف لائیے....!“

”ارے نہیں....! آپ کا وقت برباد ہوگا۔!“

”میں نہیں سمجھ سکتا کہ وقت برباد ہوتا ہے....!“

لڑکی حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی....! عمران کے چہرے پر نظر آنے والی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

”آج کل میرے ستارے ہی خراب ہیں۔!“ عمران نے کہا۔! ”اس شہر میں میری عزت دو

کوڑی کی ہو گئی ہے، لیکن میں یہاں کچھ دن ٹھہرنا چاہتا ہوں....! تشریف رکھئے....!۔“

وہ ایک کرسی پر بیٹھتی ہوئی بولی۔ ”مجھے بے حد افسوس ہے اپنے رویے پر میں بھی اس شہر میں اجنبی ہوں... مجبوراً مجھے اس ہوٹل میں قیام کرنا پڑا ہے۔ ورنہ میں تو اپنے ایک بیمار دوست کو دیکھنے کے لئے داراب نگر سے یہاں آئی تھی اور مجھے اس دوست کے گھر ہی قیام کرنا چاہئے تھا۔!“

”پھر آپ ہوٹل میں کیوں ٹھہری ہیں....!“

”دوست کے گھر والوں کا رویہ مجھے پسند نہیں آیا تھا....! وہ مجھے نہ جانے کیا سمجھے تھے....! خصوصیت سے دوست کی بیوی جو ایک غیر ملکی عورت ہے اور اس بے چارے کا تو دماغ ہی خراب ہو گیا ہے ورنہ وہ اپنے گھر والوں کو بتلاتا کہ ہمارے تعلقات پُر خلوص دوستی سے آگے کبھی نہیں بڑھے تھے۔!“

عمران اپنا بایاں گال کھجانے لگا....! ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے کی رنگت بدلی تھی! اور پھر اپنی اصلی حالت پر آگئی تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا! ”ایک پاگل ہی آدمی میری مصیبت کا باعث بھی بنا ہے۔!“

”وہ کیسے....!“ لڑکی نے پوچھا۔!

عمران نے فہمی کا تذکرہ کیا....! اور لڑکی متحیرانہ انداز میں بولی۔ ”بڑی عجیب بات ہے....! ہم دونوں بیک وقت ایک ہی آدمی کے سلسلے میں پریشانیاں اٹھا رہے ہیں۔ جی ہاں فہمی میرا دوست ہے۔! مگر آپ ذہنی امراض کے معالج ہیں۔!“ لڑکی کے لہجے میں پہلے سے بھی زیادہ حیرت تھی....!

”جی ہاں بد قسمتی سے میں اینارمل سائیکولوجی کا ماہر ہوں....! اور نفسیاتی طریقوں سے دیوانگی کا علاج کرتا ہوں مگر آج تک خود میری دیوانگی کا علاج نہیں ہو سکا....!“

”آپ کی دیوانگی....!“

”جی ہاں میں اسے دیوانگی ہی سمجھتا ہوں کہ کوئی آدمی پولیس آفیسروں سے دوستی کرنے کا شائق ہو....! ایک پولیس آفیسر کی دوستی ہی نے مجھے رسوا کیا ہے....! وہ مجھے فہمی کے علاج کے لئے دارالحکومت سے لایا تھا....! پھر یہاں چھوڑ کر چلا گیا اور اب میں دھکے کھاتا پھرتا رہا ہوں....!

اب سوچا ہے کہ عدیل کے خلاف ازالہ حیثیت عربی اور ہر جانے کا دعویٰ دائر کر دوں....!“

”مجھے بڑی حیرت ہے کہ اُن لوگوں نے آپ کے ساتھ کیوں ایسا سلوک کیا....!“

”میں سب سمجھتا ہوں....!“ عمران میز پر گھونہ مار کر دھاڑا....! ”انہیں لوگوں نے اُسے

غل بنا دیا ہے اور اب یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی حالت میں مر جائے بیگم فہمی کا بھی یہی خیال ہے۔!“

”میں اُس عورت کے متعلق بھی کوئی اچھی رائے نہیں رکھتی!“ لڑکی نے نراسامہ بنا کر کہا۔

”ہاں....! کچھ ہی ہے....! اگر اُسی نے میری مدد کی ہوتی تو میں فہمی کے پاگل پن کی وجہ

نرور معلوم کر لیتا۔!“

”مگر آپ وجہ معلوم کر کے کیا کرتے۔!“

”اوہ....! نفسیاتی طریقہ علاج ایسا ہی ہوتا ہے....! جب تک ہم مرض کی وجہ نہ معلوم

کر لیں علاج ناممکن ہے۔ وہ کوئی ذہنی گرہ ہی ہوتی ہے جس کی وجہ سے مرض کا ظہور ہوتا ہے اگر

وہ گرہ کھل جائے تو مرض بھی غائب ہو سکتا ہے۔!“

”اچھا....! اگر اُس پر کوئی زہر آزمایا گیا ہو تو....!“ لڑکی نے کہا! ”بہترے زہر بھی تو ایسے

ہوتے ہیں جن سے دماغ خراب کیا جاسکتا ہے....!“

”اگر یہ کسی زہر ہی کا معاملہ ہے تو میرے فرشتے بھی علاج نہ کر سکیں گے....!“ عمران نے

باورسائے لہجے میں کہا۔

”میرا خیال تھا ڈاکٹر صاحب....! ضروری نہیں کہ یہی اصلیت بھی ہو....! ویسے فہمی اپنی

ایرانی بیوی کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔!“

”اوہو....! میرا بھی یہی خیال ہے....! مگر کیا اُسے اس کے چال چلن پر شبہ تھا....!“

”جی ہاں....! چھ ماہ پہلے کی بات ہے اُس نے مجھ سے تذکرہ کیا تھا کہ وہ اُسے اچھے کردار کی

عورت نہیں سمجھتا....! اگر آپ ذہنی گرہ کی بات کرتے ہیں تو اس پاگل پن کی وجہ اس کی بیوی

بھی ہو سکتی ہے۔!“

”جہنم میں جائیں سب....! مجھے تو ان کے خلاف کیس دائر کرنا ہے....!“ عمران نے نراسا

منہ بنا کر کہا۔

”شکوہ آباد بڑی پر فضا جگہ ہے....!“ لڑکی نے موضوع بدل دیا....! ”اب آئی ہوں تو دو

چار دن ٹھہروں گی۔!“

عمران کچھ نہ بولا.... اور تھوڑی دیر بعد لڑکی چلی گئی۔ وہ اس لڑکی کے متعلق تیزی سے سوچ رہا تھا۔!

تھوڑی دیر بعد کمرے سے نکل آیا اُسے فیاض کو ٹرک کال کرنی تھی۔ اُسے بتانا تھا کہ عدیل کی کوششی سے چلا آیا ہے اور اس نے ضرورتاً وہاں سے بے عزت ہو کر نکلنے کا ڈرامہ اسٹیج کیا تھا....! یہ حقیقت بھی تھی ورنہ وہ ایسی حرکتیں ہی نہ کرتا جن کی بناء پر اس طرح اُسے کوششی چھوڑنی پڑی تھی.... اب اُسے فکر تھی کہ جنہی کسی طرح پھر کوششی سے باہر نکل کر شہر کی سڑکوں پر آئے.... اور یہ چیز فیاض کی مدد کے بغیر ناممکن تھی! لیکن فیاض کی پوزیشن وہاں کیا رہ گئی تھی ظاہر ہے کہ عدیل عمران کے معاملے میں فیاض سے خفا ہو گیا تھا۔ وہ پھر ڈائینگ ہال میں آیا۔ اُس نے ابھی تک آج کا اخبار نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں شکوہ آہار سے نکلنے والے کئی روزنامے موجود تھے۔

مگر اس نے اخبار اس لئے نہیں اٹھایا تھا کہ اس کی کھوپڑی ہوا میں اڑ جائے....! کھوپڑی ہوا میں اڑا دینے والی خبر پہلے ہی صفحہ پر موجود تھی....! اور یہ خبر بھی جنہی خاندان کے متعلق تھی۔ پچھلی رات تقریباً آٹھ بجے یاد اور عدیل جنہی کو نعیم آباد لے جا رہے تھے۔ سفر کار کے ذریعہ ہو رہا تھا۔ یہاں جنہی کے پاگل پن کے متعلق تفصیل تھی پھر لکھا گیا تھا کہ اُسے نعیم آباد کے پاگل خانے میں داخل کرانے کے لئے لے جایا جا رہا تھا اچانک شہر کے باہر کار روک لی گئی اور دس نقاب پوش جنہی کو زبردستی اٹھالے گئے یاد اور عدیل کے سینوں پر ریو اور رکھ دیئے گئے تھے.... خبر میں یہ بھی تھا کہ عدیل نے پولیس کو ایک حیرت انگیز بیان دیا ہے جس کے مطابق کوئی نامعلوم آدمی پاگل جنہی میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا ہے پھر وہ قصہ بھی تھا جو اس سے پہلے ہی عمران کے علم میں آچکا تھا....! یعنی جنہی ایک بار تین دن کے لئے گھر سے غائب ہو گیا تھا اور پھر چوتھے دن شہر کے ایک سڑک پر بیہوش پڑا پایا گیا تھا۔!

عمران نے ایک طویل سانس لی اور اخبار کو موڑ کر کاؤنٹر پر ڈال دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شاید اب جنہی کی واپسی نہ ہو سکے....!



اسی شام کو عمران کی پڑوسی لڑکی پھر آکر آئی اور اُس نے اُسے بتایا کہ وہ بھی جنہی کے متعلق

اخبار میں دیکھ چکی ہے۔!

”مجھے اُس سے کوئی دلچسپی نہیں رہ گئی....!“ عمران نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ ”اس شہر میں

ایک بھی ڈھنگ کا آدمی نہ مل سکا۔ آج وکیلوں نے دماغ کی چولیس ہلا کر رکھ دیں۔!“

”اوہ.... تو کیا آپ نے کیس دائر کر دیا....!“

”کاش دائر ہو گیا ہوتا....!“ عمران منٹھیاں بھینچ کر غصیلے لہجے میں بولا۔!

”کیوں کیا ہوا....!“

”وکلاء کہتے ہیں کہ ازالہ حیثیت عرفی کے دعویٰ کے لئے دو گواہ ضروری ہیں جن کی موجودگی میں عدیل نے توہین کی ہو اور ہر جانے کے لئے کسی تحریری معاہدے کی ضرورت ہے، جو میرے اور عدیل کے درمیان علاج کے سلسلے میں ہوا ہو۔!“

”ہاں عدالت تو یقینی طور پر ثبوت مانگے گی....!“ لڑکی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔! ”مگر یہاں ایک وکیل ہے میری جان پہچان کا جو گواہ بھی مہیا کر دے گا....! کیوں نا اُس سے بھی مل لیا جائے کم از کم ازالہ حیثیت عرفی کا کیس تو چل ہی جائے گا۔!“

”وکیل کہاں ملے گا....! میں ضرور چلوں گا۔ کیا آپ میرے لئے یہ تکلیف گوارا کریں گی۔!“

”آٹھ بجے....!“ لڑکی کلائی کی گھڑی دیکھتی ہوئی بولی ”میں اُس کی عادت سے واقف ہوں وہ آٹھ بجے سے پہلے گھر نہیں پہنچتا....! مگر میں نہیں جانتی کہ آپ کا نام کیا ہے....!“

”علی عمران....! اکثر بے تکلف احباب ڈاکٹر ڈھمپ بھی کہتے ہیں۔!“

”میں صوفیہ ہوں....!“ لڑکی مسکرائی....! ”مگر اتفاق سے میری کوئی عرفیت نہیں ہے۔!“

عمران پلکیں جھپکائے بغیر اُسے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی نظریں ایسی ہی تھیں کہ لڑکی بوکھلا گئی اور ہکلا کر بولی۔ ”یہ آپ اس طرح.... کک.... کیا دیکھ رہے ہیں....!“

”میں آپ کی آنکھوں میں دیوانگی کی جھلک دیکھ رہا ہوں.... محترمہ....!“ عمران میز پر ہاتھ مار کر بولا! لڑکی ہنس پڑی اور پھر عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر کہا! ”مگر آپ چار سال سے پہلے پاگل نہیں ہو سکیں گی....!“

”آپ ذہنی معالج ظہرے آپ کو تو ہر آدمی میں دیوانگی کی جھلکیاں نظر آتی ہوں گی۔!“

”آپ غلط نہیں کہہ رہیں....! اس وقت ساری دنیا دیوانگی کے سمندر کے ساحل پر کھڑی

ہے! بس ایک ہی قدم اُسے دیوانگی کے سمندر میں غرق کر دینے کے لئے کافی ہو گا۔“

”اچھی بات ہے تو پھر آٹھ بجے....!“ لڑکی نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف مڑ گئی۔

عمران پھر اس کے متعلق سوچنے لگا تھا۔ اس کا ملنا اتفاقہ بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ کسی نے اُسے اُس کے پیچھے لگایا ہو۔ وکیل کا گھر اُس کے لئے جہنم بھی بن سکتا تھا اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ کوئی وکیل ہی اس کے حلق سے اتنا قانون اتار تا کہ وہ بور ہو کر وہیں ختم ہو جاتا۔“

فی الحال اُس کے ذہن میں کوئی پلان نہیں تھا.... اس لئے اس نے سوچا کہ اس لڑکی ہی کو اعتماد میں لے کر فہمی کے متعلق کچھ معلومات حاصل کی جائیں۔ فہمی کے غائب ہو جانے کے بعد وہ لوگ بھی یقینی طور پر غائب ہو گئے ہوں گے۔ جو عدیل کی کوٹھی کی نگرانی کرتے رہتے تھے.... لے دے کر یادور سامنے رہ گیا تھا.... لیکن یادور کے ساتھ ہی ڈاکٹر طارق کا وجود بھی اُس کے ذہن میں ابھر آتا تھا.... اُن دونوں کے درمیان کوئی چیز ضرور تھی.... اس کی چھٹی حس.... مجبور کر رہی تھی کہ وہ اُن دونوں کے درمیان رشتہ تلاش کرے۔ یادور تجوری کا قضیہ کیوں نکال بیٹھا تھا اور دوسری طرف ڈاکٹر طارق نے اس متنازعہ تجوری کی طرف سے بے توجہی کیوں ظاہر کی تھی۔! وہ سوچتا رہا....!

ٹھیک آٹھ بجے لڑکی نے دروازے پر دستک دی۔ عمران تیار ہی تھا۔ وہ ہوٹل سے باہر آئے ایک ٹیکسی کی اور لڑکی نے پتہ نہیں کس اسٹریٹ کا پتہ ڈرائیور کو بتایا۔ عمران نہیں سن سکا تھا لیکن اس نے اُسے یہ نہیں پوچھا کہ وہ اُسے کہاں لے جانا چاہتی ہے۔

ٹیکسی تقریباً پچیس منٹ تک چلتی رہی! ایک جگہ رک گئی۔ وہ شہر ہی کے کسی حصے میں تھے۔ ”اتر آئیے.... ہم ٹامی گنج میں ہیں۔“ لڑکی نے ٹیکسی سے اترتے ہوئے کہا! ”گلی میں ٹیکسی نہیں جاسکے گی راستہ خراب ہے۔“

عمران نے کرایہ ادا کیا اور لڑکی قریب ہی کی ایک گلی میں مڑ گئی....! کچھ دور چلنے کے بعد وہ پھر رک گئے....!

”اوہ.... میرے خدا....!“ لڑکی نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا! ”یہاں تو کسی دوسرے کا بورڈ نظر آرہا ہے چھ ماہ پہلے تو انور صاحب یہیں رہتے تھے۔“

”چھ ماہ میں تو خطِ استوا خطِ سرطان کو کراس کر سکتا ہے....!“ عمران تشویش کن لہجے میں

بولی۔ ”کبوتری کبوتر کو انڈے دینے پر مجبور کر سکتی ہے....! سورج شمال کی بجائے جنوب سے طلوع ہو سکتا ہے.... بہت کچھ ہو سکتا ہے چھ ماہ میں۔“

”اب معلوم کرنا چاہئے کہ وہ کہاں گئے....!“

”خدا کرے۔ بھنڈا یا سمہ سٹ کے علاوہ کہیں بھی چلے گئے ہوں۔!“

”آپ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہیں۔!“ لڑکی جھنجھلا گئی۔

”میں پاگل ہونے والا ہوں....! اگر یہ دکلاء ملتے ہیں تب بھی دماغ خراب ہوتا ہے

نہیں ملتے تب بھی خراب ہی ہوتا ہے جیسے کسی شاعر صاحب نے فرمایا ہے۔!

تم سے ملنا خوشی کی بات سہی

تم سے مل کر اداس رہتا ہوں

”میں پتہ لگاتی ہوں....!“ لڑکی آگے بڑھ گئی....! عمران وہیں کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ یہ

ایک کافی کشادہ گلی تھی جہاں دورویہ عمارتیں تھیں لیکن سڑک ایسی خراب تھی کہ ٹیکسی ڈرائیور

وہاں ٹیکسی لانے پر کسی طرح بھی آمادہ نہ ہوتا۔ لڑکی جلد ہی واپس آگئی۔ اُس نے تھوڑے ہی

فاصلہ پر ایک دوکان دار سے گفتگو کی تھی۔!

”وہ تو گئے یہاں سے انہوں نے اپنا ذاتی بنگلہ بنوا لیا ہے۔!“ لڑکی نے کہا۔!

”اللہ مبارک کرے....!“

”چلے میں نے پتہ معلوم کر لیا ہے۔!“

گلی کے سامنے ہی انہیں ایک ٹیکسی کھڑی ہوئی مل گئی اور سفر پھر شروع ہو گیا....! عمران

کے چہرے پر حماقتوں کا وہی عالم تھا....! لیکن کیا وہ حقیقتاً اتنا ہی احمق تھا کہ ایک ایسی لڑکی اُسے

نجاتی پھرتی جسے آج سے پہلے اس نے دیکھا بھی نہیں تھا....! کیا وہ غافل تھا....؟

لڑکی کوئی بھی رہی ہو....! اس بھاگ دوڑ کا کچھ بھی مقصد رہا ہو لیکن عمران کے ذہن میں

تو صرف ایک ہی چیز تھی۔ ایک ہی خواہش....! کاش وہ مجرموں ہی کے ہتھے چڑھ جاتا۔ اس طرح

اندر میرے میں ہاتھ پیر مارتے رہتا مناسب نہیں تھا۔!

اُسے ہمیشہ وقت ہی پر سو جھتی تھی....! اس سے پہلے بھی کبھی کسی کیس میں اُس نے کسی

خاص پلان کے تحت کام نہیں کیا تھا۔ اُس کے پلان تو عین اس وقت بنتے تھے جب زندگی اور

موت کے درمیان بال برابر بھی فاصلہ نہیں رہ جاتا تھا۔۔۔!

وہ اس وقت بھی مطمئن تھا اور چیونگم کا ایک پیس اُسکے منہ میں ادھر ادھر پھسلتا پھر رہا تھا۔  
بہر حال وہ دیدہ دانستہ کسی جال میں پھنسنے جا رہا تھا۔!

کار شہر سے باہر نکل آئی لیکن عمران نے اُس سے یہ نہیں پوچھا کہ وکیل نے کس ویرانے میں بنگلہ بنوایا ہے۔۔۔! لڑکی خود ہی بولی۔! ”یہ نسکون پسندی بھی ایک طرح کا خطبہ ہی ہے۔! انور صاحب اسی خط میں ساری دنیا سے کٹ کر رہ گئے ہیں ویرانے میں بنگلہ تعمیر کرایا جائے۔!“

”مجھے خود بھی ویرانے میں بنگلہ تعمیر کرانے کا بے حد شوق ہے۔!“ عمران بولا۔! ”واہ سبحان اللہ وہیں تو الوؤں کی سی دلکش آوازیں سنی جاسکتی ہیں۔! میں کہتا ہوں کہ اگر آپ چالیس دن تک متواتر الو کی آواز سن لیں تو زندگی بھر ہسٹریا سے محظوظ رہ سکتی ہیں۔!“

”کیوں کیا یہ بھی کوئی نفسیاتی نکتہ ہے۔۔۔!“

”قطعی۔۔۔! لاشعور اور الو میں ایک ٹیلی پیتھک قسم کا ربط پایا جاتا ہے۔! اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگوں کو پاگل بنانے کے لئے الو کا گوشت کیوں کھلایا جاتا۔۔۔!“

”آپ کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔۔۔! بائیں موڑ لو۔۔۔!“ لڑکی نے عمران کی بات کا جواب دیتے ہوئے ڈرائیور کو ہدایت دی۔!

ٹیکسی پختہ سڑک سے ایک کچے راستے پر مڑ گئی تھی۔! راستہ خراب نہیں تھا۔۔۔! دونوں جانب سرکنڈوں کی جھاڑیوں سے ڈھکے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹیلے تھے۔

کچھ دور چل کر ٹیکسی رک گئی۔ وہ ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رکی تھی جس کے گرد شاندار آموں کا ایک بہت بڑا باغ پھیلا ہوا تھا۔!

”کیا شاندار جگہ منتخب کی ہے۔۔۔! انور نے۔۔۔!“ لڑکی ٹیکسی سے اترتی ہوئی بولی۔۔۔! پھر ڈرائیور سے کہا ”ہمیں واپس بھی چلنا ہے۔۔۔!“

”اچھا سب۔۔۔!“ ٹیکسی والا۔۔۔! ایک طرف ہٹا ہوا بولا! عمران بھی نیچے اتر آیا تھا۔ وہ برآمدے میں آئے اور لڑکی نے دروازے پر دستک دی کچھ دیر بعد ایک نسوانی آواز آئی ”کون ہے۔“

”ہمیں انور صاحب سے ملنا ہے۔۔۔!“

”تشریف رکھئے۔۔۔! وہ ابھی نہیں آئے۔۔۔! ابھی رہے ہوں گے!“ آواز کے ساتھ ہی

”کھلا۔۔۔! عمران آگے بڑھا ہی تھا کہ لڑکی نے بازو پکڑ لیا۔

”ٹھہریئے۔۔۔! وہ پردہ کرتی ہیں۔۔۔! بیگم انور۔۔۔!“ اُس نے آہستہ سے کہا۔!

”آجائیئے۔۔۔!“ وہ آواز نسبتاً دور کی تھی۔!

وہ کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔! یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔۔۔! کمرے میں معمولی قسم کا برنظر آ رہا تھا۔ عمران ایک آرام کرسی میں گر گیا۔! اُس کے چہرے سے قطعی نہیں ظاہر ہو رہا اُسے کسی قسم کی تشویش ہے۔!

”اب دیکھئے کتنی دیر تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔۔۔!“ لڑکی کھڑکی کی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ چیونگم کا پیکٹ پھاڑ رہا تھا۔۔۔! دفعتاً! وہ دروازہ تیز آواز کے ساتھ بند ہو گیا اسے وہ کمرے میں داخل ہوئے تھے اور عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا لیکن لڑکی بدستور بیٹھی رہی۔

اُسے شاید عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر حیرت ضرور ہوئی تھی پھر مغربی جانب کا زہ کھلا اور ایک نحیم شمیم سیاہ قام آدمی اندر داخل ہوا جس کے جسم پر صرف ایک جاناگیا تھا۔ ن نے اُس کے جسم کی بناوٹ سے اندازہ کر لیا کہ وہ کوئی کہنہ مشفق قسم کا باکسر ہے۔!

”وکیل صاحب سے ملے۔۔۔! ڈاکٹر ڈھمپ۔۔۔!“ لڑکی مسکرائی۔

”خوب۔۔۔!“ عمران معنی خیز انداز میں سر ہلا کر مسکرایا۔! لیکن اُس کے چہرے پر نظر آنے والی حالتوں میں ذرہ برابر بھی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔!

”اس وکیل کو تمہیں یہ بتانا ہے ڈاکٹر ڈھمپ کہ تم حقیقتاً کون ہو اور فہمی کے یہاں کیوں مقیم تھے۔!“

”میں اس وکیل کا بھی معقول علاج کر سکوں گا۔۔۔!“ عمران نے کہا۔

اس پر لڑکی ہنس پڑی اور پھر بولی۔! ”میں جانتی ہوں کہ تم خالی ہاتھ ہو۔۔۔! تمہارے پاس انور نہیں ہے۔!“

”لاحول ولا قوۃ۔۔۔!“ عمران برا سا منہ بنا کر بولا! ”یہاں ریوالور رکھتا ہی کون مردود

۔۔۔! غل غپاڑہ بچانے والی چیزوں سے مجھے اختلاف ہوتا ہے۔۔۔!“

”جوزف اسے سنبھالو۔۔۔!“ لڑکی نے سفاکانہ لہجہ میں کہا اور ڈرائیور نگر و دانستہ نکال کر عمران طرف بڑھا۔! عمران کھسک کر دیوار سے جا لگا تھا۔! نگر و بڑی تیزی سے اس کی طرف مڑا۔! اُس ہونہ ایسا ہی تھا کہ ہاتھی کا جبرہ بھی مل کر رہ جاتا۔۔۔! لیکن چیخ خود اُسی کے منہ سے نکلی تھی۔!

”آہا.....! عمران اُس کے دونوں ہاتھ پکڑتا ہوا بولا۔ ”کیا تم بھی وکیل صاحب اور منشی جی کے ساتھ آرام کرنا چاہتی ہو.....! بیگم صاحبہ تو ٹیکسی بھی لے گئیں..... ورنہ.....!“

”چھوڑو..... مجھے..... چھوڑو..... مجھے.....!“ وہ پاگلوں کی طرح چیختی اور ہاتھ چھڑا لینے کے لئے جدوجہد کرتی رہی۔

”کناح کر کے شریف آدمی چھوڑا نہیں کرتے.... اگر تمہیں کوئی شکایت ہے تو عدالت کا دروازہ کھٹکناؤ.....! ویسے مجھے یقین ہے کہ وکیل صاحب کی بیگم صاحبہ عدالت ہی مہیا فرمانے کے لئے تشریف لے گئی ہیں۔!“

”اُس نے اُسے ایک آرام کرسی میں دھکیل دیا.....! اور بیہوش آدمیوں کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔!“ وکیل صاحب اور منشی جی کے حلق سے تو میں نے کافی قانون اتار دیا ہے لہذا دو تین گھنٹے سے پہلے ان کا ہاضمہ نہیں درست ہو سکتا اب تم بتاؤ.....!“

لڑکی ہانپتی اور پلکیں جھپکاتی رہی۔

”میں تمہیں صرف دس منٹ دیتا ہوں۔!“ عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ”اس حرکت کی پشت پر کون ہے.....!“

”میں کچھ نہیں جانتی.....!“ وہ ہانپتی ہوئی بولی۔ ”مجھے تمہیں یہاں لانے کے لئے ایک آدمی نے پانچ صد روپے دیئے تھے۔!“

”اُس آدمی کا نام اور پتہ.....!“

”میں نہیں جانتی.....! وہ مجھے رونیک ہی میں ملا تھا۔!“

”مجھے عورتوں پر بھی رحم نہیں آتا.....!“ عمران کا لہجہ خوار تھا اور اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ حماقت آمیز سنجیدگی کی نقاب چہرے سے سرک کر نہ جانے کہاں غائب ہو گئی تھی۔

”بتاؤ.....!“ وہ پھر دہلاڑا۔

”یاور.....!“ لڑکی کانپتی ہوئی بولی۔ ”جہی کی فیکٹری کا منیجر۔!“

”کھیل کیا ہے.....!“

”میں نہیں جانتی.....! اس سے زیادہ میں کچھ نہیں جانتی کہ مجھے تمہیں یہاں لا کر یہ معلوم کرنا تھا کہ تم کون ہو.....!“

کیونکہ اس کا گھونہ دیوار پر پڑا تھا اور عمران اُس سے تھوڑی دور کھڑا چیونگم کے پیکٹ سے چیونگم نکال رہا تھا۔!

تکلیف کی شدت میں نیکرو نے اس پر چھلانگ لگائی تاکہ دبوچ بیٹھے.....! لیکن اس دوران میں عمران نے نہ صرف چیونگم کا بیس منہ میں ڈال لیا تھا بلکہ اس کا داہنا ہاتھ اس کی مرمت کے لئے بھی تیار ہو گیا تھا۔ اُس نے جھکائی دے کر اس کی زد سے نکلنے ہوئے بائیں کینٹی پر ایک ہاتھ رسید کیا۔ نیکرو اُسے اتاری سمجھ کر جھٹا نہیں تھا.....! اس لئے اس کے پیر اکھڑ گئے اور وہ اچھل کر لڑکی پر جا کر لڑکی کی چیخ چھت پھاڑ دینے والی تھی! ساتھ ہی نیکرو بھی تکلیف سے کرا رہا تھا.....! اٹھ کر پھر عمران کی طرف جھپٹا.....! اور لڑکی دروازہ کھول کر کسی نادر کو آواز دینے لگی۔! ادھر از بار عمران نے نیکرو کی بائیں پسلی پر ٹھوکر رسید کی تھی اور وہ بلبلہ کر پھر فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔

دوسرے ہی لمحے میں ٹیکسی ڈرائیور کمرے میں داخل ہوا اُس کے ہاتھ میں ایک بڑا فولادی رنچ تھا..... وہ اُسے تولتا ہوا عمران پر جھپٹا..... نیکرو اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عمران بڑی پھرتی سے ڈرائیور کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اس کی پٹنی پر ہاتھ ڈال دیا پھر وہ اس کے سر سے بلند ہو چلا گیا اور اس بار نیکرو کے سر پر پہاڑی ٹوٹ پڑا..... عمران نے ڈرائیور کو اس پر پھینک مارا تھا۔

دو تیز قسم کے کراہوں سے کمرہ پھر گونج اٹھا ڈرائیور کا فولادی رنچ نیکرو کے سر پر پڑا تھا۔ اس کے بعد پھر وہ اٹھ ہی نہیں سکا.....! ڈرائیور نے دانت پیستے ہوئے سنبھلنے کی کوشش کی تھی لیکن پھر جڑوں میں جنبش کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رہ گئی عمران کی بھرپور ٹھوکر منہ ہی پر پڑی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ دو چار دانت بل بھی گئے ہوں۔!

پھر عمران نے چھلانگ لگائی اور لڑکی کے بال مٹھی میں جکڑ لئے.....! جو نکل بھاگنے کی فکر میں تھی۔!

”چھوڑ دو.....! مجھے چھوڑ دو.....!“ وہ ہسٹریائی انداز میں چیختی.....! ٹھیک اسی وقت عمران نے کار کا انجن اشارت ہونے کی آواز سنی اور لڑکی کو چھوڑ کر باہر جھپٹا..... مگر اب شاید اُس کے فرشتے بھی ٹیکسی کو نہ پاسکتے..... وہ بڑی تیز رفتاری سے روانہ ہوئی تھی۔!

عمران پھر کمرے میں پلٹ آیا۔! لیکن اس بار لڑکی اُس پر بھونکی شیرنی کی طرح جھپٹی.....! اُس کے ہاتھ میں بیہوش ڈرائیور کا فولادی رنچ تھا۔!

”جہی کہاں ہے.....!“

”کسی جہی سے بھی واقف نہیں ہوں.....! مجھے صرف اس کا نام بتایا گیا تھا کہ اس کے حوالے سے تم سے گفتگو کروں..... میں کچھ نہیں جانتی..... خدا کے لئے مجھے پولیس کے حوالے نہ کرو..... اس کے علاوہ جو چاہو.....!“

”پچھلی رات روئیک میں میرے سامان کی تلاشی کس نے لی تھی.....!“

”میں اس کے متعلق بھی کچھ نہیں جانتی.....!“

”اٹھو.....!“ عمران اُس کے بال پکڑ کر اٹھاتا ہوا بولا.....! ”میں یہ عمارت دیکھنا چاہتا ہوں.....!“

”وہ بائیں ہاتھ سے اُس کے بال پکڑے ہوئے تھا اور داسنے ہاتھ میں نارچ تھی.....! اس طرح اس نے عمارت کا ایک ایک گوشہ دیکھا.....! اسی دوران میں وہ اس جھے میں بھی پہنچے تھے جے شاید گیراج کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا یہاں ایک موٹر سائیکل ہاتھ لگی جس کی ٹانگی پٹرول۔ لبریز تھی اور مشین بھی آرڈر میں تھی.....!“

عمران اتنی دیر میں پھر ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور اس کے چہرے پر پھر وہی حماقت آمیز سنجیدگی نفا آنے لگی تھی.....! اُس نے سر ہلا کر کہا.....

”میرا خیال ہے کہ وکیل صاحب اور منشی جی کو ہمیں عدالت کرنے دو..... اور ہم تم کہیں چل کر چاندنی میں شہد لگائیں.....!“

”میں نہیں سمجھی.....!“

”ہنی مون.....!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا.....! ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے تھوڑی د پہلے کچھ ہوا ہی نہ ہو.....! وہ سمجھی شاید تیر نشانے پر بیٹھا ہے.....! اس لئے وہ بھی مسکرائی اور اس مسکراہٹ میں سپردگی کی جھلکیاں تھیں.....! مگر اُس وقت الجھن میں پڑ گئی جب عمران کو رسی کا ایک ٹکڑا سنبھالتے دیکھا.....

”فکر مت کرو.....!“ عمران اس کی آنکھوں میں الجھن پڑھ کر بولا.....! ”ہم ایک ہو کر چلیں گے.....!“ اور پھر ایک ہو کر چلنے کا مطلب اس وقت لڑکی کی سمجھ میں آیا جب عمران اُسے مو سائیکل کے کیریئر پر بٹھا کر اُسے اور خود کو اسی رسی کے ٹکڑے سے جکڑ رہا تھا.....

”کیا کر رہے ہو.....!“ اُس نے مردہ سی آواز میں کہا.....!

”یہ بہت ضروری ہے..... جان پد.....! ورنہ اکثر شہد کی وجہ سے پھسل کر لوگ نیچے چلے گئے ہیں اور کھوپڑی کا گودا چاند کی طرح دکنے لگتا ہے.....!“

موٹر سائیکل فرائے بھرنے لگی۔

”اوہو.....! یہ رسی تو کائے ڈالتی ہے.....!“ لڑکی کراہی۔

”یہی حال ادھر بھی ہے.....!“ عمران نے بے بسی سے کہا.....!

”پولیس اسٹیشن لے جاؤ گے مجھے.....!“ لڑکی نے خوف زدہ آواز میں کہا۔

”نہیں! افق کے پار..... جہاں ہم ستاروں کی سڑک پر کبڈی کھیلیں گے.....!“

”میں شہر میں دخل ہوتے ہی چیخنا شروع کر دوں گی.....!“

”مشتق یہیں سے شروع کر دو تو بہتر ہے ورنہ ہو سکتا ہے کہ شہر پہنچ کر تم اچھی طرح نہ جج کو.....! ویسے اگر تم سچی بات بتادو تو شاید میں اُسی طرح تم پر بھی لعنت بھیج دوں جیسے اُن دونوں پر بھیج آیا ہوں.....!“

”میں نے بالکل سچی بات بتائی ہے.....!“

”ہرگز نہیں.....! تم جھوٹی ہو.....!“

”اچھی بات ہے تم مجھے پولیس اسٹیشن لے چلو وہاں بھی میرے بیان میں تبدیلی نہیں ہوگی.....!“

”خوب تو مجھے یقین کر لینا چاہئے کہ تم ڈاکٹر طارق سے تعلق رکھتی ہو.....!“

”میں کسی ڈاکٹر طارق کو نہیں جانتی.....!“

”وہ جس کے اوپری ہونٹ پر ابائیل پر پھیلائے بیٹھی رہتی ہے.....!“

”تم سچ جی پاگل بنائے دے رہے ہو.....!“

”میں اب تم سے کچھ نہیں پوچھوں گا.....!“

موٹر سائیکل فرائے بھرتی رہی.....! عمران سوچ رہا تھا کہ اگر اس نے شہر پہنچ کر شور مچانا شروع کر دیا تو وہ یقیناً کسی وقتی پریشانی میں مبتلا ہو جائے گا.....! وہ سوچتا رہا اور پھر اُس نے موٹر سائیکل کی رفتار کم کر دی.....! اُسے خیال آگیا تھا کہ اُس کے نامعلوم حمایتیوں سے بھی ملاقات ہو سکتی ہے کیونکہ کچھ دیر پہلے کوئی عورت اس عمارت سے فرار ہوئی تھی.....

اُس نے موٹر سائیکل بائیں جانب ایک کچے راستے پر اتار دی.....! لڑکی نے اس پر کچھ نہیں



رقی... اسے اچھی طرح سوچ لو۔“  
لڑکی کچھ نہ بولی....!

”سنو.... دیکھو....!“ عمران پھر بولا! لیکن اچانک کسی طرف سے ایک فائر ہوا اور لڑکی چیخ کر منہ کے بل پیچھے چلی آئی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اوپر کی کنٹھوں کے ڈھیر کے اوپر لاگ لگا لی تھی ورنہ دوسرا فائر اُسے ہی چاٹ جاتا.... وہ ڈھیر پر سے لڑھکتا ہوا دوسری طرف اگیا۔ ”گھبرو.... ایک آواز سنائی دی اور چاروں طرف سے قدموں کی آوازیں آنے لگیں۔“  
عمران زمین سے چپکا ہوا نشیب میں دوڑا جا رہا تھا۔ غنیمت یہی تھی کہ یہاں سرکنڈوں کی اڑیاں اُس کی راہ میں حائل نہیں تھیں۔!

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوازیں اب بھی سنی جا رہی تھیں لیکن ”گھبرنے“ والوں میں سے کسی نے بھی نارنج نہیں روشن کی تھی! ممکن ہے وہ بھی عمران کے معاملے میں کافی محتاط رہے۔ اگر انہیں یہ معلوم ہو تا کہ عمران خالی ہاتھ ہے تو شاید انہوں نے نہ جانے کتنے الیکٹرک پ روشن کر لئے ہوتے اور عمران کا جسم خون اگلتے ہوئے سوراخوں کا ایک حیرت انگیز مجموعہ برآتا۔!

وہ کسی تیز رفتار لومڑی کی طرح گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل دوڑتا رہا۔ اب وہ کھیتوں میں نکل اُٹھا۔ اس لئے رفتار میں سستی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ کیونکہ یہ کھیت ابھی حال ہی میں بوئے گئے تھے اور ان کی مٹی بہت نرم تھی۔ ہاتھ اور گھٹنے کئی کئی انچ دھنس رہے تھے۔ آخر ایک جگہ وہ چپٹ ٹ گیا! تاروں بھرا آسمان جما ہیاں لے رہا تھا۔ عمران زور زور سے سانس لینے لگا۔ گھبرنے وال کو بہت پیچھے چھوڑ آیا تھا.... اور اُسے توقع تھی کہ احتیاطاً نارنج نہ روشن کرنے والے دیر اندھیرے میں سر نہیں ماریں گے۔

اُس نے جیب سے چوگم نکالی اور منہ میں ڈال کر آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔!



تقریباً ساڑھے تین بجے وہ شہر پہنچا تھا اور اس نے مقامی سی آئی ڈی آفس کے انچارج کو ایک لمبی فون بوتھ سے مخاطب کرنے کی کوشش کی تھی۔ پھر تقریباً بیس منٹ بعد وہ اپنے گھر پہنچا۔ اگر عمران نے سینٹرل آفس کے ایجنٹ کا حوالہ نہ دیا ہو تا تو شاید رات کی ڈیوٹی والے

کہا۔!.... عمران کسی مناسب سی جگہ کی تلاش میں تھا۔! یہاں بھی چاروں طرف سرکنڈوں جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ جن میں سانپ سرسراتے پھر رہے تھے۔ کئی ایک ہیڈ لیمپ کی ر میں راستے پر بھی نظر آئے تھے۔ شاید چار فلائنگ چلنے کے بعد ایک صاف ستھری جگہ نظر جہاں ارہر کے خشک کنٹھوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے....! شاید کسی کا کھلیاں تھا۔! عمران نے سائیکل روک دی....! اور رسی کی گرہ کھولنے لگا۔ لڑکی کیریز سے اتر کر قریب ہی کھڑی ہو عمران نے ہیڈ لیمپ بجھا دیا....!

”توبہ....!“ وہ کھٹکھٹاتی ہوئی ہنسی کے ساتھ بولی۔ ”تم نے تو ڈرا دیا تھا مجھے....! میں چیخ مچ پولیس اسٹیشن لے جاؤ گے....!“  
اور پھر اُس نے ایک طویل انگڑائی لی....! عمران اپنا نچلا ہونٹ چباتا رہا....! اندھیرے لڑکی کی شکل نہیں نظر آرہی تھی۔!

”لڑکی....!“ آخر کار وہ صاف اور سرد آواز میں بولا۔! ”میں تمہیں موت سے بچانا ہوں....! وہ شخص جس نے جوزف.... ہاں جوزف ہی نام لیا تھا تم نے.... کہنے کا مطلب، جس نے جوزف جیسے خوں خوار نیگرو کو پال رکھا ہے یقیناً خطرناک آدمی ہو گا۔“  
”تم کہنا کیا چاہتے ہو....!“

”اگر.... واقعی یادور نے تمہیں یونہی راہ چلتے پکڑ کر یہ کام تمہارے سپرد کر دیا تھا تو خیر بات نہیں۔ وہ بڑے مزے سے یہ کہہ کر نکل جائے گا کہ اُس نے پہلے کبھی تمہیں دیکھا تک نہیں! لیکن اگر کچھ لوگ تمہیں اُس کے ساتھ دیکھ چکے ہیں اور اُسے شبہ ہو گیا کہ ان کی شہادت پر کی گردن پھنس جائے گی.... تو جانتی ہو تمہارا کیا حشر ہو گا....! تم نہیں اندازہ کر سکتیں اس پر غور کرو....! میں تمہیں پانچ منٹ دیتا ہوں۔!

وہ پھر موٹر سائیکل پر آ بیٹھا....! لڑکی وہیں کھڑی رہی۔

”میں کچھ بھی نہیں سمجھی....!“ اُس نے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”تم سب کچھ سمجھتی ہو لڑکی.... ٹیکسی ڈرائیور کے ٹوٹے ہوئے دانت اور حبشی کی ا ہوئی کلاٹیاں اُسے پاگل کر دیں گی اور پھر اگر تم صحیح سالم حالت میں اُس کے سامنے پہنچ گئیں آج رات کی کہانی عدالت تک ہر گز نہیں جانے دے گا.... وہ کوئی بھی ہو....! یادور....! یا ڈا

اُسے انچارج کے گھریلو فون کے نمبر تک نہ بتاتے....! عمران نے اُسے بتایا کہ کس طرح لڑکی اُسے ایک ویران عمارت میں لے گئی تھی اور وہاں اُس نے دو آدمیوں کو زخمی کر دیا تھا۔ نے انچارج کو عمارت کا پورا پتہ بتایا....! پھر اُس جگہ کی نشان دہی کی جہاں ارہر کا کھلیان جہاں سے وہ ایک خوب صورت لڑکی کی لاش اٹھوا سکتا تھا....! انچارج کے لئے یہ خبر، معمولی طور پر سنسنی خیز ثابت ہوئی تھی اور اس نے کہا تھا کہ عمران خود ہی اُس سے فوراً مل دو گھنٹے کے بعد دوبارہ فون کرے۔!

عمران نے اب اس وقت رونیک میں جانا مناسب نہیں سمجھا....! اس واقعے کے بعد دانست میں کھلی ہی ہوا میں رہنا صحت کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوتا۔!

وہ ایک قریبی پارک میں چلا گیا....! وہاں بہت سے آدمی زمین پر پڑے سو رہے تھے بھی انہیں کے درمیان جالیٹا....! اُسے کم از کم دو گھنٹے یہیں گزارنے تھے۔ انچارج سے گفتگو کے بغیر وہ کہیں اور جانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔!

لیکن اسے کیا کرتا کہ چیونگم کچلتے کچلتے اُسے مزے کی نیند آگئی اور وہ گھوڑے بیچ کر گدہ طرح اُس وقت تک سوتا ہی رہا جب تک کہ سورج کی تیز کرنوں نے اس کی آنکھوں میں سی نہیں بھر دیں....! پھر وہ الوؤں کی طرح دیدے بچاتا ہوا جاگا....! تھوڑی دیر تک وہ کھوپڑی سہلاتا رہا....! پھر اٹھ کر پارک سے باہر آیا۔ کچھ دیر بعد وہ ٹیلی فون بوتھ میں انچارج نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

”ہیلو....! اینجٹ سی آئی بی....!“

”سنو بیٹے....!“ دوسری طرف سے غرائی ہوئی سی آواز آئی ”تم کوئی لفنگے ہو تمہیں کسی طرح سی آئی بی کے اینجٹ کا علم ہو گیا ہے اور تم خواہ مخواہ گندگی پھیلاتے پھر رہے؟ میں تم کو آگاہ کرتا ہوں کہ سی آئی ڈی مذاق یہیں ختم کر دو.... اور اگر تم واقعی سی آئی اینجٹ ہو تو فوراً مجھ سے مل لو....!“

”یقیناً تمہارا دماغ چل گیا ہے....!“ عمران نے جھنجھلا کر کہا۔! ”شائد تمہیں ان جگہ کچھ بھی نہیں ملا۔!“

”نہیں تمہارے دادا کا کفن ملا ہے.... اور عنقریب تم بھی اسی میں لپیٹ کر دفن کر دو۔“

....!“ بہت زیادہ غصیلی آواز میں کہا گیا....! عمران پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ انچارج کو وہاں کچھ نے میں ناکامی ہوئی ہے۔

”اچھی بات ہے....!“ اُس نے مردہ سی آواز میں کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا.... اب اُسے اپنے آدمیوں سے کام لینا تھا۔!



ڈاکٹر طارق پورے شکوہ آباد میں شیطان کی طرح مشہور تھا۔! کیوں مشہور تھا یہ کوئی بھی نہ جانتا تھا....! عام آدمیوں کو تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ شکوہ آباد کا دو اسازی کا کارخانہ ٹل لیور میٹریز اسی کی ملکیت ہے۔! اس کے مطب میں مریض بھی نہیں ہوتے تھے۔ ہو سکتا ہے اُس کے جان بچان والوں میں سے کبھی کبھار کوئی مریض ادھر آ نکلتا ہو۔! اس کے باوجود بھی ایک باقاعدہ قسم کی ڈسپنری رکھتا تھا جس میں کئی خوب صورت نرسیں ملازم تھیں۔ لیکن انتہائی لین مزاج مریضوں کو بھی یہ کہتے سنا گیا تھا کہ ایسی حوروں کو دور سے ہی سلام جنہیں ملک رت کی سرپرستی حاصل ہو....!

ڈاکٹر طارق کا ظاہر ایسا ہی تھا کہ لوگ اُسے معالج بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔! اُس کے بڑے بے اور موٹی انگلیوں والے ہاتھ دیکھ کر ایک بار ایک بوڑھے پولیس آفیسر نے ازراہ مذاق کہا تھا ایسے ہاتھ تو صرف قاتلوں کے ہوتے ہیں۔!

”ثابت کرو....! اور پھانسی پر چڑھا دو....!“ ڈاکٹر کا جواب تھا۔

آج تک کسی نے بھی اُسے مضطرب نہیں دیکھا۔ جنہیں اُسے قریب سے دیکھنے کا موقع ملا وہ اُسے ”آہنی اعصاب“ کا بڈل کہتے تھے۔!

”لیکن آج کی رات اُس کے لئے کوئی گہری تشویش لائی تھی.... وہ اپنی اسٹڈی میں تنہا تھا! ربار بار دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھنے لگتا تھا۔!

اُس کی آنکھیں اس وقت خون خوار نہیں تھیں بلکہ اُن میں اضطراب لہریں لے رہا تھا۔!

ٹھیک دس بجے فون کی گھنٹی بجی اور اُس نے جھپٹ کر ریسور اٹھا لیا۔ دوسری طرف سے کوئی لکھ کہہ رہا تھا اور وہ صرف ”ہوں.... ہوں....!“ کرتا جا رہا تھا۔ اور اس کی پیشانی پر شکنیں پڑی ہوئی تھیں۔ کبھی کبھی اس کی آنکھیں پھیل جاتیں اور وہ بچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر ایک لمبی

کرنا پھرنا ہوں....!“

”میں اس وقت لڑکیوں کو چھیڑنے کے موڈ میں نہیں ہوں.... درنہ تمہیں بتاتا.... شب خوابی کا لباس نہ پہننا.... ہو سکتا ہے کہ کچھ دیر بعد تمہیں ایکس ٹو سے کچھ احکامات ملیں!“

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا، وہ سوچ رہا تھا پھر وہی تجوریاں، ایک تجوری کا قصہ ڈاکٹر طارق کو سامنے لایا تھا.... اور اب چند حادثوں کے سلسلے میں تجوریوں کا ایکسپورٹ اور امپورٹ! مگر بات تو فہمی کے پاگل پن سے شروع ہوئی تھی! آخر کچھ لوگ اس پاگل میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہیں! اور اسے پسند نہیں کرتے کہ کیپٹن فیاض جیسے آدمی کی پہنچ فہمی خاندان میں ہو سکے یا اس کی وساطت سے کوئی ایسا آدمی فہمی کے قریب پہنچ سکے جسے وہ جانتے نہ ہوں....! عمران نے یہی سب کچھ سوچتے ہوئے بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے!



ڈاکٹر طارق کی چھوٹی سی فی ایٹ شہر کی ایک سنیان سڑک پر تیزی سے دوڑ رہی تھی۔ ڈاکٹر کے ہونٹ ایک دوسرے پر سختی سے جے ہوئے تھے!

فہمی کی آئرن فیکٹری والی سڑک پر پہنچ کر اس نے گاڑی ایک عمارت سے ملا کر کھڑی کر دی اور نیچے اتر کر کچھ دیر تک ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر پیدل ہی فیکٹری کی طرف چل پڑا۔

رات تاریک تھی اور اس سڑک پر آج اندھیرا تھا....! لائین فیوز ہو گئی تھی عمارتوں کی کھڑکیاں بھی زیادہ تر تاریک پڑی تھیں۔ کہیں کہیں کیروسین لمپوں کی بسورتی ہوئی سی روشنی نظر آ جاتی!

وہ فیکٹری کی چہار دیواری کے نیچے رک گیا۔ یہاں تو بالکل ہی اندھیرا تھا! فیکٹری کی مشینوں کا شور بھی سنائی نہیں دے رہا تھا۔

فیکٹری کا تعلق بھی اسی لائن سے تھا، جو فیوز ہو گئی تھی....! ڈاکٹر طارق دراصل اسی موقع سے فائدہ اٹھانے کے لئے گھر سے نکلا تھا۔ اُسے کچھ دیر پہلے اطلاع ملی تھی کہ اس علاقے میں اندھیرا ہے اور بعض دشواریوں کی بناء پر تین چار گھنٹے سے پہلے لائن کی درستگی نہ ہو سکے گی۔

وہ تھوڑی دیر تک دیوار سے لگا کھڑا رہا پھر وہ سیاہ رنگ کی ریشمی جیکٹ نکالی جسے اب تک بغل میں دبائے رہا تھا.... دوسرے ہی لمحے میں وہ جیکٹ اس کے جسم پر تھی.... لیکن اب اُسے کوئی

”ہوں....!“ کہتا اور پھر اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوب جاتیں۔ گفتگو کا سلسلہ دس منٹ تک جاری رہا پھر ڈاکٹر نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب وہ ہولے ہولے اپنی چڑھی ہوئی مونچھوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا اور اُس کی آنکھیں شعلہ بار ہوتی جا رہی تھیں!

اُس نے میز کی دراز سے ایک آٹومینک پستول نکال کر جیب میں ڈالا اور اسٹڈی سے باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک طویل راہداری میں چل رہا تھا۔ سائے میں اس کے قدموں کی آوازیں.... عمارت میں دور دور تک پھیل رہی تھیں! وہ ایک کمرے میں داخل ہوا.... اور دروازے کے قریب لگے ہوئے سوئچ بورڈ کے ایک بٹن پر انگلی رکھ دی.... ایک گوشے میں تنگے فرش پر تھوڑی سی خلا ظاہر ہوئی اتنی ہی جس سے ایک آدمی بہ آسانی گزر سکتا تھا! دوسرے ہی لمحے میں وہ خلاء میں اتر رہا تھا۔ جیسے ہی اُس کا سر فرش کی سطح سے نیچے ہوا فرش پھر برابر ہو گیا۔



عمران نے ایک پبلک ٹیلی فون بوتھ سے لیفٹیننٹ چوہان کے ہوٹل کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور اب اس کے جواب کا انتظار کر رہا تھا!

تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”ہیلو.... چوہان اسپیکنگ!“

”چوہان.... عمران ہم قافیہ ہیں....!“ عمران بولا۔ ”کیا خبر لائے ہو....!“

”عمارت میں انہیں کچھ بھی نہیں ملا تھا۔ بلکہ عمارت کی حالت تو ایسی تھی جیسے عرصے سے اُس میں کوئی داخل ہی نہ ہوا ہو.... کھلیان میں کہیں خون کا ہلکا سا دھبہ بھی نہیں ملا.... البتہ موٹر سائیکل کے ٹائروں کے نشانات کہیں کہیں ملے تھے۔ موٹر سائیکل بھی نہیں ملی.... سی آئی ڈی آفس کا انچارج اُس آدمی کی تلاش میں ہے جس نے اُسے سوتے سے اٹھا کر پریشان کیا تھا!“

”وہ عمارت کس کی ملکیت ہے....!“

”سیٹھ ہاشم بھائی قاسم بھائی کی....! وہ لوگ تجوریوں کے سب سے بڑے ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز ہیں۔! مغربی ممالک سے تجوریاں درآمد کرتے ہیں اور یہاں کی بنی ہوئی تجوریاں مشرق وسطیٰ کے ممالک میں بھیجتے ہیں۔!“

”تمہیں یقین ہے کہ وہ تجوریوں ہی کا کاروبار کرتے ہیں۔!“

”یار عمران صاحب.... یقین نہ ہونے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے! کیا میں تمہاری طرح چھیڑ چھاڑ



رچایا تھا..... اب خاموش رہو.....! فی الحال تمہیں یہیں ٹھہر کر اُس کی نگرانی کرنی پڑے گی.....!  
 میں سماگلی اسٹریٹ جا رہا ہوں.....! تجوری پر قبضہ کرنے کے بعد یہیں واپس آؤں گا.....!“  
 ”نہیں تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے.....!“ دروازے کی طرف سے آواز آئی  
 اور ڈاکٹر اچھل کر مڑا..... فنی کا معالج پاگل ماہر نفسیات دروازے میں کھڑا پلکیں چپک رہا تھا.....!  
 اُس کا دہناتھا کھ کوٹ کی جیب میں تھا اور کوئی نوکیلی چیز جیب سے ابھری ہوئی تھی.....!  
 ”اپنے ہاتھ اوپر ہی رکھو.....! ڈاکٹر.....! مجھے جیب سے فائر کرنے کی عادت ہے.....! اور  
 میں ایسا کوٹ جس کی جیب میں سوراخ ہو ریکارڈ کے طور پر رکھنے کا عادی ہوں.....!“ عمران کے  
 لہجے میں سفاکی تھی۔

ڈاکٹر کے ہاتھ اوپر اٹھ گئے.....! اُس کی پشت فنی کی طرف تھی اور وہ اس طرح کھڑا تھا کہ  
 فنی اُس کے پیچھے چھپ کر رہ گیا تھا.....!  
 ”سماگلی اسٹریٹ کا انتظام ہو چکا ہے ڈاکٹر.....!“ عمران مسکرا کر بولا.....! ”اور تم یہ بھی جانتے  
 ہو کہ میں کیسا آدمی ہوں، جوزف کی انٹری ہوئی کلائنوں اور ڈرائیور کے ٹوٹے ہوئے دانتوں نے  
 تمہیں سب کچھ بتا دیا ہو گا.....!“

”ٹھائیں.....!“ اچانک ایک فائر ہوا اور عمران اچھل کر ایک طرف ہو گیا.....! فنی نے  
 ڈاکٹر کی جیب سے ریوالتور نکال کر عمران پر جھونک مارا تھا..... دوسرے ہی لمحے میں عمران کی لات  
 ڈاکٹر کے پیٹ پر پڑی اور وہ فنی پر جا پڑا..... پھر اسٹول بھی الٹ گیا.....! دونوں اسٹول سمیت  
 فرش پر ڈھیر ہو گئے..... ساتھ ہی عمران نے بھی اُن پر چھلانگ لگائی.....! لیکن اس چھلانگ کا  
 مقصد اس سے زیادہ نہیں تھا کہ وہ فنی کے ہاتھ سے ریوالتور چھین لے.....! اس میں کامیاب  
 ہو جانے پر وہ پھر انہیں چھوڑ کر پیچھے ہٹ آیا.....! ڈاکٹر نے بھی اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی.....  
 البتہ فنی اسٹول میں بندھے ہونے کی وجہ سے فرش ہی پر پڑا لوٹ رہا تھا اور قہقہے لگا رہا تھا.....!

”ڈاکٹر.....!“ عمران مسکرا کر بولا.....! ”ریوالتور اب آیا ہے میری جیب میں ورنہ یہ  
 دیکھو.....!“ اُس نے جیب سے فائرنشین پن نکال کر اُسے دکھایا اور پھر آہستہ سے بولا.....! ”مجھے شور  
 مچانے والے اسلحے قطعی پسند نہیں ہیں.....! اس لئے یہ ریوالتور یہاں رکھ رہا ہوں.....!“  
 اُس نے ریوالتور میز پر رکھ دیا.....! چند لمحے ڈاکٹر کو دیکھتا رہا اور پھر بولا.....! ”میں واقعی

”یہ نقاب تمہارے لئے نہیں ہے.....!“ ڈاکٹر کا لہجہ بہت سرد تھا.....! اُس نے آگے بڑھ  
 کر ریوالتور کی نال اُس کے سینے پر رکھ دی اور اُس کی جیبیں مٹولنے لگا! لیکن اُس کی کسی جیب سے  
 کوئی ایسی چیز برآمد نہیں ہوئی جسے خطرناک سمجھ کر ڈاکٹر اپنے قبضہ میں کرتا.....!  
 ایک بیک اُس نے اپنا ریوالتور جیب میں ڈال کر یاور کا گریبان پکڑ لیا.....!  
 ”بتاؤ تجوری کہاں ہے.....!“ وہ اُس کا گلاباتا ہوا بولا.....! اس پر یاور نے فنی کا حوالہ دے  
 کر ایک بڑی گندی سی بات کہی.....! پھر وہ کسی بھٹیاریے کے سے انداز میں گالیاں بکنے لگا.....! ڈاکٹر  
 نے بائیں ہاتھ سے اس کے منہ پر پتھر مارا اور یاور اُس سے لپٹ پڑا.....! یہ ڈیڑھ آدمیوں کی لڑائی  
 تھی.....! ڈاکٹر بہت لمبا ترنگا تھا اور یاور پستہ قد.....! لیکن یاور کمزور بھی نہیں معلوم ہوتا تھا.....  
 دونوں وحشیوں کی طرح لڑتے رہے.....! لیکن اُن میں سے کوئی بھی دوسرے کو گرانا نہ سکا.....!  
 فنی وحشیانہ انداز میں قہقہے لگا رہا تھا.....!

”فنی.....! خاموش رہو.....! میں جانتا ہوں کہ تمہارا قصور نہیں ہے.....!“ ڈاکٹر غریبا  
 ”میں اس نمک حرام سے سننے کے بعد تم سے بات کروں گا.....!“

مگر ایک بیک ڈاکٹر کا جسم ڈھیلا پڑنے لگا اور یاور اسے دیوار تک دھکیل لے گیا.....! دیوار سے  
 ٹک کر ڈاکٹر اس طرح جھومنے لگا تھا جیسے اب اُس پر غشی طاری ہو رہی ہو.....! یاور جھک کر اس  
 کی جیب سے ریوالتور نکالنے لگا.....! مگر پھر اُسے سیدھا کھڑا ہونا نصیب نہ ہوا کیونکہ دفعتاً ڈاکٹر اس  
 کی گردن دونوں ہاتھوں سے دبوچ بیٹھا تھا۔ یاور کی کھوپڑی زمین سے جا لگی اور ڈاکٹر اچھل کر اس کا  
 پشت پر سوار ہو گیا.....!

”بتاؤ تجوری کہاں ہے.....!“ وہ دانت پیس کر اُس کی گردن پر زور صرف کرتا ہوا بولا.....  
 ”بتاؤ.....! بتاؤ.....! ورنہ پھر تمہارے حلق سے آواز نہ نکل سکے گی.....!“ فنی کے قہقہے  
 ہوتے جا رہے تھے.....!

”بتاتا ہوں.....! بت.....! خاں.....! خیر.....! تیرہ سماگلی اسٹریٹ.....! خیر.....! خانیہ  
 .....!“ پھر اس کے حلق سے کسی قسم کی بھی آواز نہ نکل سکی.....! ڈاکٹر اُسے چھوڑ کر ہٹ  
 گیا.....! فنی اب بھی ہنسے جا رہا تھا۔

”فنی خاموش رہو.....! میں سمجھتا ہوں.....! تم نے ہم دونوں کے خوف سے یہ ڈھونڈ

ی سے رگڑ ڈالے.... عمران اُس سے قدمیں جھونٹا پڑتا تھا....! وہ کوشش کر رہا تھا کہ اس کی پشت دیوار سے نہ لگنے پائے ورنہ ڈاکٹر چیخ اُسے رگڑ ڈالے گا....!

فہمی اب بھی ہنس رہا تھا....! چیخ رہا تھا....! دفعتاً عمران نے اچھل کر ڈاکٹر کی ناک پر اپنا سر لے مار ڈاکٹر کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی....! پسینہ بھی آ رہا تھا۔ عمران اُس کے ہاتھوں سے نکل گیا اور نفل اس کے ڈاکٹر سنبھل کر اُس کی طرف مڑتا اس کی بائیں کپٹی پر پھر ایک بھر پور گھونسنہ پڑا اس بار ڈاکٹر دیوار سے ٹکرا جانے سے نہیں بچ سکا تھا....! پھر تو عمران نے اُسے گھونسنوں پر رکھ لیا۔! بے تحاشا بیٹھا ہا....! لیکن ڈاکٹر کے منہ سے ابھی تک ہلکی سی بھی آواز نہیں نکلی تھی....! وہ اس طرح پٹ رہا تھا جیسے گوشت و پوست کا جسم ہی نہ رکھتا ہو....!

تھوڑی دیر بعد ڈاکٹر غرایا....! ”میں مرنے سے پہلے زمین پر نہیں گر سکتا....!“ عمران نے اس کی ٹھوڑی پر مکار سید کرتے ہوئے کہا! ”اور میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تمہاری جان بند راہن کے ایک ہاتھی میں ہے....!“

عمران اس پر کے برسار ہا تھا....! لیکن اس سے بے خبر تھا کہ یاد ہوش میں آ گیا ہے.... وہ اٹھ بیٹھا تھا....! اور سب سے پہلے اُس کی نظر میز پر پڑے ہوئے ریوالور ہی پر پڑی تھی....! اُس نے چھٹ کر ریوالور اٹھا لیا....! پھر قبل اس کے کہ عمران اُس کی طرف اچھی طرح متوجہ ہو سکتا....! اُس نے پے در پے دو فائر ڈاکٹر طارق پر جھونک مارے.... ڈاکٹر طارق سینے پر دونوں ہاتھ ٹیک کر دیوار سے ٹک گیا....!

”یاد.... یاد....!“ دفعتاً فہمی چیخا....! ”اُسے بھی مارو....! یہ جاسوس ہے....!“ اتنی دیر میں عمران حالات کا مقابلہ کرنے کے پوری طرح تیار ہو چکا تھا....! یاد نے کیے بعد دیگرے چاروں رائف ختم کر دیئے.... لیکن اس سے زیادہ عمران کا اور کچھ نہیں بگڑا کہ ایک بار سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرتے وقت اندازے کی غلطی کی بناء پر وہ اپنا سر دیوار سے ٹکرا بیٹھا تھا....! ”اب تم کہاں ہو گے مسٹر یاد....!“ عمران نے اس پر جھپٹتے ہوئے کہا! یاد ایک بار پھر زمین پر تھا....! جسم کی ساری سکت تو ڈاکٹر ہی سے لڑنے میں ضائع ہو گئی تھی....!

”میں گرنے سے پہلے نہیں مروں گا....!“ دفعتاً ڈاکٹر دھاڑا اور اب تک دیوار ہی سے ٹکا ہوا تھا.... مگر اس آخری چیخ کے ساتھ ہی اُس کی آنکھیں بھیانک طور پر پھیل گئی تھیں....! پھر

پاگلوں کی سی حرکت کر رہا ہوں.... لیکن میں نے سنا ہے کہ تمہیں اپنی کے بازی پر بہت ہے.... اور تم نے جوزف جیسے سرکش نیکر کو ایک فائٹ ہی میں جیتا تھا.... لہذا یہ ریوالور تمہا انعام ہوگا.... اگر مجھے نچا دکھا سکو....!“

ڈاکٹر کا قبضہ تلخ تھا۔ اُس نے کہا ”نہیں میں تم سے یہ نہیں جیت سکتا.... ریوالور تم ہی اہ پاس رکھو.... میری طرف سے تحفہ ہے اور اب میں جا رہا ہوں....!“

”میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ میں نے تجوری کا انتظام کر دیا ہے.... تم میرے آدمیوں سے پہلے ساگلی اسٹریٹ نہیں پہنچ سکو گے.... میرے ساتھ اس کمرے کے باہر دو آؤ تھے۔ جویار کی زبان سے تجوری کا پتہ نشان معلوم ہوتے ہی روانہ ہو گئے تھے....!“

”اوہ.... تب تو مجھے یہ ریوالور حاصل ہی کرنا پڑے گا....!“ ڈاکٹر کی ہنسی زہریلی تھی.... ایک بیک اُس نے عمران پر چھلانگ لگائی.... لیکن منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ سنگ آرٹ۔ مظاہرے کا اس سے بہتر وقت اور کونسا ہو سکتا تھا.... عمران دور کھڑا اُسے اس طرح دیکھ رہا جیسے اس کی غلطی سے ڈاکٹر فرش پر ڈھیر ہو گیا ہو.... ڈاکٹر پھر اٹھ گیا تھا۔

”اسی طرح تم جوزف سے بھی پیش آئے ہو گے....!“ ڈاکٹر دانت پیس کر بولا....!“

سے یہ لوٹدیوں کی سی چلت پھرت نہیں چلے گی۔ اب کے چٹنا....!“ اس بار ڈاکٹر نے بہت محتاط ہو کر حملہ کیا تھا.... بس یہی چیز اُسے لے ڈوبی.... ڈاکٹر سم تھا اس بار بھی عمران صرف پیستہ بدل کر خود کو بچالے جائے گا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا.... عمران داہنا ہاتھ اُس کی کپٹی پر پڑا تھا.... ڈاکٹر کئی قدم پیچھے ہٹا چلا گیا....! ساتھ ہی عمران کو احساس ہوا کہ اس سے سو فیصدی حماقت سرزد ہوئی ہے....! اُس کا یہ ہاتھ ایسا تھا کہ لوگ اچھل کر درگرا کرتے تھے.... لیکن ڈاکٹر صرف چند قدم پیچھے ہٹنا ہی کہا جا سکتا تھا....! پیروں میں لڑکھڑاہٹ نہیں تھی....! دوسری بار وہ کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح عمران پر ٹوٹ پڑا.... عمران۔ کوشش کی تھی کہ اس کی گرفت میں نہ آ سکے....! لیکن کامیابی نہ ہوئی.... وہ باقاعدہ طور عمران سے لپٹ پڑا تھا۔!

یقیناً وہ کسی ہاتھی ہی کی طرح مضبوط تھا....! عمران نے دل ہی دل میں اعتراف کیا.... پہلے ہی ریلے میں وہ اُسے دیوار تک دھکیل لے گیا تھا.... اور اب کوشش کر رہا تھا کہ اُسے دیو

”جوری یہاں کیوں منگوائی گئی ہے.....!“

”یہ تجوری کیسے کھلے گی.....!“ انچارج نے گرج کر پوچھا!

”میں جانتا ہوں.....!“ یاور نے آہستہ سے کہا۔ ”اس میں ہندسوں کے استخراج سے کھلنے والا قفل لگا ہوا ہے۔ تین تیرہ... اڑتالیس نمبروں کو ایک ہی قطار میں لایئے تجوری کھل جائے گی۔“

اس کے بیان کے مطابق نمبروں کے استخراج سے تجوری کا پتہ کھل گیا لیکن اس میں کچھ بھی نہیں تھا..... کاغذ کی ایک چٹ بھی نہیں۔! انچارج نے عمران کی طرف دیکھا.....

”چلو اسے جہنم میں جھونکو..... ڈاکٹر کا قتل.....!“ عمران گردن جھٹک کر بولا۔

”وہ میری ہی چلائی ہوئی گولیوں کا شکار ہوا تھا.....!“ یاور نے کہا! ”لیکن میں نے اپنی جان کی حفاظت کے خیال سے اس پر فائر کئے تھے.....! وہ نقاب لگا کر مجھے لوٹنے آیا تھا.....! اگر میں اُسے نہ مارتا تو وہی مجھے مار ڈالتا.....!“

”تو یہ تجوری خالی ہے.....!“ عمران یاور کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

”خود دیکھ لیجئے.....! آپ بھی دو آنکھیں رکھتے ہیں.....!“ یاور نے لا پرواہی سے کہا۔

”فہمی کو کچھ نامعلوم آدمی پکڑ لے گئے تھے پھر یہ تمہارے کمرے سے کیسے برآمد ہوا.....!“

”میں نہیں جانتا فہمی صاحب کہاں تھے.....! بس ڈاکٹر طارق کے آنے سے کچھ ہی دیر پہلے وہ بھی آئے تھے اور مجھ پر حملہ کیا تھا.....! میں انہیں اسٹول سے باندھنے میں بدقت تمام کامیاب ہوا تھا۔! پھر اُن کے بڑے بھائی عدیل کو اطلاع دینے جا ہی رہا تھا کہ ڈاکٹر اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپائے ہوئے آدھکا تھا.....! عدیل صاحب آپ کو بتائیں گے۔ یہ ایک بار پہلے بھی اچانک غائب ہو گئے اور تین دن بعد ایک سڑک پر بیہوش پائے گئے تھے.....! ان کے جسم پر چابک کے نشانات تھے.....! میں نہیں جانتا کہ اُن حرکتوں کی پشت پر کون اور کیوں تھا.....!“

”تجوری کا قصہ جناب.....!“ دفعتاً انچارج نے عمران کو مخاطب کیا.....!“ اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے.....!“

”اس میں بہت کچھ ہے.....!“ عمران معنی خیز انداز میں سر ہلاتا ہوا بولا! ”صرف تین ہندسوں کو ایک لائن میں لایئے..... اس میں سے بہت کچھ برآمد ہوگا..... ہندسے نوٹ

دیکھتے دیکھتے وہ کسی دزدنی شہتیر کی طرح فرش پر چلا آیا..... اُس کا جسم ساکت تھا.....!

فہمی پھر چیخا.....!“ یاور اسے مار ڈالو..... ڈاکٹر مر گیا اب مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے.....! اسے مار ڈالو..... چالیس ایک باؤن.....! اب مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے..... ڈاکٹر مر گیا.....!“

”یاور بھی مرنے والا ہے پیارے.....!“ عمران نے ہنس کر کہا۔

یاور زمین سے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا.....! مگر اُسے ہر بار عمران کی ٹھوک اس سے باز رکھتی تھی.....! آخر کار اسے ایک بار پھر بیہوش ہو جانا پڑا.....! ریوالبور اب بھی اُس کی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا.....!

اب عمران نے فہمی کا اسٹول بھی سیدھا کر دیا.....! لیکن اس کے پیر نہیں کھولے۔

”کیا خیال ہے مسٹر فہمی.....!“ اُس نے مسکرا کر کہا۔ ”تم کسی بہت بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ جس طرح ڈاکٹر طارق زمین پر گرنے سے پہلے ہی مر گیا تھا۔ اسی طرح مجھے مارنے کے لئے تمہیں کوئی ایسا جانور تلاش کرنا پڑے گا.....! جو شیر کا دھڑرکتا ہو اور لومڑی کا ساسر.....!“

فہمی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور ہنستا ہی رہا.....!

”نہیں چلے گی.....!“ عمران مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ ”تم پاگل نہیں ہو.....! مجھے پہلے بھی شبہ تھا.....!“



دوسری صبح عمران شکوہ آباد کے سی آئی ڈی آفس کے آپریشن روم میں اپنا بیانیہ ریکارڈ کر رہا تھا۔ یاور اور فہمی بھی وہیں موجود تھے..... اور اُن کے قریب ایک تجوری بھی رکھی ہوئی تھی۔! فہمی پھر پاگل بن گیا تھا.....! ارات بھی وہ صرف اُس وقت پاگل نہیں معلوم ہوا تھا جب یاور نے طارق پر فائر کئے تھے.....!

جب عمران اپنا بیانیہ ریکارڈ کر چکا تو یاور نے ہتھ کڑیاں ہلا کر کہا! ”یہ تجوری یہاں کیوں لائی گئی ہے.....! اس میں کیا ہے.....!“

”کیا یہ تمہارے مکان کے ایک تہ خانے سے نہیں برآمد ہوئی!“ انچارج نے پوچھا! ”یہ میری ملکیت ہے..... پھر.....! میں نہیں سمجھ سکتا کہ ڈاکٹر کے قتل کے سلسلے میں



کیجئے.....! چالیس ایک باون.....!“

”میں نے نہیں بتایا.....!“ دفعتاً فہمی یاد کی طرف دیکھ کر چیخا.....!

”خاموش سو کے بچے.....!“ یاد دانت پس کر بولا! عمران کا قہقہہ ان کی دہانوں پر بلند تھا.....! اب یاد بھی پاگل ہو گیا ہے..... فہمی کہتا ہے میں نے نہیں بتایا اور یاد کا خاموش سو کے بچے.....!

یاد و عمران کو بھی گالیاں دینے لگا تھا.....! ایک سادہ لباس والے نے اس کے منہ پر مار مار کر اُسے خاموش کیا.....! عمران تجوری کے قفل کے نمبروں کو گردش دے رہا تھا..... ہی چالیس.....! ایک باون ایک لائن میں آئے تجوری کی پچھلی دیوار جھنجھٹاتی ہوئی فرش پر اور نوٹوں کی گڈیاں دور تک بکھرتی چلی گئیں.....! یہ انگلش کرنسی تھی.....!“

”لاکھوں پونڈ.....!“ عمران سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔

تجوری کی پچھلی دیوار دوہری تھی اور دونوں چادروں کے درمیان تقریباً چار انچ جو تھی اُسی خلا میں نوٹوں کی گڈیاں جھائی گئی تھیں۔!

یاد اور فہمی کے چہرے اس طرح زرد ہو گئے جیسے ان پر آن واحد میں یرقان کا شدید حملہ ہوا ہو.....!



اسی شام کو کیپٹن فیاض ہوٹل روٹنگ کے ایک کمرے میں منہ لٹکائے بیٹھا تھا اور عمران اُسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے ابھی اور چھیڑے گا.....!

”یار فیاض.....!“ اس نے کچھ دیر بعد کہا۔ ”مجھے تمہاری بد نصیبی پر رونا آتا ہے.....!“ بھی تم اپنے کسی عزیز یا دوست کی کسی الجھن کے سلسلے میں مجھ سے مدد طلب کرتے ہو تو اتفاق وہ خود ہی اپنی الجھنوں کا باعث ثابت ہوتا ہے.....! مجھے ڈر ہے کہ تم بھی کسی دن چرس فروشی الزام میں دھر لئے جاؤ گے.....! اور یہ ثابت کرنے کے لئے مجھے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑے! وہ چرس نہیں چاندو تھی.....!“

”بیکار بور مت کرو.....! میں ابھی تک حالات سے لاعلم ہوں.....! نہ عدیل سے ملاؤ اور نہ مقامی سی آئی ڈی آفس کے انچارج سے“ کیا عدیل کے خلاف بھی جرم ثابت ہوا ہے۔!

”نہیں..... وہ اصل حالات سے لاعلم تھا ورنہ تم سے رجوع کرنے کی ہمت نہ کرتا۔ فہمی کی بیوی بھی مجرمہ ثابت ہوئی۔ بہت دور سے کہانی شروع کرنی پڑے گی۔ دو سال قبل فہمی ایران گیا تھا.....! وہاں اس لڑکی سے معاشقہ ہو گیا.....! مگر معاشقہ کرایا گیا تھا.....! اس کی پشت پر ڈاکٹر طارق اور ایران کا ایک تاجر تھا.....! فہمی نے اس سے شادی کر لی.....! اُس نے خود کو ڈاکٹر طارق کے ایک دوست کی لڑکی ظاہر کیا تھا اس لئے فہمی اور ڈاکٹر طارق کے درمیان ربط و ضبط بڑھ گیا۔ ڈاکٹر طارق سونے کی اسٹنگنگ اور جعلی نوٹ سازی میں پہلے ہی سے ملوث تھا مگر وہ انگریزی پونڈ کے نوٹ چھاپتا تھا یہاں سے انہیں مشرق وسطیٰ بھیجتا تھا اور مشرق وسطیٰ سے اس کے عوض یہاں سونا آجاتا تھا.....! اس سلسلے میں انہوں نے تجوریوں کی تجارت کو آڑ بنایا تھا.....! دوہری دیواروں کی تجوریاں بنائی جاتی تھیں۔ اور ان کی خلا میں نوٹ بھر دیئے جاتے تھے اور پھر ان میں سے کچھ تجوریاں یہ کہہ کر مشرق وسطیٰ سے واپس کر دی جاتی تھیں کہ وہ ناقص ہیں اس واپسی کے سفر میں وہ چند تجوریاں سونا لاتی تھیں.....! یہ ڈاکٹر واقعی بڑا خطرناک اور انتہائی درجہ چالاک آدمی تھا۔ ادھر حکومت کو دھوکا دے کر سونا درآمد کرتا تھا اور ادھر مشرق وسطیٰ کے تاجروں کو الو بنا کر سونے کے عوض جعلی پونڈ دیتا تھا یہ نوٹ اتنی صفائی سے چھاپے جاتے تھے فیاض صاحب کہ اس وقت اربوں کی جعلی کرنسی ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے لیکن انگریزی کرنسی کے متعلق پچھلے دس سال سے کوئی اطلاع نہیں ملی کہ کہیں جعلی کرنسی پکڑی گئی ہو۔!

”مگر فہمی کی فیکٹری میں تجوریاں تو نہیں بنتی تھیں.....!“ فیاض نے کہا۔!

”قطعاً نہیں..... وہ تو صرف ہندسوں کے امتزاج سے کھلنے والے قفل کا ماہر تھا اور ایسی تجوریوں کا میکینزم سنبھالتا تھا جن میں نوٹ رکھے جانے والے ہوں۔ ایسی دو ایک تجوریاں علانیہ طور پر فہمی کے پاس بھجوائی جاتی تھیں اور وہ ان میں نوٹ رکھ کر ان کے میکینزم کو نمبروں کے امتزاج سے کھلنے والے قفلوں سے منسلک کر دیتا تھا.....! تجوریاں تو سیٹھ ہاشم بھائی قاسم بھائی کی ہوتی تھیں.....! وہ بھی گرفتار کر لیا گیا ہے.....! ڈاکٹر اس گندے برنس میں سب سے بڑا حصہ دار تھا.....! نہ جانے کتنے آدمی اُس کے ہاتھوں سک سک کر مرے ہیں۔ اس کی کوٹھی کے نیچے ایک بہت بڑا کارخانہ ہے جس میں کئی مشینیں ہیں درجنوں آدمی وہاں کام کرتے تھے۔ اُن میں بہتیرے تو ایسے ہیں جنہوں نے دس سال سے سورج کی روشنی نہیں دیکھی.....! انہیں دن رات

وہیں رہ کر نوٹ چھاپنے پڑتے تھے....! ڈاکٹر اُن کام کرنے والوں سے پانچ سال کا معاہدہ کر اور انہیں تہہ خانے میں پہنچا دیتا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ انہیں کبھی آسمان دیکھنے دیتا۔ خانے کی بات تہہ خانے سے باہر کیسے جاسکتی ہے! وہ بیچارے خود ہی باہر جانے سے ڈرتے جانتے تھے کہ اگر انہوں نے پانچ سال بعد باہر نکلنے کی خواہش ظاہر کی تو انہیں موت کی گھاٹ دیا جائے گا۔ کام کی نوعیت تو انہیں اس وقت معلوم ہوتی تھی جب معاہدہ ہو جانے کے بعد زبردستی تہہ خانے میں دھکیل دیئے جاتے تھے....! اور نہ پہلے تو ان سے یہ کہا جاتا تھا کہ وہ بہت بڑی تنخواہ پر بحرین بھیجے جائیں گے وہ لوگ اپنے گھر والوں سے پہلے تو خط و کتابت کر سکتے تھے....! لیکن ان کے خطوط پہلے بحرین جاتے تھے اور پھر وہاں سے ڈاکٹر کا ایک اہل انہیں ان کے گھروں کے پتہ پر پوسٹ کر دیتا تھا۔! شاید ڈاکٹر کے مرنے کے بعد بھی پو اُن تہہ خانے کے قیدیوں کے متعلق کچھ نہ جان سکتی اگر اس کا ایک ملازم نگر و جوزف اس میں رہنمائی نہ کرتا صرف اسے تہہ خانے والے بزنس کا علم تھا۔“

یہاں عمران نے اُسے اُس مقتولہ لڑکی کی کہانی سنائی جو اُسے ایک ویرانے میں لے گئی اور اُسے وہاں ایک نگر و سے پینا پڑا تھا۔ جوزف کے بارے میں بتاتے ہوئے اس نے کہا: ”ڈاکٹر کی کوٹھی کی تلاشی لی جا رہی تھی تو جوزف ایک کمرے میں مل گیا....! اس کی کلائیو پلاسٹر چڑھا ہوا تھا....! وہ آسانی سے کچھ نہ اگتا مگر میری شکل دیکھتے ہی اُسے احساس ہو گیا تو اب زبان بند رکھنا ناممکن ہو گا....! وہ سلطانی گواہ بن گیا ہے....! اس کیس کے اختتام پر میں پالوں گا....!“

”فہمی....!“ فیاض اُسے گھورتا ہوا بولا۔

”آہ....“ فہمی کی کہانی یوں ہے، اُسے درویش پنجم کے یاور کو اس بزنس کا علم نہیں تھا۔ تین چار ماہ پہلے اُسے شبہ ہوا اور وہ فہمی کی ٹوہ میں لگ گیا....! اور ایک رات اُسے تجوری نوٹ رکھتے بھی دیکھ لیا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہو سکا تھا کہ وہ تجوری کھلے گی کس طرح۔ اُس نے فہمی کو دھمکایا کہ وہ پولیس کو اس کی اطلاع دے دے گا ورنہ وہ سارے نوٹ اس حوالے کر دے....! فہمی کے لئے ایک پریشان کن مرحلہ تھا....! کیونکہ وہ ڈاکٹر سے بے حد تھکا ہوا اس کا بھی خوف تھا کہ اگر پولیس کو علم ہو گیا تو اُسے ایک لمبی سزا کا ٹی پڑے گی۔

نے تجوری پر قبضہ کر لیا تھا اور برابر دباؤ ڈالے جا رہا تھا کہ فہمی اُسے ان نمبروں کی ترتیب بتا دے جن سے تجوری کی پچھلی دیوار الگ ہو جاتی تھی! فہمی نے اس سے کہا کہ اگر اس نے تجوری پر قبضہ کر لیا تو خود فہمی کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ ڈاکٹر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا لہذا وہ یوں نہ ڈاکٹر کو اس پر آمادہ کر لے کہ یاور کو بھی اس بزنس میں شریک کر لیا جائے۔ فہمی نے اسے کچھ اس طرح پینڈل کیا کہ وہ اس پر تیار ہو گیا۔! مگر یاور نے دوسرے ہی دن فہمی کے پاگل ہو جانے کی خبر سنی۔! اُسے یقین ہو گیا کہ اس پاگل پن میں ڈاکٹر ہی کا ہاتھ ہے۔! لیکن قصہ حقیقتاً یہ تھا کہ فہمی ڈاکٹر سے اس کا ذکر چھیڑنے کی ہمت ہی نہیں رکھتا تھا....! وہ جانتا تھا کہ ڈاکٹر کبھی اس پر تیار نہ ہو گا کہ یاور کو بھی اس بزنس میں شریک کیا جائے....! فہمی تو اس مجبوری کی بناء پر شریک کیا گیا تھا کہ ڈاکٹر کے پاس کوئی ماہر ملکینک نہیں تھا۔ فہمی سمجھتا تھا کہ اگر ڈاکٹر کے کان میں اس واقعے کی جھنک بھی پڑ گئی تو وہ ان دونوں میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔! دوسری طرف تجوری تھی جس پر یاور نے قبضہ کر لیا تھا اور کوشش کر رہا تھا کہ فہمی وہ نمبر بتا دے جن سے قفل کھلتا تھا....! فہمی نے ایسی صورت میں یہی مناسب سمجھا کہ کچھ دنوں کے لئے پاگل بن جائے۔! اس طرح وہ ڈاکٹر کی طرف سے تجوری کے مطالبے اور یاور کی طرف سے نمبروں کی فرمائش سے بچھا چھڑا سکتا تھا۔ پہلی بار ڈاکٹر نے اسے پکڑا کر مرمت کرائی تھی....! اور دوسری بار یاور لے گیا تھا۔ لیکن کامیابی کسی کو بھی نہیں ہو سکی تھی نہ اُس نے ڈاکٹر کو یہ بتایا تھا کہ تجوری یاور کے قبضے میں ہے اور نہ یاور کو نمبروں کی ہوا لگنے دی تھی....! اسی دوران میں یاور نے بھی ایک گروہ بنا کر ڈاکٹر کو بلیک میل کرنے کی ٹھان لی اُس دن ہماری موجودگی میں کسی تجوری کا تذکرہ چھیڑنے کا مقصد ہی یہی تھا کہ پولیس ڈاکٹر سے کسی تجوری کے متعلق پوچھ گچھ کرے اور ڈاکٹر خوف زدہ ہو کر اُس کے مطالبات مان لے....! لیکن ڈاکٹر حقیقتاً فولادی اعصاب کا آدمی تھا....!“ عمران نے خاموش ہو کر چیونٹم کا پیس منہ میں ڈالا اور اُسے آہستہ آہستہ کچلنے لگا۔

”فہمی کی بیوی کہاں ہے....!“ فیاض نے پوچھا۔

”حوالات میں....! اُس نے اعتراف کر لیا ہے کہ اس کا تعلق ایران کے ایک اسمگلر سے تھا اور اسی کے کہنے پر اس نے فہمی سے ملنا جلنا شروع کیا تھا....!“

”کچھ بھی ہو....! فہمی کے خاندان پر تباہی آگئی....! عدیل کی نیک نامی اس سے متاثر

ہوئے بغیر نہیں رہ سکی....!“ فیاض بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”اگر تمہیں ایسے ہی دس پانچ خاندانوں کی چودہراہٹ سوئپ دی جائے تو کیسی رہے گی  
عمران نے سنجیدگی سے پوچھا۔

”مت بور کر دیار.... مجھے بے حد افسوس ہے....! میں فہمی کو ایسا نہیں سمجھتا تھا....!“  
”نہ جانے کتنے ایسے گزرے ہیں جنہیں تم ویسا ہی سمجھتے رہے تھے....! پیارے فیاض...  
ایسے ویسے کے چکر میں نہ پڑا کرو....! اگر تمہارا باپ بھی کوئی جرم کرے تو یہ قطعی بھول جاؤ کہ تم اس  
لفظ سے ہو.... تم قانون کے محافظ ہو پیارے....!“

”کواس مت کرو....!“ فیاض اٹھ گیا! تھوڑی دیر تک کھڑا عمران کو گھورتا رہا اور پھر بیٹھ  
عمران بے تعلقانہ انداز میں چیونگم کھاتا رہا....! دفعتاً فیاض نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا!  
یہ آدمی یادروٹوں کے لئے سرمایہ رہا تھا.... ظاہر ہے کہ جعلی نوٹ اُس کے لئے خطرناک  
ہوتے.... میرا خیال ہے کہ لٹیرے بھی جعلی نوٹوں کے لئے اتنی جدوجہد نہ کر سکیں گے....  
”یار فیاض تم روز بروز گھاس ہوتے جا رہے ہو.... ارے وہ انہیں جعلی نوٹ کب سمجھ  
....! کپتان صاحب اس کا علم تو فہمی کو بھی نہیں تھا کہ نوٹ جعلی ہوتے ہیں۔! تجوری والا  
بھی یہی سمجھتا تھا کہ ڈاکٹر مقامی کرنسی کے عوض کہیں سے انگریزی پونڈ حاصل کرتا ہے اور وہ  
فیصدی اصلی ہوتے ہیں۔“

”ڈاکٹر کے اس پوشیدہ کارخانے کا علم جوزف کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔! اور جوزف  
ایک وفادار غلام تھا۔ جب تک کہ اس نے ڈاکٹر کی لاش اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لی  
کارخانے کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں بتایا تھا....!“

”اچھا....!“ فیاض پھر اٹھ گیا۔ ”اب میں چلوں گا....!“

وہ دروازے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا! ”ٹھہرو....!“ فیاض رک کر  
مڑا اور عمران اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ ”اب کی اپنی بیگم صاحبہ کو ہنٹر والی بنا کر لانا.... اچھا...  
آج کل مجھے فرصت ہی فرصت ہے....!“

فیاض نے انگریزی میں اسے ایک گندی سی گالی دی اور باہر نکل گیا۔

﴿ختم شد﴾

عمران سیریز نمبر 32

آتشدان کا بت

(پہلا حصہ)

رہی تھی اور وہ کسی بے بس بچے کی طرح کبھی عمران کی طرف دیکھنے لگتا اور کبھی رقاصہ کی طرف۔ وہ اُسے پلانا چاہتی تھی لیکن جوزف کو آج تک کسی نے نشے میں نہیں دیکھا تھا۔ ویسے تو وہ سدا کا بلا نوش تھا! لیکن نشے کی حالت میں کسی کے سامنے آنا یا روبرو بات کرنا اس کے بس کی بات نہیں تھی۔

یاد رکھئے کہ یہ ایک مکمل اور نامکمل کہانی ہے! مکمل اس لئے ہے کہ عمران کو جس مجرم کی تلاش تھی وہ اس کے ہاتھ آگیا ہے۔ اور نامکمل اس لئے کہی جاسکتی ہے کہ ابھی میراجی اس سے نہیں بھرا..... اس لئے عمران سیریز کا آئندہ ناول جڑوں کی تلاش ضرور ملاحظہ فرمائیے گا۔

میں نے اب تہیہ کر لیا ہے کہ صفحات کی کمی کے باعث کسی بھی کہانی کو محدود کرنے کی کوشش نہیں کروں گا! کیونکہ یہی چیز اکثر آپ کی شکایت کا موجب بن جاتی ہے۔ ہاں تو عرض یہ کر رہا تھا ”آتشدان کا بت“ کے بعد ”جڑوں کی تلاش“ ضرور پڑھئے۔

ابنہ صفحہ

## پیشترس

عمران سیریز کا ناول ”آتشدان کا بت“ ملاحظہ فرمائیے۔ اس کی کہانی آپ کو شروع ہی سے عجیب لگے گی! عمران اور صفدر کا بہروپ۔ ایک ایسے مکان میں ان کا داخلہ جس کا ایک کمرہ انہیں پہلی نظر میں کوئی بہت بڑا ریفریجریٹر معلوم ہوا تھا۔ پھر عمران سے ایسی حرکتیں سرزد ہوئیں کہ صفدر اس کی ذہنی حالت پر شک کرنے لگا۔ کیا یہ انوکھی بات نہیں تھی کہ اس نے ایک لڑکی کو مینڈک تحفہ پیش کیا تھا۔

صفدر کو عمران کے متعلق ایسی باتیں معلوم ہوتی ہیں کہ حیرت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی سانسیں سینے میں رکنے لگتی ہیں۔ بہترے پڑھنے والوں کی خواہش تھی کہ چالیس ایک باون کے نیگرو جوزف کو آئندہ کہانیوں میں بھی لایا جائے۔ ان کی یہ خواہش بھی پوری کی جا رہی ہے۔ دیکھئے کہ یہ جوزف کتنا عجیب و غریب آدمی تھا! زندگی اور موت اس کے لئے کھیل تھیں۔ لیکن وہ بد دعاؤں سے کتنا ڈرتا تھا آپ اس کی اس حرکت پر مسکرائے بغیر نہیں رہ سکیں گے۔ اس وقت بھی اسے دیکھئے گا جب ایک حسین رقاصہ اُسے چھیڑ

ترتیب اور مرمت کو ترسی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔

اندھیرا پھیلنے ہی وہ یہاں آچھپے تھے اور اب تو اس وقت گیارہ بجنے والے تھے۔ صفدر سے اس نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ اُسے پائپ کے سہارے دیواروں پر چڑھنے کی ٹریننگ دینا چاہتا ہے۔ صفدر جانتا تھا کہ دلکشا لاج میں ایک معزز گھرانہ آباد ہے اور یہاں کی خوبصورت لڑکیاں تو شہر میں مشہور تھیں۔ اونچی سوسائٹیز میں ”دلکشا والیاں“ کہلاتی تھیں۔ صرف انہی تینوں پر بس نہیں تھی۔ پورا خاندان ہی اپنے حسن کے لئے مشہور تھا۔ عورت مرد سبھی حسین تھے۔ صفدر سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اس ایڈونچر کا تعلق کسی محکمہ جاتی کام سے ہوگا۔ بھلا اس عمارت میں کسی محکمہ جاتی کام کی گنجائش کہاں۔

”یہاں کتے تو نہیں ہیں....!“ صفدر نے کچھ دیر بعد مردہ سی آواز میں پوچھا۔

”کتے کہاں نہیں ہوتے۔ بس انہیں پہچاننا سیکھو....!“

”ارے میں بھونکنے والے کتوں کی بات کر رہا تھا۔!“

”میں کانٹے والے اور بھنبھونڈنے والے کتوں کی بھی بات کر رہا تھا۔!“ عمران نے جواب دیا۔

”میں جا رہا ہوں۔!“

”نتیجے کے تم خود ذمہ دار ہو گے۔ یہ ایکس ٹو کی غلطی ہو سکتی ہے کہ اس نے تمہیں براہ

راست نہیں بتایا۔!“

”کیا کہا تھا....؟“

”یہی کہ صفدر کو ساتھ لے جاؤ اور اسے بتاؤ کہ عمارتوں کے پائپوں کے سہارے اوپر کیسے

چڑھتے ہیں۔!“

”تو یہی عمارت کیوں....؟“

”مجھے یہی پسند ہے۔!“

”یہاں میرے کچھ شناسا بھی ہیں۔!“

”اسی لئے ہم میک اپ میں آئے ہیں۔!“

”گویا آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس عمارت میں میرے جان پہچان والے بھی ہیں۔!“

”بھئی ایکس ٹو سب کچھ جانتا ہے۔!“



”یار عمران صاحب....! یہ کیا مصیبت ہے۔!“ صفدر بُرا سامنہ بنا کر بڑبڑایا۔

”مصیبت نہیں ٹریننگ....! میں تمہیں بتاؤں گا کہ اونچی سے اونچی دیوار پر کیسے چڑ

ہیں۔!“ عمران نے لا پرواہی سے جواب دیا۔

”تو یہی عمارت کیوں....؟“

”فی الحال اسی سے کام چلاؤ....!“ عمران نے مریبانہ انداز میں کہا۔ ”اگلے سال اسی

ٹریننگ کے لئے اپنی ذاتی عمارت بنواؤں گا۔!“

”میں کہتا ہوں....! اگر پکڑے گئے تو....!“

”مار پڑے گی....! قدرتی بات ہے....!“ عمران کا جواب تھا۔

”مانا کہ ہم میک اپ میں ہیں۔ مگر پکڑے جانے کی صورت میں میک اپ شاید ہی برقرار

رہے گا۔!“

”آہ....! کیا بات ہوگی....! کیسا مزہ آئے گا۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اخبارات میں ہمارے

تصویریں شائع ہوں گی اور ان کے نیچے لکھا ہوگا....! مار کھانے سے پہلے اور مار کھانے کے بعد۔“

”خدا سمجھے....!“ صفدر دانت پیس کر رہ گیا۔

یہ گفتگو دلکشا لاج کے عقبی پارک کی گنجان جھاڑیوں میں ہو رہی تھی۔ عمران اور صفدر میک

اپ میں تھے۔ صفدر کے چہرے پر گھنی سیاہ اور ڈھلکی ہوئی مونچھیں تھیں جن کے بال خم کھا

نچلے ہونٹ تک چلے آئے تھے۔ عمران کا اپنا میک اپ البتہ بڑا واہیات تھا۔ کپڑے چیتھڑوں کا

شکل میں جھول رہے تھے اور صورت سالتورہ لوہاروں کی سی تھی۔ سفید ڈاڑھی اور مونچھیں۔

عمران سوچ بورڈ کی طرف بڑھا اور دوسرے ہی لمحے میں نہ صرف کمرہ روشن ہو گیا بلکہ جس کھڑکی سے وہ اندر داخل ہوئے تھے اس پر سفید رنگ کی چادر سی مسلط ہو گئی اور کمرہ بالکل ہی ریفریجریٹر بن کر رہ گیا۔ البتہ روشنی ہوتے ہی ٹھکن دور ہو گئی تھی اور ایسا ہی معلوم ہونے لگا تھا جیسے وہ کوئی ایئر کنڈیشننگ کمرہ ہو۔

عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ صفدر بیٹھ گیا۔ لیکن وہ بہت مضطرب تھا۔ اُس کے فرشتے بھی نہیں سوچ سکتے تھے کہ اس عمارت میں کوئی اس قسم کا کمرہ بھی ہو گا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کمرے کو سائنڈ پروف اور ایئر کنڈیشننگ بنایا گیا ہے۔ کیونکہ ایسا ہی ایک کمرہ خود اُس کے ہیڈ کوارٹر دانش منزل میں موجود تھا۔

اُسے عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ وہ بڑے اطمینان سے بیٹھا ناٹکیں ہلا رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے۔ وہ اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ صفدر بار بار عمران کی طرف دیکھنے لگتا تھا اور عمران کا یہ عالم تھا جیسے اپنے گھر بیٹھا ٹھکن دور کر رہا ہو۔

دفعہ کھڑکی کی مخالف سمت والا دروازہ کھلا اور صفدر کی آنکھوں میں بجلی سی کووند گئی۔ عمران کے ساتھ ہی وہ بھی اٹھ گیا تھا۔ بالکل مشینی طور پر.... ورنہ اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔ اب وہ پبلیکس چھپکائے بغیر اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا جو دروازے سے اندر داخل ہوئی تھی۔ اُس کے جسم پر سرخ رنگ کا شب خوابی کا لبادہ تھا۔ پتہ نہیں اُس کے رخسار چمک انگارے تھے یا ان پر لبادے کا شوخ رنگ جھلکیاں مار رہا تھا۔ آنکھیں نیم غنودہ سی تھیں اور سیاہ بال بے ترتیبی سے شانوں پر پڑے ہوئے تھے۔ جسم اتنا متناسب تھا کہ اس پر کسی قدیم یونانی مجسمے کا دھوکا ہو سکتا تھا۔

دروازہ بند کر کے وہ آگے بڑھ آئی۔

مگر صفدر عمران کے رویے پر متحیر رہ گیا اس نے اپنی جیب سے ایک پیکٹ نکالا تھا اور اُسے کھول کر فرش پر الٹ دیا تھا پھر لڑکی کی چیخ سے کمرہ گونج اٹھا تھا۔ کیونکہ اس پیکٹ سے پھولوں کے ہار نہیں ملے تھے بلکہ وہ بڑا سا مینڈک تھا جو پورے کمرے میں اچھلتا پھر رہا تھا اور لڑکی بدستور چیخے جا رہی تھی۔

پھر یکایک عمران اس ناہنجار مینڈک کو پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔

”تب پھر یہ کوئی سرکاری ہی کام ہو گا۔ مگر اس عمارت کا سرکاری کام سے کیا تعلق....!“  
”ابھی کچھ دیر بعد معلوم ہو جائے گا۔ ٹھہرو....“ وہ کوئے والی ٹپکی کھڑکی میں سبز روشنی نظر آرہی ہے۔ آؤ چلیں۔!“

عمران جھاڑیوں سے نکل آیا.... صفدر سوچ رہا تھا کہ اگر یہ کام سرکاری ہی نوعیت کا ہے یا یقیناً ایکس ٹو سے غلطی ہوئی ہوگی۔ اُس عمارت میں رہنے والے تو بے حد شریف تھے۔ لیکن صفدر نے یہ بات غلط کہی تھی کہ ان میں سے کوئی اس کی جان پہچان والا بھی تھا۔

وہ دونوں دیوار کے قریب آئے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ عمران بہت زیادہ محتاط نہیں ہے۔ اُسے ایک ٹپکی کھڑکی میں سبز روشنی نظر آرہی تھی اور یہ بھی کھلی ہوئی حقیقت تھی کہ عمران اس روشنی کا حوالہ دے کر جھاڑیوں سے نکلا تھا۔ عمران اپنے جوتے اتار رہا تھا۔ صفدر نے بھی کینوزار کے ریڈ سولڈ جوتے اتار کر جیبوں میں ٹھونے۔ پھر اس نے عمران کو دیوار پر چڑھتے دیکھا۔

عمران کسی ہلکے پھلکے بندر کی طرح تیزی سے اوپر چڑھتا چلا جا رہا تھا۔ صفدر بھی یہ کام انجام دے سکتا تھا۔ مگر اتنی پھرتی سے نہیں۔ اس نے ابھی چوتھائی دیوار بھی نہیں ملے کی تھی کہ عمران کو اوپر پہنچ کر کارنس پر کھڑے ہوتے دیکھا۔ کارنس سے پانچ یا چھ فٹ کی بلندی پر کھڑکیاں تھیں۔ لیکن سب ہی بند نظر آرہی تھیں۔ عمران نے دونوں ہاتھ اٹھا کر ایک کھڑکی کی چوکھٹ پکڑ لی تھی۔ صفدر بھی کارنس پر پہنچ گیا یہ کارنس تقریباً ایک فٹ چوڑی تھی۔ صفدر سوچنے لگا کہ یہ کھڑکیاں اس کارنس کی وجہ سے کتنی مخدوش ہو گئی ہیں جب کہ ان میں سلاخیں بھی نہیں لگائی گئیں۔

وہ بھی عمران کے قریب ہی کھسک گیا اور اُسے کھڑکی کھلی ہوئی نظر آئی لیکن اندر اندھیرا تھا۔ عمران دونوں ہاتھوں پر زور دے کر اوپر اٹھا اور اس کے پیر چوکھٹ پر پہنچ گئے۔ اب وہ کھڑکی کے دوسری جانب تھا۔ اس نے باہر سر نکال کر آہستہ سے کہا۔ ”آ جاؤ۔!“

پھر صفدر بھی اندر پہنچ گیا۔ عمران نے کھڑکی بند کر دی اور صفدر اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اسے بڑی ٹھکن محسوس ہو رہی تھی۔

عمران نے جیب سے نارچ نکال کر روشن کی اور صفدر کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اُس نے خود کو ایک بہت بڑے ریفریجریٹر میں پایا جس میں ایک صوفہ سیٹ بھی پڑا ہوا تھا۔ فرش پر قالین بھی تھا ایک جانب آتشدان بھی تھا اور میٹل پیس پر سیاہ رنگ کا ایک بت بھی رکھا ہوا تھا۔

لڑکی خاموش ہو گئی۔ صفدر سمجھا تھا کہ وہ اپنے دونوں سینڈل اتار کر عمران پر پل پڑے گی مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کے برخلاف وہ بے حد پرسکون نظر آرہی تھی۔

عمران نے مینڈک کو پکڑ کر پھر پیکٹ میں بند کر لیا۔

”کیا خبر ہے....؟“ لڑکی نے پوچھا۔

”لال ٹائی والا کل اڑے گا۔“ عمران نے پھنسی پھنسی سی آواز میں چیخنے کی کوشش کر ہوئے کہا اور پھر بے تحاشہ کھانسنے لگا۔

”کیا....!“

لڑکی دہانے کان پر ہاتھ لگا کر اس طرح جھکی جیسے عمران کا ایک لفظ بھی اس نے نہ سنا ہو۔

”بڑی مصیبت ہے....!“

عمران کھانسنے کھانسنے کراہ کر چیخا۔ ”مجھے زکام ہو گیا ہے۔ گلا پڑ گیا ہے۔ میں چیخ نہیں سکتا۔“

”اچھا.... چلو.... سن لیا۔ مگر پہلے تم نے شائد کچھ اور کہا تھا۔“ لڑکی نے کہا اور شہلٹی ہو آتش دان کے قریب چلی گئی۔

”لال.... ٹائی....!“

”نہیں سنائی دے رہا.... قریب آ جاؤ....!“ لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ عمران اس کے قریب

پہنچ گیا اور اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر چیخا۔

”لال ٹائی والا کل اڑے گا۔!“

”ارے تو کان میں اتنے زور سے چیخنے کی کیا ضرورت ہے۔!“ لڑکی جھلا کر بولی۔

”معافی چاہتا ہوں.... زکام دماغ خراب کر دیتا ہے۔!“

”کون دماغ خراب کر دیتا ہے....؟“

”زکام....!“

”کان نہ کھاؤ.... زکام زکام.... اور کیا کہنا ہے۔!“

”گیارہواں آدمی نہیں ملا....!“

عمران پھر اس کے کان میں چیخا.... اور یک بیک پیچھے ہٹ کر دوبارہ کھانسنے لگا۔ اس بار کھانسی کسی طرح رکنے کا نام ہی نہیں لیتی تھی۔

”ب کھانس چکو گے۔!“ لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ وہ صفدر کی طرف ایک بار بھی متوجہ نہیں ہوئی تھی۔

عمران نے صفدر کی طرف اشارہ کیا اور صفدر سے بولا۔ ”بتاؤ کہ گیارہواں آدمی نہیں ملا۔!“

صفدر بھی چنگھاڑنا نہیں چاہتا تھا اس لئے وہ لڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

”گیارہواں آدمی نہیں ملا....!“ اس نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

”کیا پھس پھس کر رہے ہو زور سے بولو۔!“ لڑکی غصیلے لہجے میں بولی۔ صفدر نے بلند آواز

میں یہی جملہ دہرایا۔ لڑکی تھوڑی دیر تک خاموش کھڑی رہی پھر عمران کی طرف بڑھی جو

اب صرف ہانپ رہا تھا۔

”چوہا....!“ وہ انگلی اٹھا کر بولی اور دروازے کی طرف مڑ گئی۔ دروازہ کھلا اور پھر بند ہو گیا۔

اب وہ دونوں کمرے میں تنہا رہ گئے تھے۔

عمران نے صفدر کو واپس چلنے کا اشارہ کیا اور سوئچ بورڈ کے قریب چلا گیا۔ شائد اس نے کوئی

سوئچ آن کیا تھا کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں وہ کھڑکی پھر ظاہر ہو گئی تھی جس سے گذر کر وہ اس

کمرے میں آئے تھے۔



دوسرے دن صفدر آفس میں بیٹھا بور ہو رہا تھا۔ یہ آفس بھی عجیب تھا۔ ابھی حال ہی میں

ایکس ٹونے ایک آفس قائم کرنے کی اسکیم بنائی تھی اور اسے عملی جامہ بھی پہنا دیا تھا۔ اس آفس کا

منبر خاور تھا۔ جو لیا نائٹر واٹر اسٹینو ٹائپسٹ تھی۔ صفدر، چوہان، تنویر، نعمانی اور صدیقی کلیئر ریکل

اشاف میں تھے۔ چہر اسی اور دوسرے ادنے کام کرنے والے ادھر ادھر سے رکھے گئے تھے۔ فرم کا

نام تھا۔ ”ڈھمپ اینڈ کو“ اور بزنس تھا ”فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ“ یعنی یہ فرم غیر ممالک کو برآمد کیا

جانے والا مال بک کرتی تھی اور باہر سے درآمد کیا ہوا مال کسٹم سے چھڑاتی تھی۔ چونکہ اس فرم کا

تعلق ایکس ٹونے تھا اس لئے یہ ظاہری کاروبار بھی دھڑلے سے چلنے لگا۔ بڑے درآمد و برآمد

کنندگان زیادہ تر اسی فرم سے رجوع کرنے لگے تھے۔ یہ فرم اس لئے عالم وجود میں آئی تھی کہ

میکٹ سروس والوں کی یہ ٹیم بھی عام آدمیوں میں ضم ہو جائے جو اس شہر میں کام کر رہی تھی

اور پھر ٹیم کو ایک ہی جگہ رکھنا بھی مقصود تھا۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ ایک کاروباری

آفس قائم کر دیا جاتا۔ اس کاروبار کا مالک عمران تھا۔ اسی لئے فرم کا نام ”ڈھمپ اینڈ کو“ رکھا تھا۔ مگر عمران یہاں شاذ و نادر ہی نظر آتا۔ اور یہ چیز اس وقت صفدر کو کھل رہی تھی۔ پچھلی وہ دلکش لاج سے چلے آئے تھے۔ لیکن عمران نے اُسے وہاں پیش آنے والے واقعات کے کچھ بھی نہیں بتایا تھا اور وہ بہری لڑکی تو بری طرح صفدر کے ذہن پر چھا گئی تھی۔ دوسری طر اسے دلکشا میں ایسی لڑکی کے وجود پر حیرت بھی تھی جو اس سے پہلے کبھی اس کی نظروں سے گزری ہو۔ وہ ان تین ”دلکش یونیٹز“ میں سے ہر گز نہیں تھی جنہیں وہ بار بار مختلف تفریح گاہ میں دیکھ چکا تھا۔ یہ بہری لڑکی تو ان سے بھی زیادہ حسین تھی۔ مگر عمران کا مینڈک لڑکی کی اور پھر اس طرح خاموش ہو جانا جیسے کوئی بات ہی نہ رہی ہو اور چلتے چلتے ”چوہا“ کہہ جانا۔ باتیں تھیں جن پر وہ رات ہی سے مغز مار رہا تھا۔ لیکن ابھی تک کوئی مناسب جواب سمجھ میں آیا تھا۔ پھر وہ گفتگو جو ان دونوں کے درمیان ہوئی تھی۔

”کیا سوچ رہے ہو....!“ اس نے جولیان کی آواز سنی اور بے اختیار چونک پڑا۔

”کچھ بھی نہیں....!“

وہ زبردستی مسکرایا۔

”کوئی کام نہیں ہے.... کیا....؟“

”نہیں.... کام تو بہت ہے مگر....!“

”خدا غارت کرے اس عمران کو....!“ جولیان نے دردناک لہجے میں کہا۔

”میری تو انگلیاں ٹوٹی جا رہی ہیں ٹائپ کرتے کرتے۔!“

”تو عمران کو کیوں کوس رہی ہو....!“

”یہ اُسی کی جدت ہے۔ جب سے ایکس ٹونے اُسے الجھایا ہے۔ آئے دن طرح طرح“

حرکتیں ہوتی رہتی ہیں۔!“

”میرا خیال ہے کہ ایکس ٹو اس حد تک عمران کو اپنے معاملات میں دخیل نہیں ہونے دے گا۔“ صفدر نے کہا۔

”لیکن میرا دعویٰ ہے کہ عمران اس کے اعصاب پر بھی سوار ہو چکا ہے۔!“

”ناممکن.... عمران جیسے طفل کتب ایکس ٹو کے تلوے چاٹنے ہیں۔!“

”تم عمران کو کیا سمجھتے ہو....!“ جولیا جھلا گئی۔

”ؤفر....!“

”اسی لئے تم سب اس کی انگلیوں پر ناپتے رہتے ہو۔!“

صفدر جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جولیا اپنی میز کی طرف مڑ گئی۔ کیونکہ اُس کے مخصوص فون کی تھنٹی بجی تھی۔ جس پر عموماً ایکس ٹو ہی کے پیغامات آیا کرتے تھے۔

صفدر ایک رجسٹر کھول کر اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جولیا پھر اس کی طرف پلٹ آئی۔

”تمہارے لئے ایکس ٹو کا پیغام آیا ہے۔!“ وہ دیوار سے لگے ہوئے کلاک کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

”تین بج رہے ہیں۔ تمہیں ٹھیک ساڑھے تین بجے ایئر پورٹ پہنچنا ہے۔ وہاں سے

ایک آدمی جو سفید شارک اسکن کے سوٹ اور سرخ ٹائی میں ہو گا چار بجے والے جہاز سے سوئٹزر

لینڈ کے لئے روانہ ہو گا۔ تمہیں اسے الوداع کہنے والوں پر نظر رکھنی ہے۔ اُن کا تعاقب کرنا ہے

اور یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ کہاں رہتے ہیں....؟“

”اگر وہ کئی ہوئے اور ان کی راہیں مختلف ہوئیں تو۔!“

”ان میں سے کسی ایک کا تعاقب کرنا ہو گا۔!“

”ابھی تو کافی دیر ہے میں دس منٹ میں ایئر پورٹ پہنچ جاؤں گا۔“ صفدر نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں تم نے اس کی پہچان کیا بتائی تھی۔!“

”سفید شارک اسکن کا سوٹ اور سرخ ٹائی۔!“

صفدر کو یاد آیا۔ عمران نے پچھلی رات اس بہری لڑکی سے کسی ایسے لال ٹائی والے کا تذکرہ کیا

تھا جو آج اڑنے والا تھا۔ یہ کیا چکر تھا آخر....؟ اور پھر کسی گیارہویں آدمی کے متعلق کہا تھا کہ وہ

نہیں مل سکا۔

صفدر تھوڑی دیر سوچتا رہا پھر اکتا کر اٹھ گیا۔



سیاہ فام اور دیو پیکر نیگرو.... جوزف.... عمران کے قریب کھڑا انگریزی میں کہہ رہا تھا۔ ”یہ



کام میرے بس سے باہر ہے۔ باس میں کسی تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپنے لگتا ہوں۔“  
یہ وہی جانور تھا جسے پالنے کے لئے عمران نے ایزی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ ڈاکٹر طارق والا مقدمہ ابھی تک چل رہا تھا۔ جب بھی مقدمے کی تاریخ ہوتی عمران خود ہی اُسے ساتھ لے جاتا اور جوزف بھی عمران ہی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا۔

اُسے سنبھالنا بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں تھی۔ وہ کسی روایتی مسخر کردہ جن کی طرح وقت احکامات طلب کرتا رہتا تھا۔ ”کام بتاؤ باس۔ کام بتاؤ باس۔ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں سکتا۔“ آخر اُسے ایک تدبیر سوچ ہی گئی اور اس نے اُسے ڈنڈ پیلنا اور بیٹھکیں لگانا سکھا دیا۔ اس کے بعد جب بھی وہ اس سے کام ”طلب“ کرتا تو عمران کہتا۔  
”ڈھائی سو ڈنڈ اور پانچ سو بیٹھکیں!“

اس وقت جوزف اسی کام کے متعلق اُسے بتا رہا تھا کہ وہ اس کے بس سے باہر ہے اور وہ تھکے ہوئے گدھے کی طرح ہانپنے لگتا ہے۔

”اس کے علاوہ میرے پاس اور کوئی کام نہیں ہے۔“ عمران نے ایسا سنا لہجے میں کہا۔

”بہت کام ہے۔“ جوزف نے کہا۔ ”یہ باورچی سلیمان....!“

”ہاں.... سلیمان کیا....؟“ عمران آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

”اُس کا چہرہ مرمت طلب ہے۔ اس کے ہونٹ اور موٹے ہونے چاہئیں۔“

”اگر وہ ذرہ برابر بھی موٹے ہوتے تو تمہاری کھوپڑی ڈیڑھ ہزار ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی۔“

”وہ مجھے پیٹ بھر کر کھانے کو نہیں دیتا۔“ جوزف نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”جب تک تم میرے لئے کام کرتے رہو گے تمہارا پیٹ کبھی نہیں بھرے گا۔“

”ہاں.... باس بہت زور سے بھوک لگتی ہے۔ اس کام کے بعد مگر تمہیں اس کام سے ک

فائدہ ہوتا ہے۔“

”بہت فائدہ ہوتا ہے.... تم نہیں سمجھ سکتے۔ جاؤ پھر تین سو ڈنڈ چھ سو بیٹھکیں لگاؤ۔“

جوزف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سلیمان نے پرائیویٹ فون پر کال کی اطلاع دی۔ عمران اٹھ کر

دوسرے کمرے میں آیا۔ گھنٹی اب بھی بج رہی تھی۔ اُس نے ریسور اٹھایا۔

”ہیلو....!“

”ہٹ از جو لیا سر....!“

”لیں....!“ عمران ایکس ٹوکی مخصوص آواز میں بولا۔

”سرخ ٹائی والا ختم ہو گیا جناب....!“

”ہیا مطلب....!“

”وہ جہاز کی سیڑھیوں پر چڑھتے وقت گرا اور مر گیا۔“

”کتی بلندی سے....!“

”تیسری سیڑھی تھی۔ میرا خیال ہے کہ زمین سے زیادہ سے زیادہ ڈھائی فٹ اونچی رہی ہوگی۔“

”پھر کیا ہوا....!“

”جہاز کی پرواز ملتوی ہو گئی ہے۔“

”کیا وہ ایسا ہی آدمی تھا....!“

”اس کے متعلق صفدر نے کچھ نہیں معلوم کیا۔“

”کوئی اسے الوداع کہنے بھی آیا تھا....!“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں.... وہ بھی سرخ ٹائی میں تھا۔“

”پھر پہلے کی موت کا دوسرے پر کیا رد عمل ہوا تھا۔“

”سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ اُس نے پہلے کے سامان پر قبضہ کر لیا تھا۔ پولیس کو اس کے

تعلق کوئی بیان دیا ہوگا۔ کیونکہ اُسے پولیس اسٹیشن لے جایا گیا تھا اور سامان اس نے تیسرے

دئی کے سپرد کر دیا تھا جو ایئر پورٹ کے باہر موجود تھا۔ صفدر نے بتایا ہے کہ اُس تیسرے آدمی

ماتائی بھی سرخ ہی تھی۔“

”اُس نے تعاقب کس کا کیا تھا....؟“

”تیسرے آدمی کا جو مرنے والے کا سوٹ کیس لے گیا تھا۔“

”ٹھیک ہے.... پتہ....!“

”گیارہویں سڑک تیسری عمارت....!“

”صفدر سے کہو کہ وہ.... آج بھی عمران کا وہیں انتظار کرے جہاں وہ دونوں کل ملے تھے۔“

”بہت بہتر جناب....!“ دوسری طرف سے آواز آئی اور عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ پھر نشست کے کمرے میں آیا۔ یہاں جوزف سلیمان کا راستہ روکے کھڑا تھا اور سلیمان ہورہا تھا۔ کیونکہ جوزف کی زبان اس کی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔  
”میں اسے ابال کر کھا جاؤں گا۔“ جوزف آنکھیں نکال کر بولا۔

”بڑی مشکل سے گلے گا۔“ عمران نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور سلیمان کو اندر جانے کا اشارہ کیا۔  
”یہ سالا.... کالا مجھے پاگل کر دے گا۔“ سلیمان جھلا کر بولا۔ ”یا اسے رکھے یا مجھے اسے منع کر دیجئے کہ مخاطب نہ کیا کرے۔“

”نہیں تم دونوں ہی رہو گے۔“ عمران نے سلیمان سے کہا پھر جوزف سے بولا۔ ”تم نے کام نہیں شروع کیا۔“

”مک.... کام....“ نیکر دوہکا کر رہ گیا۔

”شروع ہو جاؤ....!“

”اچھا!“ جوزف نے مردہ سی آواز میں کہا اور ہلکی سی کراہ کے ساتھ ڈنڈ پلٹنے کے پوز میں آ



صفر کیفے گرین میں داخل ہوا۔ اُسے یہیں عمران کا انتظار کرنا تھا۔ پچھلی شام بھی وہ ملے تھے اور اس کے بعد عمران اسے دلکش لاج میں لے گیا تھا۔

صفر ایک خالی میز پر بیٹھ گیا۔ اُسے یقین تھا کہ آج بھی اُسے دلکش ہی جانا ہوگا۔ پچھلی والی لڑکی بُری طرح اُس کے ذہن پر چھا گئی تھی اور آج وہ سارا دن اسی کے متعلق سوچتا رہا تھا۔ وہ کتنی دلکش تھی.... اس کی آنکھیں کیسی حسین تھیں.... اور آواز میں نہ جانے کیا تھی۔ اُس آواز کے تصور ہی سے دل میں گدگدیاں سی ہونے لگتی تھیں۔ وہ کون تھی؟ اور ع کی اس حرکت کا کیا مقصد تھا۔ عمران نے اُسے کیسی اطلاعات بہم پہنچائی تھیں۔ وہ سرخ ٹائی کون تھا جسے آج اس نے جہاز کی میز ہیوں سے گر کر مرتے دیکھا تھا۔ پھر دوسرا آدمی وہ بھی ٹائی میں تھا۔ تیسرا آدمی بھی سرخ ٹائی میں۔

”گڈ....!“ کسی نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور وہ بے ساختہ چونک پڑا۔ عمران کی پشت پر کھڑا حقانہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

”بیٹھے!“ صفر اٹھتا ہوا بولا۔

”بیٹھو.... بیٹھو.... آج فضا کچھ اداس اداس سی ہے۔“ عمران نے کہا اور بیٹھ گیا پھر کلائی کی لٹری پر نظر ڈال کر بولا۔ ”ہم یہاں صرف پندرہ منٹ بیٹھ سکتے ہیں۔ چائے پیو گے یا کافی۔“

”چائے....!“ صفر نے ایک طویل سانس لی اور عمران نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر آرڈر پلیس کیا۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر صفر نے کہا۔ ”آج شاید ہم گدھوں پر سوار ہو کر شہر کے چکر لگائیں گے۔“

”یہ بھی ناممکن ہے.... کیونکہ آج کل گدھوں کے بھی خڑے ہو گئے ہیں۔ ہر گدھ اپنی جگہ پر یہ سمجھ بیٹھا ہے کہ اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اگر وہ نہ ہو تو زمین اپنے محور سے ہٹ کر عمران کی ناک پر قائم ہو جائے گی۔“

”کیوں.... کیا آپ مجھ پر کسی قسم کی چوٹ کر رہے ہیں۔“

”نہیں.... میری ساری چوٹیں اپنی ہی ذات پر ہوتی ہیں۔ میں بعض غلط فہمیوں میں مبتلا ہو گیا ہوں۔“

صفر اُسے حیرت سے گھور رہا تھا لیکن عمران نے اپنی اس انوکھی بکواس کی وضاحت نہیں کی۔ اتنے میں ویٹر چائے لایا.... صفر نے پیالیاں سنبھالیں اور آہستہ سے بولا۔ ”کیا آپ مجھے دلکشا کے بارے میں بھی کچھ نہیں بتائیں گے۔“

”اُسے یار میں کیا بتاؤں.... میں خود ہی چکر میں ہوں۔ ایکس ٹو مجھے کبھی کچھ نہیں بتاتا.... وہ تو بس کام لینا جانتا ہے۔“

”کیا آپ نے کبھی دلکشا کی دلکش بیوٹیز کو بھی دیکھا۔“

”آہ.... تم نے تو پورا پورا شاعر عرض کر دیا۔ دلکشا کی دلکش بیوٹیز بہت خوب۔ مگر یہ کیا چیز ہوتی ہے۔“

”دلکشا کی تین لڑکیاں۔ جو عرف عام میں دلکشا کی دلکش بیوٹیز کہلاتی ہیں۔“

”تین کیا مجھے تو پونے تین لڑکیاں بھی کبھی نہیں بھائی دیتیں....!“

”مجھے حیرت ہے کہ وہ ان تینوں لڑکیوں میں سے نہیں تھی۔“ صفر نے کہا۔

”چائے پیو.... مائی ڈیئر مسٹر صفر ورنہ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ کیا تم ان تینوں کو اچھی طرح پہچانتے ہو....؟“

”یقیناً....!“

”تب وہ بھی تمہیں جانتی ہوں گی!“

”نہیں.... میں نے انہیں ہمیشہ ایک تماشائی کی طرح دور سے دیکھا۔“

”بہت اچھا۔ کیا قریب سے دیکھنے پر یہ لڑکیاں عموماً گنگی بہری اور اندھی ثابت ہوتی ہیں

”آپ پھر ہانکنے لگے.... کیا وہ لڑکی حقیقتاً بہری نہیں تھی!“

”میں کیا جانوں.... تم ہی بیویٹیز! دلکشیز کی باتیں کر رہے تھے!“

”دلکش بیویٹیز....“ صفدر نے تھجج کی آواز پھر بولا۔ ”آف فوہ وہ لڑکی بہت بُری طرح پر

ذہن پر چھا گئی ہے!“

”ہائیں....!“ عمران اس طرح بوکھلا کر اس کی کھوپڑی کا جائزہ لینے لگا جیسے اس پر کمزور

جالا تن دیا ہو۔

”میں اُسے ذہن سے جھٹک دینا چاہتا ہوں۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی!“

”میاں! اگر میرا معاملہ ہوتا تو اپنی گردن ہی جھٹک کر اس سے پیچھا چھڑا لیتا۔“ صفدر تو

دیر تک سر جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”دیکھئے میں یہ بات جانتا ہوں کہ ایکس ٹونے آپ

بھی نہ بتایا ہوگا۔ لیکن کیا آپ اپنے طور پر اندازہ نہیں کر سکے!“

”نہیں....!“ عمران کا مختصر سا جواب تھا۔ لیکن پھر اس نے بڑی تیزی سے موضوع

بدل دیا۔

”ہاں.... بھی اس وقت ایکس ٹونے مجھے دوسرا کام سونپا ہے۔“

”کیا مطلب.... کیا آج دلکش نہیں چلے گا....؟“

”نہیں دوست....!“ عمران نے ٹھنڈی سانس لی۔ ”آج تم بہری بیوی کے درشن

کر سکو گے۔“

”لیکن اب کوئی کام سونپا گیا ہے....؟“ صفدر جھنجھلا گیا۔

”گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت....!“ عمران آہستہ سے بولا۔

”وہاں ہم کیا کریں گے....؟“

”جب تک کچھ شروع نہ ہو جائے ہم صرف صبر کریں گے۔“

”سرخ مائیوں والے کون ہیں....!“ صفدر نے پوچھا۔

”اگر دم نہیں رکھتے تو آدمی ہی ہوں گے۔ یا تم مجھ سے ایسی باتیں کیوں پوچھتے ہو جن کا مجھے

علم نہیں ہے۔“

”گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت ان کی قیام گاہ ہے۔“

”یہ کس گدھے نے کہہ دیا تم سے....!“

”میں نے خود دیکھا ہے....!“

”کیا دیکھا ہے....؟“

صفدر نے اُسے ایئر پورٹ کے واقعات بتاتے ہوئے کہا۔ ”وہ آدمی مرنے والے کا سوٹ کیس

لے ہوئے اسی عمارت میں داخل ہوا تھا۔“

”تم اُس عمارت کو کیا سمجھتے ہو....؟“ عمران نے پوچھا۔

”عمارت۔!“ صفدر مسکرایا۔

عمران نے پھر کچھ نہیں پوچھا!

چائے ختم کر کے وہ اٹھ گئے۔ باہر عمران کی کار موجود تھی۔ صفدر تو ٹیکسی سے آیا تھا۔ صفدر

نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا آج اس عمارت پر کمند چھینکی جائے گی۔“

”نہیں شریف آدمیوں کی طرح چلیں گے۔!“

”میک اپ کرنا پڑے گا۔!“

”میں نے شریف عورتوں کی طرح تو نہیں کہا۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ کار دوڑتی

رہی۔ مگر وہ گیارہویں سڑک سے بھی گذر گئی۔

”پھر کہاں جا رہے ہیں....!“ صفدر نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

”اوہ....! اب ہم تمہیں اپنے دولت کدہ پر لے چل رہے ہیں۔“ عمران نے بڑے پُر وقار

لہجے میں کہا۔

”مگر یہ راستہ.... آخر اتنا چکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔“

”تم نہیں سمجھتے.... ہم اس سڑے گلے فلیٹ کی بات نہیں کر رہے۔ آج ہم تمہیں اپنا دولت

کدہ دکھائیں گے۔!“ صفدر تھک ہار کر خاموش ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اب سیدھی کھوپڑی سے

کوئی جواب نہیں نکلے گا۔ کارنیو کالونی میں داخل ہوئی۔ یہ شہر کی جدید ترین بستی تھی اور یہاں اونچے حلقے کے لوگ آباد تھے۔ عمران کی کار ایک بڑی عمارت کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور سیدم پورج کی طرف چلی گئی۔

کار کے رکتے ہی ایک باوردی ملازم آگے بڑھا اور کار کا دروازہ کھول کر ایک طرف مڑا کھڑا ہو گیا۔ عمران بڑے شاہانہ انداز میں کار سے اتر اٹھا۔

صفر متحیرانہ انداز میں اس کے پیچھے چلتا رہا۔ وہ اسٹڈی میں داخل ہوئے۔ یہاں صفر کو یحیم شحیم نیکو نظر آیا جسے صفر اُس سے پہلے کئی بار عمران کے فلیٹ میں بھی دیکھ چکا تھا۔ نیکو وہ وقت خاکی وردی میں تھا اور اس کے دونوں پہلوؤں سے دو بڑے بڑے ریو اور لنک رہے تھے اس نے سیدھے کھڑے ہو کر عمران کو فوجی انداز میں سلام کیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ عمر چند لمحے وہیں کھڑا رہا پھر صفر کو لے کر دوسرے کمرے میں آیا۔ یہاں چاروں طرف ملبوسات کی الماریاں نظر آرہی تھیں اور ایک جانب ایک بڑی سنگار میز تھی۔

”ہمارے سیکریٹری کی حیثیت سے تمہیں ذرا شاندار لباس میں ہونا چاہئے۔“ عمران نے صفر کی جانب دیکھے بغیر کہا۔

”نک... کیا مطلب....!“ صفر ہکا بکا۔

”تم ہمارے... یعنی رانا تہور علی صندوق کے پرائیویٹ سیکریٹری ہو۔ اوہو کہو! ہمارا دولہ کدہ تمہیں پسند آیا۔!“

”میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا....!“ صفر بد بدایا۔

”ان الماریوں میں اپنے لئے موزوں لباس تلاش کرو۔“ عمران نے کہا اور سنگار میز کی طرف مڑ گیا۔ الماریاں مقفل نہیں تھیں.... صفر انہیں یکے بعد دیگرے کھولتا رہا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی رہیں۔ وہ تو کسی لباس فروش کی دکان معلوم ہوتی تھی۔ مختلف اقسام کے زنانہ مردانہ ملبوسات کے ڈھیر کے ڈھیر نظر آرہے تھے۔

اچانک وہ چونک پڑا۔ سنگار میز پر رکھے ہوئے فون کی گھنٹی بج رہی تھی۔ عمران نے ریسیو اٹھا لیا۔

”لیس سر!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ ”اٹ از عمران... جی ہاں.. صفر موجود ہے۔!“

وہ ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھتا ہوا مڑا اور صفر سے بولا۔ ”ایکس ٹو تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔“ صفر نے آگے بڑھ کر ریسیور اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔

”لیس سر....!“ اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”صفر.... گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت میں کون رہتا ہے۔!“ ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی۔

”یہ.... ت.... تو نہیں معلوم ہو سکا تھا۔!“

”اور اس کے باوجود بھی تم لوگ یہ چاہتے ہو کہ عمران تمہاری راہنمائی نہ کرے۔!“

”میں نے تو کبھی نہیں چاہا جناب.... میری نظروں میں ان کا بڑا احترام ہے۔ انہیں استاد سمجھتا ہوں مگر دوسروں کی ذمہ داری مجھ پر کیسے عائد ہو سکتی ہے۔!“

”اب اس وقت تمہیں عمران کے ساتھ اس عمارت میں داخل ہونا ہے۔!“

”بہتر ہے....!“

”آئندہ آنکھیں کھلی رکھو....!“

”بہت بہتر جناب....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ عمران نے بڑی چالاکی سے کام لیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اس عمارت میں پہنچ کر صفر شبہات میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اس لئے اس نے بیک زیرو کو ہدایت کر دی تھی کہ فلاں وقت وہاں رنگ کر کے فون پر ایکس ٹو کا رول ادا کرے۔ ایسے حیرت انگیز حالات سے دوچار ہونے پر اس کے ماتحت از سر نو سوچنا شروع کر دیتے تھے کہ کہیں عمران ہی تو ایکس ٹو نہیں ہے۔ صفر پھر ریسیور رکھ کر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا اور اب اُسے احساس ہوا کہ عمران کچھ دیر پہلے میک اپ کرنے میں مشغول تھا۔ اُسے اس کے ہونٹوں پر رومن اسٹائل کی باریک مونچھیں نظر آئیں۔ دہانے کی بناوٹ میں معمولی سی تبدیلی کی گئی تھی۔ ناک کا درمیانی انہار کچھ زیادہ نمایاں ہو گیا تھا اور پھر جب اس نے لباس تبدیل کیا تو سچ کچھ کوئی شہزادہ ہی معلوم ہونے لگا۔ اُس کے چہرے پر حماقت کا دور دو تک پتہ نہیں تھا۔

”گیاب تمہارے لئے بھی ہم ہی لباس کا انتخاب کریں گے۔!“ عمران نے ہر دو قار لہجہ میں پوچھا۔

”مجھے بے حد خوشی ہوگی۔!“ صفر مسکرایا۔

”یقیناً....!“

عمران نے ہر وقار لہجے میں کہا۔ ”کیا تم رانا تہور علی صندوق کو کوئی معمولی آدمی سمجھتے ہو۔!“

”یہ صندوقی کیا بلا ہے....؟“

”سلوٹی کارشنہ دار ہوتا ہے۔!“

صفر خاموش ہو گیا۔ اُسے نہ جانے کیوں الجھن سی محسوس ہو رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بیوک گیارہویں سڑک کی تیسری عمارت کی کپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور سیدھی پورچ کی طرف چلی گئی۔

سب سے پہلے جوزف نیچے اترا اور تھوڑے فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔ اسکے دونوں ہاتھ ریوالتوں کے دونوں دستوں پر تھے۔ پھر ڈرائیور نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں باہر آ گئے۔

”آدمی ان کی پیشوائی کے لئے برآمدے سے اتر آئے تھے۔!“

”رانا تہور علی....!“ عمران نے اسامہ بنا کر بولا۔

”اوہ.... لیس سر.... لیس یور ہائی نس....!“ ایک آدمی نے بوکھلا کر کہا۔

”ہمیں فون پر اطلاع مل گئی تھی۔ آپ تشریف لائیں گے۔ آپ کی میزیں مخصوص

ہیں.... مم.... مگر....!“

وہ جوزف کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گیا۔

”اور کیا کہنا ہے تمہیں....!“

”مم.. مطلب یہ ہے حضور والا کہ... دوسرے ممبروں کو اس پر اعتراض بھی ہو سکتا ہے۔!“

اس نے کہا اور پھر جوزف کی طرف دیکھنے لگا۔

”جلدی سے ختم کر چکوبات....!“ عمران نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

”اگر حضور والا کا باڈی گارڈ.... اپنے ریوالت آفس میں رکھوا دے تو بہتر ہے۔!“

”یہ ناممکن ہے.... اگر ہمیں ایسا کرنا پڑا تو پھر ہم واپسی پر قناعت کریں گے۔!“

”اوہ.... نہیں.... جناب.... یور ہائی نس آپ تشریف لے چلے۔!“ دوسرا بولا۔

وہ دونوں آگے بڑھے۔ صفر عمران سے ایک قدم پیچھے تھا اور اُن کے پیچھے جوزف چل رہا تھا۔

راہنمائی کرنے والے انہیں ایک بڑے ہال میں لائے۔ یہاں چاروں طرف ٹھنڈی نیلگوں

عمران نے اس کے لئے بھی ایک سوٹ منتخب کیا اور اُس کے خدو خال میں بھی تھوڑی تبدیلی کی پھر تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکل رہے تھے۔ جوزف اُن کے پیچھے تھا اور اس کی حیثیت بلا گاڑی کی سی تھی۔ عمران جس کار پر یہاں تک آیا تھا وہ یہیں چھوڑ دی گئی اور ایک باوردی ڈرائیور نے گیراج سے سیاہ رنگ کی لمبی سی بیوک نکالی۔

صفر حیرتوں کے طوفان میں گھرا ہوا تھا۔

جب وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکے تو جوزف ڈرائیور کے برابر اگلی سیٹ پر جا بیٹھا۔ پھر گاڑی حرکت میں آ گئی۔ کھڑکیوں پر سیاہ پردے تھے اور اندر روشنی تھی۔ دفعتاً عمران نے گاڑی کے بائیں گوشے سے ہیڈ فون کے دو جوڑے نکالے ایک صفر کی طرف بڑھا دیا اور دوسرا خود اپنے کانوں پر فٹ کر لیا۔ صفر نے خاموشی سے اس کی تھلید کی.... ان ہیڈ فونوں سے ایک ماؤتھ پیس بھی اُلٹچ تھا۔

دفعتاً صفر نے ایکس ٹو کی بھرائی ہوئی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ ”صفر تم اس کا تذکرہ نہ

ساتھیوں سے نہیں کرو گے۔ اس کا مطلب غالباً تم سمجھ ہی گئے ہو گے۔!“

”میں نہیں سمجھا....!“

”تمہارے ساتھیوں میں تمہارا کیا مقام ہے....؟“

”اوہ شکریہ جناب....!“

”بس مجھے اتنا ہی کہنا تھا....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

صفر نے ہیڈ فون اتار کر عمران کی طرف بڑھا دیا اور کچھ دیر بعد بولا۔ ”گیارہویں سڑک

تیسری عمارت مجھے الجھن میں مبتلا کر رہی ہے۔!“

”کیوں....؟“

”آپ نے بھی اس کے متعلق مجھ سے سوالات کئے تھے.... اور ایکس ٹو نے بھی۔!“

”کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ کسی کی قیام گاہ ہے۔!“

”پھر....!“

”ایک نائٹ کلب جو صرف بہت بڑے آدمیوں کے لئے مخصوص ہے۔!“

”اور ہم اس وقت وہیں جا رہے ہیں۔!“

روشنی پھیلی ہوئی تھی اور آکسٹرا مدہم سروں میں جاز بجا رہا تھا۔

صفدر کو ایسا ہی لگا جیسے وہ کہانیوں والے پرستان کی کسی محفل میں پہنچ گیا ہو۔ ہر جانب ان کی طرف نظریں اٹھ رہی تھیں۔ لوگ زیادہ تر جوزف کو گھور رہے تھے۔

صفدر کو اس پر بڑی حیرت ہوئی کہ وہاں کچھ اور لوگ بھی مسلح نظر آرہے تھے لیکن ان کی راہنمائی کرنے والوں نے جوزف کے مسلح ہونے پر اعتراض کیا تھا۔ اس کا دل چاہا تھا کہ وہ انہیں ٹوک دے لیکن پھر کچھ سوچ کر خاموش ہی رہا۔

وہ ان میزوں پر پہنچ گئے جو ان کے لئے پہلے ہی سے مخصوص تھیں۔ ایک میز پر جوزف تہ بیٹھا۔ دوسری پر صفدر اور عمران نظر آئے۔

عمران نے جب سے چند نوٹ نکال کر بخشش کے طور پر راہنمائی کرنے والوں کو دیئے اور اُسے مودبانہ انداز میں سلام کر کے وہاں سے چلے گئے۔

پھر فوراً بیروں کی ایک پوری فوج اُن میزوں کی طرف دوڑ آئی۔ صفدر کو اچھی طرح یاد نہیں کہ عمران نے اُن سے کن چیزوں کی فرمائش کی تھی اس کا ذہن تو اس وقت ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ کیونکہ میزوں کے درمیان اُسے وہی بہری لڑکی تھرتھرتی ہوئی نظر آئی جسے وہ پچھلی رات دلکشا میں دیکھ چُ تھا۔ دفعتاً عمران نے اس کے پیر پر ٹھوکر ماری اور آنکھوں سے اشارہ کیا کہ وہ خود کو سنبھالے۔

صفدر پھر عمران کی طرف متوجہ ہو گیا۔

”یہاں اور لوگ بھی تو مسلح نظر آرہے ہیں۔!“ اس نے گڑبڑا کر کہا۔

”ہاں.... اُن میں سے ایک نے ہم پر احسان کیا تھا کہ ہمیں یہاں تک پہنچا گیا۔ لہذا بخشش کی رقم میں دونوں شریک ہو جائیں گے۔!“

عمران نے بائیں آنکھ دبا کر جواب دیا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”خود کو قابو میں رکھو.... یہاں کی کسی بات پر بھی تمہارے چہرے سے حیرت کا اظہار نہ ہونا چاہئے۔!“

مگر اس وقت صفدر کیا کرتا جب اُسی میز پر شراب کی بوتلیں دیکھیں۔

”کیا تم ہماری موجودگی میں شراب پینے کی جرأت کر سکو گے سیکریٹری....!“ دفعتاً عمران نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”میں نے تو نہیں منگوائی!“ صفدر بوکھلا کر بولا۔ مگر اس کی آواز اتنی دھیمی تھی کہ اُس میز

سے آگے نہ بڑھی ویسے بھی آکسٹرا کا شور دوسری آوازوں کو محدود رکھنے کے لئے کافی تھا۔

”ہمارے لئے انڈیلو....!“ عمران میز پر گھونہ مار کر بولا۔ ”تم نہیں پیو گے۔!“

صفدر نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور عمران کے متعلق تو وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ شراب طلب کرے گا۔

”آپ پییں گے....!“ صفدر نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

”ہاں رانا تہور علی صندوقی ضرور پییں گے۔ اگر نہ پییں گے تو ان کے نطفے میں فرق سمجھا

جائے گا۔!“ صفدر بُرا سامنہ بنا کر گلاس میں شراب انڈیلنے لگا۔

”بب.... بس.... اب سوڈا ملاؤ....!“ عمران بڑبڑایا۔

صفدر نے سائیفن سے گلاس میں سوڈے کی دھار ماری اور بڑے ادب سے گلاس اُس کے سامنے پیش کر دیا۔ عمران ہونٹوں میں سگریٹ دبائے بیٹھا تھا اس نے خاص جاگیر دارانہ اسٹائل میں ”میچ“ کہا اور صفدر جبکہ کر اس کا سگریٹ سلگانے لگا۔

لیکن اُسے پھر حیرت ہوئی کیونکہ اس نے جو چیز بوتل سے گلاس میں انڈیلی تھی اس میں شراب کی بوتل گزر نہیں تھی۔ پھر....؟ صفدر سوچ میں پڑ گیا۔

دفعتاً عمران نے داہنے ہاتھ کے انگوٹھے سے جوزف کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”اس شب تاریک کے بچے سے کہہ دو کہ یہاں اس طرح بیٹھ کر ہونٹ نہ چاٹے۔ اسے یہاں نہیں مل سکتی۔ گھر پر پئے گا۔!“

صفدر نے اُٹھ کر اس کا پیغام جوزف تک پہنچا دیا۔ جوزف نے صرف پلکیں جھپکائی تھیں اور شاید آخری بار ہونٹوں پر زبان پھیر کر منہ بند کر لیا تھا۔

صفدر پھر میز پر واپس آ گیا۔

آکسٹرا کی دھن پر تھرکنے والی لڑکی تھرتھرتی ہوئی ان کی طرف آرہی تھی۔ وہ قریب آگئی اور وہیں رک کر تھرکنے لگی۔

صفدر نے سوچا کہ اُسے سر جھکائے ہی بیٹھے رہنا چاہئے کیونکہ بھلارانا صاحب کی موجودگی میں اُسے کب حق حاصل تھا کہ وہ اس لڑکی میں دلچسپی لے سکتا۔

”آف فوہ.... آف فوہ....!“ عمران آہستہ آہستہ بڑبڑا رہا تھا۔ ”فنتہ ہو! قیامت ہو! ہم تمہیں

آسمان پر پہنچا سکتے ہیں.... اُف فوہ.... اُف فوہ....!“

”وہ کچھ دیر تک اُن کی طرف متوجہ رہی پھر یک بیک جوزف کی طرف مڑ گئی۔!“

”آہا.... تم یہاں ہو پیارے۔!“ اس نے انگریزی میں گانا شروع کر دیا۔ اشارہ جوزف کی طرف تھا۔

”میں نے تمہیں کہاں کہاں ڈھونڈا ہے

اندھیری اور سنسان راتوں میں

جب ہوا کی سانسیں رکنے لگتی تھیں

میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تمہیں تلاش کرتی تھی۔!“

وہ سانس لینے کے لئے رک گئی لیکن آرکسٹر کان پھاڑتا رہا۔

جوزف نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پہلو بدلا۔ وہ اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے ابھی ڈھائی

ڈنڈ لگائے ہوں۔ لڑکی پھر تھرکتی ہوئی دوسری طرف چلی گئی۔

جوزف اپنی پیشانی پر پسینہ خشک کر رہا تھا۔

”یہ کیا مصیبت ہے.... عمران صاحب.... یہ لڑکی تو بہری تھی۔!“ صفدر نے کہا۔

”اب بھی بہری ہی ہے۔ مگر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ اپنے کانوں میں آلہ سماعت لگائے ہوئے ہے۔ اودہ.... پھر آ رہی ہے.... یہ کیا....!“

صفدر نے عمران کے لہجے میں اضطراب محسوس کیا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ وہ پھر تھرکتی ہوئی ان

کی طرف آ رہی تھی۔ اس بار اس کے ایک ہاتھ میں بوتل تھی اور دوسرے میں گلاس۔

”اُدھر مت دیکھو.... سیدھے بیٹھو....!“ عمران نے آہستہ سے کہا لڑکی نے بوتل اور گلاس

جوزف کی میز پر رکھ دیئے۔

”ہوشیار....!“ عمران آہستہ سے بولا۔ اور جیب میں پڑے ہوئے ریوالور کے دستے پر صفدر

کی گرفت مضبوط ہو گئی۔

”پیو.... پیو....!“ لڑکی پھر گانے لگی۔

”زندگی بڑی کڑوی چیز ہے

شراب سے بھی زیادہ تلخ

اس لئے یہ تلخی صرف شراب ہی کی تلخی سے مار کھا سکے گی

پیتے رہو.... اگر زندہ رہنا ہے۔

ورنہ موت تمہیں تاریک بیابانوں میں کھینچتی پھرے گی۔!“

”بب.... باس....!“ جوزف عمران کی طرف دیکھ کر ہکلا یا۔ لڑکی بھی عمران کی طرف دیکھنے

لگی۔ وہ خاموش ہو گئی تھی لیکن تھرکے جاری تھی۔

”پی جاؤ.... پرواہ نہ کرو ہم یہاں موجود ہیں۔!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ ”اگر یہ خوبصورت

ہاتھ زہر بھی پلائیں تو خاموشی سے پی جاؤ۔!“

لڑکی نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی اور پھر جوزف کی طرف رخ کر کے گانے لگی۔

”میں تمہیں چاہتی ہوں

تم بہت حسین ہو

پانی سے بھرے ہوئے سیاہ بادلوں کی طرح جاں بخش ہو

تمہیں اندھیری راتوں نے جنم دیا ہے۔

اس لئے تمہاری آنکھوں میں ستارے روشن ہیں۔!“

”خاموش رہو....!“ دفعتاً جوزف اٹھ کر چیخا اور چاروں طرف قہقہے بلند ہوئے۔ لڑکی بھی

ہنسی ہوئی ایک طرف بھاگ گئی۔

جوزف گرجا رہا۔ ”مجھے یہ قوف بناتی ہے چھپکلی کی بچی۔ میں عورتوں کے پیچھے دم ہلانے والا

کتا نہیں ہوں۔!“

”جوزف....!“ عمران نے ہاتھ ہلا کر سخت لہجے میں کہا۔ ”بیٹھ جاؤ۔!“

”بب.... باس....!“ جیسے جوزف کو ہوش آ گیا ہو۔

”بیٹھو....!“

جوزف نڈھال سا ہو کر کرسی پر گر گیا۔

لوگ اب بھی قہقہے لگا رہے تھے اور لڑکی دور ایک گوشے میں تھرک رہی تھی۔

اچانک صفدر چونک پڑا کیونکہ اُسے ایک جگہ وہی سرخ ٹائی والا نظر آیا تھا جس کا تعاقب کرتا

ہو اودہ ایئر پورٹ سے یہاں تک آیا تھا اور شاید اسی کے لئے عمران نے بھی اتنا کھڑاگ پھیلایا تھا۔

مرنے والے کا سوٹ کیس اب بھی اس کے پیروں کے پاس رکھا ہوا تھا۔ صفدر نے سر کیس پہچاننے میں غلطی نہیں کی تھی۔ مگر مجھ کی کھال کا سیاہ سوٹ کیس!۔  
 صفدر نے عمران کی توجہ بھی اس کی طرف مبذول کرائی۔  
 ”تمہیں یقین ہے کہ یہ وہی سوٹ کیس ہے!“ عمران نے پوچھا۔  
 ”مجھے یقین ہے.... میری آنکھیں بہت کم دھوکا کھاتی ہیں!“  
 ”تب پھر اس کا یہ مطلب ہے کہ یہ آدمی اس وقت سے باہر نکلا ہی نہیں!“ عمران تشویش کن لہجہ میں کہا۔

صفدر کچھ نہ بولا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”یہ آدمی بھی خطرے میں ہے!“  
 ”کیوں....!“

”بھلا وہ آدمی جہاز کی سیٹر ہیوں سے گر کر کیوں مر گیا تھا.... اور سوٹ کیس تھانے کی نہیں پہنچا۔ قاعدے سے مرنے والے کی ایک ایک چیز پر فی الحال پولیس کا قبضہ ہونا چاہئے تھا!“  
 ”ہاں یہ تو ہے....!“

”ہو سکتا ہے کہ اسی سوٹ کیس کی وجہ سے اس کی جان گئی ہو۔“  
 ”ہونے کو بہت کچھ ہو سکتا ہے عمران صاحب.... لیکن آخر یہ چکر کیا ہے!“  
 ”تم نے پھر وہی سوال کیا؟ حالانکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں تمہاری ہی طرح اندھیر میں ہوں۔ بس جتنا کہا جا رہا ہے اسی کے مطابق کسی مشین کی طرح عمران بھی چل پڑا ہے!“  
 صفدر خاموش ہو گیا۔ لیکن اس کا عمران کے بیان سے اطمینان نہیں ہوا تھا۔  
 ”اس پر نظر رکھو....!“ عمران نے کہا۔

”لیکن جیسے وہ ختم ہو گیا تھا اسی طرح یہ بھی ختم ہو سکتا ہے!“  
 ”ضروری نہیں ہے.... یہ کافی محتاط معلوم ہوتا ہے۔ تم شاید یہ سمجھتے ہو کہ اس وہ تمہارے ہی خیال دلانے سے مجھے اس کی موجودگی کا علم ہوا ہے!“  
 ”پھر....؟“

”میں اُسے دیر سے دیکھ رہا ہوں۔ یہ ویڈیوں کی لائی ہوئی چیزیں پہلے انہیں ہی چکھا دیتا ہے۔ خود کھاتا پیتا ہے۔ چونکہ یہ بڑے آدمیوں کا کلب ہے اس لئے ویڈیو کی ایسی حرکات پر حیرت بھی نہ

ہوتی۔ وجہ یہی ہے کہ ان کی دانست میں یہاں اُس سے بھی زیادہ وہی اور سبکی آدمی آتے ہیں!“  
 ”تو کیا آپ اس کا سوٹ کیس ہتھیا نے کی فکر میں ہیں!“  
 ”مفت ہاتھ آئے تو نہ لیا گیا ہے!“ عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔  
 ”مطلب یہ کہ ابھی تم لال ٹائی والے کے اصل ٹھکانے تک نہیں پہنچے۔ میرا خیال ہے کہ وہ کسی قسم کا خطرہ ہی محسوس کر کے یہاں آجما تھا اور اب بھی یہیں موجود ہے۔ ایئر پورٹ سے یہاں تک وہ کیسے آیا تھا!“  
 ”ٹیکسی میں....!“

”ہوں.... تمہیں اب پھر اس کا تعاقب کرنا ہے۔ لیکن تعاقب کرنے سے پہلے اپنی مونچھیں نکال دینا۔ تاکہ رانا تہوہر علی کے سیکرٹیری کی حیثیت ختم ہو جائے!“  
 ”پتہ نہیں کیا چکر ہے!“ صفدر بڑبڑایا۔

”ایک بات ذہن نشین کر لو.... اگر اس بھری لڑکی کو یہ معلوم ہو گیا کہ کل رات دکلش میں ہم ہی دونوں تھے تو ہماری کھوپڑی میں یہیں سوراخ ہو جائیں گے!“  
 ”اوہ....!“ صفدر سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکڑ کر رہ گیا۔ چند لمحے پلکیں جھپکاتا رہا پھر بولا۔ ”تب جوزف سے یہ چیخڑ چھاڑ!“

”اتفاق یہ بھی ہو سکتی ہے.... یہ بڑی دلچسپ جگہ ہے۔ صفدر صاحب.... رانا تہوہر علی صاحب صندوقی یہاں اکثر آتا رہتا ہے!“

”مگر ملازمین کے انداز سے تو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ آپ کو پہچانتے ہوں!“  
 ”یہاں ملازمین بدلتے رہتے ہیں۔ باہر جتنے موجود تھے اُن میں سے کوئی بھی مجھے نہیں پہچانتا تھا لیکن یہاں اندر تو میرے خاص آدمی بھی موجود ہیں ورنہ میں سنگترے کا شربت نہ پی رہا ہوتا۔ حالانکہ بوتلوں پر پرنگالی شرابوں کے لیبل موجود ہیں!“  
 صفدر نے ایک طویل سانس لی اور اب یہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ عمران ضرور نا بھی نہیں پی سکتا۔

”مگر یہاں آپ کا کیا کام....!“  
 ”ملک و قوم کے دشمن جھونپڑیوں اور چھوٹے چھوٹے مکانوں میں نہیں ملتے!“



صنذر پھر خاموش ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد بولا۔ ”اگر جوزف والا واقعہ اتفاقیہ نہ ہوا تو۔۔۔“  
 ”دیکھا جائے گا۔“ عمران نے لاپرواہی کے اظہار میں شانوں کو جنبش دی۔ ”رانا تہور،  
 صندوق تو چوہے دان میں نہیں مر سکتا۔ ویسے یہ جگہ ایسی ہی ہے۔ پچھلے دنوں یہاں ایک بڑا شاندار  
 واقعہ پیش آیا تھا۔ ایک ڈاڑھی والے نواب صاحب تشریف رکھتے تھے ایک بڑی شہر قسم کی لڑ  
 ناچ رہی تھی۔ نواب صاحب کے قریب پہنچ کر اُس نے گانا شروع کر دیا۔ افریقہ کے کسی بڑے  
 گیت کا انگریزی ترجمہ تھا۔ اچانک گاتے گاتے اس نے نواب صاحب کی ڈاڑھی پکڑ لی اس وقت  
 گارہی تھی کہ جھاڑیاں ہوا سے ہلتی ہیں۔۔۔۔ یہ منظر اُس نے ڈاڑھی ہلا کر دکھایا۔ نواب صاحب  
 بدک کر اچھلے اور لڑکی کی پشت پر ایک دھپ رسید کر دی۔ میں سمجھا تھا شاید اس پر ہنگامہ  
 ہو جائے گا۔ مگر لوگ ہنسنے لگے تھے۔ پھر یہ منظر دیکھنے میں آیا کہ نواب صاحب اپنی چہر  
 سنبھالے سارے ہال میں اُس کے پیچھے دوڑتے پھرتے رہے۔ لڑکی دوڑ رہی تھی آرکسٹرا بج رہا  
 اور لڑکی کا گیت بھی جاری تھا۔ مجھے بچاؤ۔ نواب صاحب بوڑھے تھے اور لڑکی بے حد پھرتیلی  
 وہ ہر بار ان کی چھری کی زد سے نکل جاتی تھی۔ اس کا جنگلی گیت بھی جاری تھا اور لوگ بے تحاشہ  
 ہنس رہے تھے۔ آخر نواب صاحب اسی طرح دوڑتے ہوئے ایک بار ہال سے باہر ہی نکل گئے۔  
 وہ زیادہ اچھل کود مچاتے تو شاید اٹھا کر باہر پھینک دیئے جاتے۔ یہاں کی تفریح یہی ہے۔ اس وقت  
 جوزف بھی ان کی تفریح کا باعث بن گیا۔ لیکن میں نے اُسے قابو میں رکھا۔“

”خاصی دلچسپ جگہ ہے۔۔۔۔ اب جب بھی تشریف لائے رانا صاحب اس خادم سیکریٹری  
 نہ بھولے۔“ صنذر نے مسکرا کر کہا۔ پھر ایک بیک سٹیجہ نظر آنے لگا۔ وہ کنکھیوں سے سرخ  
 والے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے عمران کی طرف دیکھا جو سرخ نائی والے کے پاس دو فو  
 آفیسروں کو کھڑا دیکھ کر ٹھنڈی سانسیں بھرنے لگا۔ ایک فوجی نے سوٹ کیس اٹھایا اور دوسرا  
 نائی والے سے کچھ کہنے لگا۔

”اٹھو۔۔۔۔“ صنذر نے عمران سے پوچھا۔

”نہیں پیارے۔۔۔۔!“ وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”ٹھنڈک۔۔۔۔ مجھے غلط فہمی ہوئی تھی  
 ”کیا مطلب۔۔۔۔!“

”کچھ نہیں۔۔۔۔ تم شیریں بیو گے یا شیرا۔۔۔۔ یہاں شاید بکری اور بکرا بھی مل جائیں۔ چلو

نہیں اگر ایک طرف سے ٹھنڈک نصیب ہوئی ہے تو دوسری طرف سے یقیناً۔۔۔۔ یقیناً۔۔۔۔  
 اور۔۔۔۔ وہ پھر آ رہی ہے۔!“

صنذر مڑا۔۔۔۔ لڑکی تھرتھاتی ہوئی پھر اُدھر ہی آ رہی تھی۔

”باس۔۔۔۔ میں پاگل ہو جاؤں گا۔!“ جوزف غرایا۔

”نہیں۔۔۔۔ تم اٹھ کر کام شروع کر دو۔۔۔۔ پانچ سو ڈنڈ۔۔۔۔ اور دو ہزار بیٹھکیں۔!“

”نہیں۔۔۔۔ باس۔۔۔۔ نہیں۔۔۔۔ مجھے بخار چڑھ آیا ہے۔!“

بہری لڑکی پھر جوزف کی میز کے قریب رک کر تھرتھاتی لگی۔

”اے۔۔۔۔!“ دفعتاً عمران غرایا۔ ”تم ہماری توہین کر رہی ہو۔! ہماری موجودگی میں ہمارے

ملازمین سے دل لگاتی ہو۔ آنکھیں لڑاتی ہو۔ ہماری ریاست میں ہو تیں تو ہم تمہیں بتاتے۔!“

دفعتاً لڑکی اس کی طرف مڑی اور گانے لگی۔

”تم خزاں کے بول ہو اور وہ آبنوس کا ہر ابھر اور خست ہے

تم ایک خارش زدہ مرغ ہو اور وہ چمکدار پہاڑی کو اے

تم جھلسا دینے والی دو پہر ہو

اور وہ ایک ٹھنڈی اندھیری رات ہے

پھر بتاؤ میں تمہیں کیسے چاہوں۔!“

ایک بیک عمران بھی اٹھ کر انگریزی میں حلق پھاڑنے لگا۔ اُس کے انداز سے ایسا ہی معلوم

ہو رہا تھا جیسے بہت زیادہ نشہ ہو گیا۔ وہ گارہا تھا۔

”تم بیٹھے پانی کی ایک سبک روندی ہو

اور میں ایک پیاسا ارنابھینسا ہوں

ایک یتیم اور لاوارث بچہ

جس کی ماں دکن کی طرف چلی گئی ہو اور باپ اتر کی طرف چرتے چرتے دونوں نہ جانے

کہاں جا نکلے ہوں

کیا تم مجھے ایک گھونٹ بھی نہ دو گی

تم میری ماں ہو

میں تمہارا باپ ہوں....!“

قبیلہوں سے چھت اڑی جا رہی تھی۔ لڑکی بھی ہنس رہی تھی۔ جوزف بھی ہنس رہا تھا۔ اب بھی تھر کے جا رہی تھی اور آرکسٹرکان پھاڑ رہا تھا۔

عمران بیٹھ گیا اور اس کے چہرے پر سچ مچ قہقہے برسنے لگی تھی۔

اب صفدر کو سرخ نمائی والے کا ہوش آیا۔ وہ کرسی کی پشت سے نکلا ہوا سگار پی رہا تھا۔ کیس اور دونوں فوجی غائب تھے۔“

”کیا تم نہیں بیو گے۔“ دفعتاً لڑکی نے جوزف سے پوچھا۔

”ماہ....!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں دھاڑا۔

”تم پر پھنکار.... خدا کرے تم بھی جلدی سے سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں پہنچ جاؤ سانپ بن کر....!“ اس نے کہا بوتل اور گلاس سینے اور تھرتھرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

جوزف کانپ رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے جاڑا دے کر بخار آگیا ہو۔ چہرہ سُت گیا آنکھیں خوفزدہ تھیں۔ وہ اٹھ کر اُسی طرح کانپتا ہوا عمران کی میز کے قریب آیا۔

”بھاگ چلو گورنر....!“ اس نے کانپتی ہوئی اور خوفزدہ آواز میں کہا۔ ”وہ کوئی بُری ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اُس نے مجھے بد عادی تھی.... میرے مالک سرکنڈوں کی جھاڑیاں

”کیا بکواس ہے....!“

”سرکنڈوں کی جھاڑیوں میں ان کی روحمیں سانپ بن کر رہتی ہیں جن کی مٹھا مٹھا چچا جاتا ہے۔“

”کیا تمہیں شراب کی بو سے بھی نشہ ہو جاتا ہے۔“ عمران نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ ”نہیں باس اس نے بد عادی ہے۔ میرے مالک آج بدھ کی رات ہے۔ ارے باپ۔

جوزف اور تیزی سے کانپنے لگا۔

”بیٹھو....!“ عمران اس کی میز کی طرف اشارہ کر کے غرایا۔

”رحم.... رحم میرے مالک.... آج بدھ کی رات ہے.... مٹھا مٹھا....!“

”ہمارے ملک میں مٹھا مٹھا نہیں چلے گی۔ کیونکہ یہاں ہر وقت اس کا سینہ ہوا چیرتے رہتے ہیں۔ بیٹھو.... اس طرح نہ کانپو ورنہ بد ہنسی ہو جائے گی۔“

”ہنسنے بھی ہو سکتا ہے گورنر....!“ جوزف ہانپتا ہوا بولا۔ ”مٹھا مٹھا....!“

”یہاں میں اٹھوں اور یہیں شروع کر دوں۔“ عمران نے اُسے دھمکی دی اور جوزف اسی طرح ہانپتا ہوا اپنی میز کی طرف مڑ گیا۔

”یہ مٹھا مٹھا کیا بلا ہے۔“ صفدر نے عمران سے پوچھا۔

”دریائے کانگو کے کنارے بسنے والوں کا دیوتا....!“ عمران بولا۔ ”تم اسے طوفان کا دیوتا بھی کہتے ہو! ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ جو لوگ اس دیوتا کی نذر ہوتے ہیں۔ ان کی روحمیں

کنڈوں کی جھاڑیوں میں سانپ بن کر رہتی ہیں۔“

”ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس کا دم ہی نکل جائے گا۔“ صفدر جوزف کی طرف دیکھ کر ہنسا۔ ”پتہ نہیں یہ جانور کہاں سے آپ کے ہاتھ لگا۔“

”بے حد ضعیف الاعتقاد ہوتے ہیں۔ شیروں سے لڑ جائیں گے۔ مگر مٹھا مٹھا جیسے توہمات سے ان کا دم نکلتا رہے گا۔“

تھوڑی دیر تک خاموشی ہی رہی پھر صفدر نے کہا۔ ”اب ہم یہاں کیا کر رہے ہیں اب تو سوٹ بس بھی نکل گیا۔“

”اب ہم یہ سوچنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ یہ لڑکی واقعی بہت حسین ہے۔“ عمران نے مٹھی سانس لے کر کہا۔

”خدا رحم کرے اس کے حال پر....!“

اتنے میں صفدر نے دیکھا کہ سرخ نمائی والا بھی اٹھ کر جا رہا ہے۔

”وہ جا رہا ہے۔“ اس نے آہستہ سے کہا۔

”جانے دو....!“ عمران کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

صفدر بیک وقت بہت سے سوالات اس کے سامنے رکھنا چاہتا تھا مگر یہ سوچ کر خاموش رہ جاتا تھا کہ جوابات اوٹ پٹانگ ہی ہوں گے۔ لہذا اپنا مغز چٹوانے سے کیا فائدہ!

”ہم شاید یہاں رات گزارنے کے لئے آئے ہیں۔“ صفدر نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

”اٹھو یا....!“ عمران جھنجھلا کر بولا۔ ”ایسا سیکرٹری نہیں چلے گا۔“

وہ اٹھا اور پھر بیٹھ گیا۔ کیونکہ ابھی اسے بل کی قیمت ادا کرنی تھی۔ اسے اٹھتے دیکھ کر وہی دیٹر

ان کی طرف جھپٹا تھا جس نے شراب کی کشتی لگائی تھی۔

بل ادا کر کے عمران اٹھ گیا اور صفدر نے جوزف کے چہرے پر اطمینان کی لہریں دیکھیں باہر آئے۔ ڈرائیور نے ان کے لئے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر بیٹھ گئے۔ جوزف ڈرائیور کے برابر جا بیٹھا اور کار چل پڑی۔

”کیوں زین خاں....!“ عمران نے ڈرائیور کو مخاطب کیا۔ ”کیا باہر ملٹری کانٹریکٹ آیا تھا!“

”جی ہاں....!“

”کتنے آدمی رہے ہوں گے اس پر....!“

”دس بارہ جناب....!“

”سب مسلح تھے۔!“

”جناب....!“

پھر سکوت طاری ہو گیا۔

کار چلتی رہی تھوڑی دیر بعد یکایک جوزف ہوائی فائر کرنے لگا۔

”ارے.... ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔!“ عمران بوکھلا کر بولا۔

”میں اپنا خوف دور کر رہا ہوں۔!“ جوزف نے سادگی سے جواب دیا۔

”اوہا تھی کے پٹھے دونوں ریو اور مجھے دے دو ورنہ ہم سب گاڑی سمیت بند کر دیئے جائیں گے سڑک سنسان تھی ورنہ سچ مچ وہ کسی پریشانی میں پڑ جاتے۔

”تیزی سے نکل چلو زین خان....!“ عمران نے کہا۔

”بہتر جناب....!“

تھوڑی دیر بعد صفدر بولا۔ ”عمران صاحب ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ کوئی گاڑی پیچھے ہے۔

”میں جانتا ہوں....!“

”پولیس....!“

”توقعات کم ہیں....!“

”پھر کون ہو سکتا ہے۔!“

”انہیں مستقل ممبروں میں سے کوئی ہوگا۔ جنہوں نے آج سنجیدہ ترین رانا تہور علی صند

ہ میں گاتے دیکھا تھا۔!“

”نگانہ نے بھی ایک بار مجھے ایسی ہی بددعا دی تھی باس....!“ جوزف ان کی طرف مڑ کر نہ ہوئی آواز میں بولا۔ صفدر بڑی شدت سے بوریٹ محسوس کرنے لگا۔

”آہ.... وہ قبیلے کی چاندنی تھی باس.... مجھے چاہتی تھی لیکن مجھے پالا داروں سے فرصت ملتی تھی۔ آخر وہ انتظار کرتے کرتے تھک گئی تھی.... اور جل کر اس نے مجھے یہی بددعا دی

جو اس وقت اس سفید چڑیل....!“

”میں بھی بہت جلد ایک پالا دار کرنے والا ہوں....!“ عمران نے کہا۔

”اوہ.... کرو بھی باس....!“

”پالا دار کیا....!“ صفدر نے پوچھا۔

”ان کی زبان میں جنگی مشاورت....!“ عمران نے جواب دیا۔

کار نیو کالونی میں مڑ رہی تھی۔ صفدر نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپ نظر ہے تھے۔ اس کے علاوہ پوری سڑک سنسان پڑی تھی۔

پھر کچھ دیر بعد بیوک رانا پیلن کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی۔

کار سے اترتے وقت صفدر نے ایک لمبی سی گاڑی دیکھی جو پھانک کے پاس سے گذر رہی تھی۔

”میرا خیال ہے کہ یہی ہمارے پیچھے تھی۔!“ صفدر نے کہا۔

”رہی ہوگی۔!“ عمران کے لہجے میں لاپرواہی تھی۔

ایک بیک جوزف چونک کر اچھل پڑا اور بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔

”سانپ....!“

”کیوں دماغ خراب ہو رہا ہے.... کیا میں تمہارا سارا خوف جھاڑ دوں۔!“ عمران نے غصیلے میں کہا۔

”آہ.... بُری رو صبر میرے گرز منڈلانے لگی ہیں باس۔!“ اسکا لہجہ خوف زدہ اور دردناک تھا۔

”اندر چلو....!“ عمران نے اس کی گردن دبوچ کر دھکا دیا۔ پھر صفدر سے بولا۔ ”آج ہم

مارات بسر کریں گے۔!“

وہ بے حد حسین تھی۔ بڑی دلکش تھی اور اس کے تھرنے کا انداز ایسا تھا کہ تصور ہی سے دل میں گدگدیاں ہونے لگتی تھیں۔ صفر اس کے خیال کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کرنے لگا۔

ایک بیک اسے ایک شکستہ حال لڑکا نظر آیا جو پھانک سے گذر کر پورچ کی طرف آرہا تھا۔ اس وقت پھانک پر چوکیدار نہیں تھا۔ لڑکا ابھی آدھے ہی راستے میں تھا کہ ایک ملازم نے اُسے لکارا۔  
”آئے دو!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

لڑکا قریب آگیا۔ لیکن پھر وہ برآمدے کی سیڑھیوں ہی پر رک گیا۔

”کیا بات ہے.... آؤ....!“ عمران نے نرم لہجے میں کہا۔

لڑکا اوپر آگیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”یہاں کوئی جوزف صاحب ہیں ان کے نام میرے پاس ایک خط ہے۔!“

”لاؤ۔“

عمران نے ہاتھ بڑھا دیا۔ لڑکے نے اپنے پھٹے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب سے ایک لفافہ نکالا۔ صفر اُسے کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ لفافہ نیلے رنگ کا تھا اور اس پر سیاہ روشنائی سے مسٹر جوزف تحریر تھا۔

”کس نے دیا ہے۔!“ عمران نے پوچھا۔

”ایک میم صاحب تھیں!“ لڑکے نے جواب دیا۔ ”انہوں نے مجھے ایک اٹھنی دی تھی جی ہاں!“  
”کہاں ملی تھی۔!“

”تیرھویں سڑک پر انہوں نے آپ کا پتہ بتایا تھا۔“

عمران نے بھی جیب سے اٹھنی نکال کر اسے دی۔

پھر لڑکے کے چلے جانے پر اس نے جوزف کو طلب کیا۔

”یہ تمہارا خط ہے۔!“

”میرا خط باس....!“ جوزف نے حیرت سے کہا۔

”ہاں.... کیا تمہیں پڑھنا آتا ہے....؟“

”تھوڑا بہت.... مگر مجھے یہاں کون خط لکھے گا.... میں تو کسی کو بھی نہیں جانتا۔!“

”اُسے کھول کر پڑھو....!“



معاملہ اسی رات پر نہیں ٹل گیا تھا۔ صفر کو دوراتیں رانا پیلس میں گذارنی پڑیں۔ وہاں کے ملازمین اس طرح عمران کا ادب کرتے تھے جیسے وہ سچ بچہ رانا تہور علی صندوقی ہو اور ہمیشہ یہیں رہتا ہو۔ جوزف بھی ساتھ ہی تھا۔ اُسے ڈنڈ پلٹے اور کراہتے دیکھ کر صفر بے تحاشہ قہقہے لگاتا اور کبھی عمران کی اس حماقت پر سر پیٹ لینے کو دل چاہتا۔ آخر جوزف جیسے ناکارہ آدمی کو رکھنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ اس رات اگر واقعی سڑک سنسان نہ ہوتی تو فائروں کی آوازیں انہیں حوالات تک تو پہنچا ہی دیتیں۔

عمران تین دن سے نہ خود اپنے فلیٹ میں واپس آیا تھا اور نہ صفر ہی کو آفس جانے دیا تھا۔ یا تو وہ دونوں مختلف تفریح گاہوں میں چکر لگاتے رہتے یا ان کا وقت رانا پیلس ہی میں گذرتا۔

پچھلی رات وہ بڑے آدمیوں کے ٹائٹ کلب میں بھی گئے تھے لیکن صفر کو وہاں بہری رقصہ نہیں نظر آئی تھی۔ اس کی جگہ اپنی عورت تھرک رہی تھی۔ جوزف بھی ساتھ تھا لیکن دوسری رقصہ کو دیکھ کر اس کی آنکھوں سے خوف غائب ہو گیا تھا وہ خوش نظر آنے لگا تھا۔ چپکے لگا تھا اور واپسی پر اُس نے عمران سے ایک بوتل کی فرمائش کی تھی۔

وہ کلب سے واپس آگئے تھے اور اب تک کوئی خاص بات ظہور میں نہ آئی تھی۔ اس وقت ناشتے کی میز سے اٹھے تھے اور برآمدے میں بیٹھے اونگھ رہے تھے۔ صفر کی تو یہی کیفیت تھی۔ عمران کا جو حال رہا ہو۔ پچھلی رات وہ تقریباً ڈھائی بجے کلب سے واپس آئے تھے اور پھر صبح انہیں جلد ہی اٹھ جانا پڑا تھا۔

ٹھیک چھ بجے وہاں زوردار آواز والا گھنٹہ بجتا تھا اور اس کی آواز اس وقت تک جاری رہتی تھی جب تک ایک ایک فرد بیدار نہیں ہو جاتا تھا۔ صفر نے اس حماقت کی وجہ پوچھی اور عمران نے اسے بتایا تھا کہ رانا تہور علی صندوقی کی بیداری کا یہی وقت ہے خواہ ایک ہی گھنٹہ پہلے سویا ہو۔

صفر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنے سے بور ہو رہا تھا۔ دفتر میں کم از کم بزنس کے کاغذات تو سامنے ہوتے تھے اور اس کا ذہن الجھا رہتا تھا۔ یہاں تو بس بیکاری میں اس بہری لڑکی کا تصور اس کے ذہن پر اس بُری طرح مسلط ہو کر رہ گیا تھا کہ اسے بعض اوقات خود پر غصہ آنے لگتا تھا۔

”اگر نہیں جاتا تو یہ بد دعائیں..... میرے مالک.....!“ وہ خاموش ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پیٹنے لگا۔ صفدر کو ہنسی آگئی۔ لیکن عمران نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔

”کیوں تم جانے سے کیوں ڈر رہے ہو.....؟“

”اس نے لکھا ہے کہ میں تمہیں چاہتی ہوں۔!“ جوزف نے اس طرح کانپتے ہوئے جواب دیا جسے ”چاہنا“ بھی مار ڈالنے کی دھمکی ہو۔

”کاش وہ ہمیں چاہتی ہوتی جوزف.....!“ عمران ٹھنڈی سانس لے کر دردناک آواز میں بولا۔

”تو پھر اس سے کہو باس کہ وہ تمہیں چاہنے لگے۔!“ جوزف نے خوشامدانہ لہجے میں کہا۔

”اس سے ملو اور اُسے اس بات پر آمادہ کرو کہ وہ مجھے چاہنے لگے۔!“ عمران نے کہا۔

”میں اکیلے تو ہر گز نہ جاؤں گا۔!“ جوزف گڑ گڑایا۔

”نہ جاؤ گے تو تمہاری کھوپڑی میں گی گوڈا کے اُلوی روح گھس جائے گی۔!“

”باس.....!“ جوزف اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر چیخا۔

”مگر میں کوئی بڑی روح نہیں ہوں۔ تم اچھی طرح جانتے ہو۔!“ عمران نے برا سامنہ بنا کر

کہا۔ ”کانوں سے انگلیاں نکالو..... ٹھیک..... تمہیں آج اس سے ملنا پڑے گا۔ سمجھے...! نہ ملے تو

کل سے پانچ ہزار ڈنڈ اور پندرہ ہزار بیٹھکیں۔!“

”ارے مر گیا.....!“ جوزف آنکھیں میچ کر کر رہا۔

”تمہیں جانا پڑے گا۔!“

”میرے باپ نے کہا تھا۔!“ جوزف گلوگیر آواز میں بولا۔ ”عورت سے ہمیشہ دور رہنا۔ ورنہ

تمہاری کھال ہڈیوں سے لپٹ کر رہ جائے گی۔!“

”لیکن میں اُسے ہڈیوں پر سے بھی اتار لوں گا۔!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”بس جاؤ۔!“

جوزف بھرائی ہوئی آواز میں کچھ بڑبڑاتا اندر چلا گیا۔

”اس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا.....!“ صفدر بولا۔

”اندھیرے اور اجالے کی کہانی۔“ عمران مسکرایا۔ ”بس دیکھتے جاؤ..... یہ حالات میری کھوپڑی

کو بھی قلابازیاں کھلا رہے ہیں۔ اس لڑکی کا کلب میں پایا جانا ہی میرے لئے قطعی غیر متوقع تھا۔!“

”آپ کے لئے وہ غیر متوقع تھا اور میرے لئے یہ غیر متوقع ہے کہ دکشا کی کوئی لڑکی پیشہ ور

جوزف نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے لفافہ چاک کر کے خط نکالا۔ لیکن تحریر پر نظر ڈالنے ہی اس کا چہرہ ادھ کچی جامنوں کا سانگل آیا۔ یہ کیفیت انتہائی غصے کے عالم میں ہوتی تھی۔ صفدر اُسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اُس نے اس کے چہرے پر پھر ہوائیاں اڑتی دیکھیں۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے خط عمران کی طرف بڑھادیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

”دیکھو..... باس.....!“

عمران نے تحریر پر نظر ڈالی اور صفدر کی طرف بڑھاتا ہوا مردہ سی آواز میں بولا۔

”میں تو سمجھا تھا کہ وہ رانا تہور علی صندوق کو پسند کرے گی۔!“ تحریر تھی۔

”پیارے چمکدار کوے!“

میں تمہیں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں تمہیں بے حد چاہتی ہوں۔ کلب میں تم خواہ مخواہ

مجھ سے خفا ہو گئے تھے اور میں نے جل کر تمہیں بد وعادی تھی۔ اسے یاد رکھو کہ اگر تم نے میری

محبت کا جواب محبت سے نہ دیا تو میری بد دعا اپنی جگہ پر اٹل رہے گی۔ میرے دل کو سمجھنے کی

کوشش کرو۔ اپنے چہرے کی سیاہی پر نہ جاؤ..... مجھے ہر کالی چیز بہت پسند ہے۔ کالے جوتے سے

لے کر سیاہ فام جوزف تک۔! اگر آج شام کو تم گرین پارک میں مجھ سے نہ ملے تو میں تمہیں اس

سے بھی زیادہ بُری بد دعائیں دوں گی۔

مثلاً سانپ اور چھچھوندور والی بد دعا۔ مرغ اور گیدڑ والی بد دعا..... دودھ اور شکر قد والی

بد دعا۔ اس لئے آج ضرور ملو..... ورنہ میں تمہاری قبر پر بھی دوپہر کی چیل کی طرح منڈلاتی

رہوں گی اور تمہاری ماں تمہاری سوکھی کھوپڑی میں پانی پئے گی۔

فقط

کلب والی بد روح“

”یہ کبواس ہے۔!“

صفدر نے غصیلے لہجے میں کہا جسے اتفاق سے بہری لڑکی کے اس غلط انتخاب پر غصہ آگیا تھا۔

”تم بڑے خوش قسمت ہو جوزف.....!“ عمران نے شاہانہ انداز سے کہا۔ ”ہم خوش ہیں.....!“

”میں مر جا رہا ہوں باس.....!“

”کیوں..... کیا ہوا؟“

نہیں معلوم ہوتا تھا۔

وہ شام کا ایک اخبار کھولے ہوئے کبھی کسی بچ پر جا بیٹھتا.... اور کبھی ہری بھری گھاس پر....  
چھ بچے جوزف نظر آیا جو سفید لباس میں دور ہی سے چمک رہا تھا۔

پھر تھوڑی ہی دیر بعد بھری لڑکی بھی دکھائی دی۔ صفدر اٹھ کر ٹہلنے لگا تھا کہ ان سے قریب  
ہی رہ سکے۔ لڑکی تنہا تھی اور جوزف کی طرف تیر کی طرح آ رہی تھی۔

صفدر نے قریب سے جوزف کا حلیہ دیکھا۔ اس کے چہرے پر زلزلے کے آثار تھے۔  
لڑکی اس کے قریب پہنچ کر چپکی۔ ”ہلو.... گریٹ مین.... میں تو سمجھی تھی کہ تم نہ آؤ گے۔  
آؤ.... ادھر بیٹھو....!“

دونوں ایک خالی بچ پر بیٹھ گئے۔ صفدر نے محسوس کیا کہ وہ آس پاس والوں کی توجہ کا مرکز بن  
گئے ہیں۔ اس نے بھی قریب ہی گھاس پر بیٹھ کر اخبار پھیلا دیا۔ وہ اس وقت خالی الذہنی کی بہترین  
اینگنگ کر رہا تھا۔ اس کی نظریں اخبار پر تھیں اور کان ان کی آوازوں کی طرف۔!

”کیا تم مجھ سے خفا ہو!“ لڑکی نے جوزف سے پوچھا۔  
”دیکھو مسی!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں ایک سیدھا سادہ فائٹر ہوں۔ مجھے اس  
سے پہلے کبھی محبت کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ تم میرے پاس سے کیوں محبت نہیں کر لیتیں۔!“  
”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا!“ لڑکی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ ”مجھے تم سے محبت ہے۔!“  
”وہ تو ٹھیک ہے.... مگر.... میں....!“

”تمہارا پاس تمہیں کیا دیتا ہے؟“

”مہینے میں پینتالیس بوتلیں.... کھانا.... کپڑا.... اور کیا چاہئے۔!“  
”میں تمہیں اس سے بہتر ملازمت دلوا سکتی ہوں۔ مہینے میں سو بوتلیں، کھانا، کپڑا اور کچھ نقدی بھی۔“  
”میں تو صرف اسکی ملازمت کرتا ہوں جو مجھے فری اسٹائل ریسٹنگ یا بوکنگ میں شکست دے سکے۔“  
”اس نے تمہیں شکست دی تھی۔!“ لڑکی نے متحیرانہ لہجے میں پوچھا۔

”یقیناً.... اور مجھ جیسے دس آدمیوں کو بیک وقت شکست دے سکتا ہے۔ وہ کسی ار نے بھینسے

کی طرح ٹھوس اور مضبوط ہے۔!“

”تم کو اس کر رہے ہو....!“

ر قاصہ بھی ہو سکتی ہے۔!“

”دلکشا کے متعلق تمہاری معلومات سیکنڈ ہینڈ ہیں۔ تم چھ ماہ پہلے کی بات کر رہے ہو۔!“  
”کیا مطلب....!“

”جن لڑکیوں کی بات تم کر رہے تھے وہ آج کل یہاں نہیں ہیں۔ پورا خاندان باہر ہے اور  
دلکشا کرائے پر اٹھادی گئی ہے اور اب یہاں جو خاندان آباد ہے اس میں سب کسی نہ کسی قسم کے  
آرٹسٹ ہیں۔!“

”اوہ.... یہ بات ہے۔! تب تو کوئی بات بھی غیر متوقع نہیں ہے۔!“

”ایک بات اور الجھن پیدا کر رہی ہے۔!“ عمران نے کہا۔

”وہ کیا....؟“

”جب وہ آگے سماعت استعمال کرتی ہے تو اس نے اس رات میں ہمیں چیخنے پر کیوں مجبور کیا تھا۔!“  
”اوہ.... اس کے بارے میں تو میں بھی کئی بار سوچ چکا ہوں۔!“

”مگر وہ ساؤنڈ پروف تھا۔ اس لئے آواز باہر نہیں جاسکتی تھی۔ مگر اب یہ بھی سوچنا پڑے گا کہ  
اُسے ساؤنڈ پروف کب بنایا گیا تھا۔ وہ پہلے ہی سے ایسا تھا یا عمارت کے کرایہ پر اٹھ جانے کے بعد  
اسے ساؤنڈ پروف بنایا گیا تھا۔!“

”بیکار ہے عمران صاحب....!“ صفدر سر ہلا کر بولا۔ ”اگر پورے حالات سے آگاہی ہو تو ان  
پر غور کر کے نتائج بھی اخذ کئے جاسکتے ہیں۔ ورنہ.... اس طرح۔!“

”پھر دیکھیں گے....!“ عمران نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میں اس وقت صرف اونگھنے کے موڈ  
میں ہوں۔!“

”صرف ایک بات....! جوزف کو آپ کیوں بھیج رہے ہیں۔ وہ نرا گاؤ دی ہے اگر اس نے  
ہمارا راز ظاہر کر دیا تو۔“

”اسے ہینڈل کرنا مجھے خوب آتا ہے.... کام کی بات سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھے گا۔!“



گرین پارک میں صفدر جوزف کا منتظر تھا وہ اس سے ایک گھنٹہ پہلے وہاں پہنچا تھا۔ یہاں آنے  
سے پہلے عمران نے اس کے چہرے کی خاصی مرمت کی تھی اور اب وہ رانا تہور علی کا سیکریٹری

اس کا باپ بھی یقیناً اچھا آدمی رہا ہو گا۔!

”اچھا جوزف تم پر شامبا۔۔۔۔!“

”مس۔۔۔!“ جوزف خوفزدہ آواز میں چنچا اور آس پاس کے لوگ چونک پڑے۔ مگر لڑکی اس سے لاپرواہ معلوم ہو رہی تھی کہ ایک پبلک پارک میں ہے۔

”کچھ بھی ہو تمہیں میرے پاس آنا پڑے گا۔ ورنہ میں تمہیں اسی طرح بددعائیں دیتی رہوں گی۔!“

”نہیں۔۔۔۔ مسی بددعائیں نہیں۔!“ وہ جلدی سے بولا۔ ”میں سوچوں گا۔۔۔۔ سوچ کر جواب دوں گا۔!“ جوزف بہت زیادہ نڈھال نظر آنے لگا۔



دوسرے دن عمران جوزف سے کہہ رہا تھا۔ ”تمہیں اس کی ملازمت کرنی پڑے گی۔!“

”باس۔۔۔۔!“ جوزف چنچا۔ ”کوئی عورت مجھے حکم نہیں دے سکتی۔!“

”اے تو کیا میں عورت ہوں۔!“

”میں اس سفید چڑیل کی بات کر رہا ہوں۔!“

”خبردار وہ سفید گھبری ہے اور کالے پہاڑ سے عشق کرتی ہے۔ جوزف بکواس بند تم اسے یوں سمجھو کہ وہ میرے دشمنوں کی پارٹی سے تعلق رکھتی ہے۔ تم نوکر میرے ہی ہو لیکن کچھ دن اُس کے ساتھ کام کرو گے۔ تم سے وہ جو کام بھی لینا چاہے اس کی اطلاع مجھے دیتے رہنا۔ کیا سمجھے۔!“

”اوہ۔۔۔۔ تو یہ کیوں نہیں کہتے باس۔ میں ضرور جاؤں گا۔!“ جوزف خوش ہو کر بولا۔

”تمہارے دشمنوں کی کھوپڑیاں چباؤں گا۔!“

”لیکن اسے میرے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہونے پائے۔!“

”ہرگز نہیں باس۔۔۔۔ اندھیرے کے شکار میں مجھے بڑا مزہ آتا ہے۔۔۔۔ میں ضرور جاؤں گا اور آج ہی جاؤں گا۔!“

”کہاں جاؤ گے۔!“

”وہ آج شام کو اپنا پتہ بھجوائے گی۔ اُس نے کہا تھا کہ اگر نوکری کا فیصلہ کرو تو اسی پتہ پر آ جانا۔!“

لیکن اسی شام کو عمران نے ایک بار پھر صفدر کو چکر میں ڈال دیا۔ اس کے ہاتھ میں شام کا ایک اخبار تھا۔ اُس نے اسے ایک اشتہار دکھایا جس کی سرخی تھی۔

”یقین کرو مسی۔۔۔۔ اس نے عیال میں مجھے شکست دی تھی۔!“

”عیال۔۔۔۔ کیا وہ افریقہ ہو آیا ہے۔!“

”ہر تیسرے سال جاتا ہے۔۔۔۔ بہت دولت مند آدمی ہے۔ رانا آف رنگم نگر۔۔۔۔!“

”ہو گا۔۔۔۔ دولت مند۔۔۔۔ مگر ہے کتھوس۔۔۔۔ مہینے میں صرف پینتالیس بوتلیں۔۔۔۔ چھی

چھی۔۔۔۔ کیا ڈیڑھ بوتل یومیہ سے تمہارا کام چل جاتا ہے۔!“

”نہیں چلتا۔۔۔۔ مگر پھر کیا کروں۔۔۔۔ اگر کوئی مجھے شکست دے دے۔ تب ہی میں اس کی

ملازمت چھوڑ سکتا ہوں۔ یہ میرا اصول ہے۔!“

”اگر وہ بیچاری کوئی عورت ہو تو تمہیں کیسے۔۔۔۔ شکست دے گی۔!“

جوزف کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں پھر اس نے بُرا سا منہ بنایا۔

”عورت کی نوکری۔۔۔۔ تھو۔۔۔۔!“ اس نے تنفر آمیز انداز میں زمین پر تھوک دیا۔

”تم میری تو بین کر رہے ہو۔۔۔۔ چمکدار آدمی۔۔۔۔!“

”میں کسی کی تو بین نہیں کر رہا۔۔۔۔ میں نے اپنے دل کی بات بتائی ہے۔!“

”تم عجیب آدمی ہو۔ نہ محبت کر سکتے ہو اور نہ ملازمت۔ بس پھر تم اس لائق ہو کہ تمہاری ماں

تمہاری کھوپڑی میں پانی پئے۔!“

”نہیں۔۔۔۔ مسی۔۔۔۔ نہیں خدا کے لئے بددعا نہ دو۔ مقدس باپ خوشوانے مجھے تعلیم دی

تھی کہ یہ سب توہمات ہیں ان کی پرواہ نہ کیا کرو۔۔۔۔ مگر میں ڈرتا ہوں۔ تمہیں آسمانی باپ کی قسم

اب ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا۔۔۔۔!“

”اگر تم اپنے موجودہ باس کو چھوڑ کر میرے پاس نہیں چلے آتے تو میری بددعائیں تمہارا

مقدور بن کر رہ جائیں گی۔!“

”میں کیا کروں۔۔۔۔ میں کیا کروں۔۔۔۔!“ جوزف دونوں ہاتھوں سے اپنے ننھے ننھے

گھونگریالے بال نوچنے لگا۔

”چلو شاید تم مہینے کی ضرورت محسوس کر رہے ہو۔ میں تمہیں پلاؤں گی۔!“

”نہیں مہمی۔۔۔۔ میں صرف اپنے کمرے میں پیتا ہوں۔۔۔۔ اور بہت زیادہ نشے کی حالت میں

باہر نہیں نکلتا۔ میری بھی سن لو میں کہتا ہوں میرے باس سے محبت کرو۔ وہ بہت اچھا آدمی ہے۔

”چوہے ماریے!“

”کیا مطلب....!“ صفدر نے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

”شتر مرغ مارنے کے لئے نہیں لکھا گیا!“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں سمجھتا ہوں کہ چوہے مارنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ جتنا شتر مرغ مارنا۔ لیکن آپ مجھے اشتہار کیوں دکھا رہے ہیں۔!“

”یہ کسی دوا کا اشتہار تھا جسے آنے کی گولیوں میں چوہے مارنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ عمران تھوڑی دیر تک صفدر کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر بولا۔ ”یہ پیشہ بھی بُرا نہیں رہے گا۔ جب کہ اتنی سی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔!“

”آپ کی کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!“

”کیا تمہیں یاد نہیں کہ ہماری روائگی کے وقت اس بہری قتالہ عالم نے چوہے کی فرمائش کی تھی۔“  
”اوہ.... تو اس اشتہار کا اس سے کیا تعلق....!“ صفدر کو عمران کا مینڈک یاد آگیا۔

”یہ اشارہ ہے کہ ہمیں آج وہاں پہنچنا چاہئے۔ جس رات ہم گئے تھے اُسی شام کو اس اخبار میں مینڈکوں سے متعلق ایک مضمون شائع ہوا تھا۔ وہ اشارہ تھا.... اور میں نے وہاں پہنچ کر اڑو دلارام اور دل آرا کی خدمت میں مینڈک پیش کیا تھا۔ آج چوہے کی نذر گزاریں گے۔“

صفدر کچھ نہ بولا۔ لیکن وہ اس مسئلے پر دیر تک غور کرتا رہا۔ عمران تو کبھی کا کمرے سے جاؤ تھا۔ پھر صفدر اسی کمرے میں تھا کہ دوبارہ آکر اُسے جوزف کی روائگی کی اطلاع دی۔

”پتہ دلکشا ہی کا دیا ہے۔!“ صفدر نے پوچھا۔

”ہاں....!“

”عمران صاحب.... کہیں ہم ہی دھوکا نہ کھا رہے ہوں۔!“ صفدر نے کہا۔

”کیسے....!“

”اُسے ہماری اصلیت کا علم ہو گیا ہو۔!“

”یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!“

”جوزف آخر وہ جوزف کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہے۔!“

”یہی دیکھنا ہے۔!“

”لیکن اگر ہم اس چوہے دان میں پھنس گئے تو.... مطلب یہ کہ اس ساؤنڈ پروف کمرہ میں۔“

”دیکھا جائے گا۔ میں ایسے حادثات کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہوں۔!“

عمران نے لا پرواہی سے کہا اور بات آئی گئی ہو گئی۔



جولیا کے فون کی گھنٹی بجی اور اس نے ریسیور اٹھالیا۔

”ایکس ٹو....!“ دوسری طرف سے بھرائی سی آواز آئی۔

”میں سر....!“

”دلکشا میں اس وقت کل کتنے آدمی ہیں۔!“

”کل تک دو آرٹسٹ تھے.... وہ دونوں چلے گئے۔!“

”کہاں چلے گئے۔!“

”یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ ریلوے اسٹیشن گئے تھے اور تھرٹین اپ میں بیٹھ گئے تھے۔!“

”اب کتنے آدمی ہیں۔!“

”کوئی بھی نہیں.... صرف ایک لڑکی.... اور جی ہاں آدھے گھنٹے پہلے کی خبر ہے کہ عمران کا

نیکرو ملازم جوزف بھی وہاں دیکھا گیا ہے۔!“

”آج تمہارے آدمی اس وقت تک اس عمارت کے آس پاس رہیں گے جب تک کہ میری

طرف سے کوئی دوسری اطلاع نہ ملے۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

”اُن سے کہہ دو کہ توجہ زیادہ تر عقبی پارک پر رہے۔ انہیں وہاں جو کچھ بھی نظر آئے اس

میں دخل انداز نہ ہوں۔ مثال کے طور پر اگر کسی کو دیوار پر چڑھتے دیکھیں یا غیر قانونی طور پر

عمارت میں داخل ہوتے دیکھیں۔ تو اُسے لکارنے یا روکنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر انہیں

اُدھر کی کسی کھڑکی میں شعلہ نظر آئے تو بے دریغ عمارت میں گھس پڑیں اور اس کھڑکی تک پہنچنے

کی کوشش کریں جس میں شعلہ نظر آیا ہو۔!“

”بہت بہتر....!“

”اور تم.... تمہیں بھی ایک کام کرنا ہے۔ ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلو.... تمہیں



کسی سے ایک سوٹ کیس ملے گا۔ اُسے لے کر کینے و کٹوریہ میں چلی جانا اور کسی ایسے آدمی کا انتظار کرنا جو تم سے وہ سوٹ کیس لے جائے۔ ویسے یہ بھی ممکن ہے کہ تم اُسے اپنے گھر واپس لے آؤ۔ اُسی صورت میں ہو گا جب ساڑھے گیارہ بجے تک کوئی آدمی سوٹ کیس کی طرف متوجہ نہ ہو ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے کینے و کٹوریہ سے تمہاری واپسی ہونی چاہئے۔“

”یعنی اگر کوئی ایسا آدمی نہ ملا جو سوٹ کیس کا مطالبہ کرے تو وہ سوٹ کیس میں واپس لاؤں گی۔“

”قطعاً طور پر.....!“

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جولیا..... نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ ساڑھے سات بجے تھے۔ ایکس ٹو نے ساڑھے آٹھ بجے گھر سے نکلنے کی ہدایت دی تھی۔ لیکن اُسے سوٹ کیس کھار ملے گا.....؟ اس نے وضاحت نہیں کی تھی۔

ساڑھے آٹھ بجے وہ گھر سے نکلی..... کپاؤنڈ ملے کر کے پھانک کی طرف جا رہی تھی کہ آوا آئی۔ ”ٹھہر نیے مادام.....!“

وہ چونک کر مڑی کر انا کی باڑھ کے پیچھے کوئی آدمی کھڑا تھا۔ فاصلہ تین یا چار گز رہا ہو گا۔ اُسے رکتے دیکھ کر تاریک سایہ اُس کی طرف بڑھا۔ پھر ایک ہاتھ اٹھا..... چھوٹا سا سوٹ کیس اس کے ہاتھ میں صاف دیکھا جاسکتا تھا۔

جولیا نے ہاتھ بڑھا کر سوٹ کیس لے لیا اور چپ چاپ پھانک کی طرف بڑھ گئی۔



سنائے سے اکتا کر تاریکی گویا جھینگروں کی جھانیں جھانیں کی شکل میں بول پڑی تھی۔ جیسے و دلکش کی چٹائی منزل کی ایک کھڑکی میں سبز روشنی نظر آئی۔ صفدر اور عمران جھاڑیوں سے نکل کر عمارت کی طرف بڑھے۔

بچھلی بار کی طرح آج بھی انہیں پائپ کے سہارے اوپری منزل کی کھڑکی تک پہنچنا پڑا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ کمرے کے اندر تھے۔

عمران نے سوچ بورڈ ٹنول کر کمرے میں روشنی کی۔ روشنی ہوتے ہی کھڑکی کی خلاء بھی غائب لیکن عمران نے کوئی دوسرا سوچ آن کر کے وہ سفید چادر سی بنادی جو کھڑکی کی خلاء پر پھیل گئی تھی۔ کھڑکی کے پٹ تو اس نے پہلے ہی بند کر دیئے تھے۔ کمرے میں انہیں کوئی تبدیلی نہیں نظر

ہئی۔ لیکن اچانک صفدر چونک کر آتش دان کے بت کو گھورنے لگا۔ آج اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ بڑا خوفناک معلوم ہو رہا تھا۔ صفدر نے عمران کو بھی اسی طرف متوجہ پایا وہ متحیرانہ انداز میں اپنی پیکلکس جھپک رہا تھا۔

بت کی سرخ آنکھیں..... صفدر کو ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ قہر آلود نظروں سے انہیں گھور رہا ہو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ بات اس کی سمجھ آئی کہ وہ سرخ رنگ کی روشنی تھی۔ غالباً بت کے اندر سرخ رنگ کا بلب روشن تھا۔

”تم کون ہو.....!“ یک بیک بت سے آواز آئی اور عمران بوکھلاہٹ میں جیب سے چیونگم کا پکٹ نکال کر اسے پیش کرنے دوڑا۔ پھر آتش دان کے قریب جا کر تیزی سے مڑا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر صفدر کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

صفدر (تو پہلے ہی سے دم بخود تھا اور سوچ رہا تھا کہ بُرے بھنے۔ اُسے عمران پر غصہ آنے لگا۔ کیونکہ اُس نے پہلے ہی اس سے کہا تھا۔ کہیں آج وہ کمرہ ہمارے لئے چوہے دان ہی نہ بن جائے۔ لیکن عمران نے پرواہ نہیں کی تھی۔!

دفعتاً صفدر چونک پڑا۔ کیونکہ اُس نے بہری رفاہ کی آواز سنی تھی۔ مگر یہ آواز عمران کے منہ سے نکل رہی تھی وہ بت کے قریب منہ لے جا کر کہہ رہا تھا۔ ”یہ سب ٹھیک ہے۔ پہلے مجھے شبہ ہوا تھا لیکن میں اُسکی مونچھیں اکھڑوانے کی کوشش کر چکی ہوں۔ نہیں اکھڑیں... میک اپ نہیں ہے۔!“

”چلو ٹھیک ہے۔!“ بت سے آواز آئی۔ ”اسی طرح محتاط رہو..... بچھلی بار مجھے اُس کی

کھانسیوں پر شبہ ہوا تھا۔ اب اپنا سوچ آن کر دو.....!“

بت کی آنکھوں کی سرخ روشنی غائب ہو گئی۔ عمران بڑی تیزی سے بت کو ٹنول رہا تھا۔ پھر اس نے جیب سے چاقو نکالا اور ایک تار کاٹنے لگا جو بت کی پشت سے نکل کر دیوار میں غائب ہو گئی تھی۔ ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلا اور بہری لڑکی جوزف کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔

صفدر کی پشت عمران کی طرف تھی اس لئے لڑکی کی نظر سب سے پہلے صفدر ہی پر پڑی اور وہ ندیکھ سکی کہ عمران کیا کر رہا ہے۔!

ان دونوں کے کمرے میں داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا..... اور لڑکی نے جوزف سے کہا۔

”کڑواں چوروں کو..... مارو.....!“

لیکن صفدر بھی غافل نہیں تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا ربوہ نکل آیا اور وہ دونوں جہاز تھے وہیں رہ گئے۔ عمران اس سے لاپرواہ تارکائے میں مشغول رہا ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُرد گرد و پیش کی خبر ہی نہ ہو۔

جوزف اور لڑکی نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے تھے۔

جب عمران تارکائے چکا تو لڑکی کی طرف مڑ کر بولا۔ ”قرب آؤ.... میں تمہارے کان پر کھانوں گا۔“ اس کے صرف ہونٹ بل کر رہ گئے آواز نہیں نکلی۔

”ہاں تم.... بولو گی کیسے کیونکہ اس وقت تمہارے کانوں پر آلہ سماعت کا سیٹ موجود نہیں ہے۔ خیر ہونٹ ہی ہلاتی رہو۔ جب تمہارے ہونٹ ہلتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے شوق کی پارٹیاں آپس میں کبڑی کھیل رہی ہوں!“

عمران اس وقت اپنی اصلی آواز میں بول رہا تھا اور جوزف کی آنکھیں حیرت کے مارے پاؤں پڑ رہی تھیں۔

دفعۃً عمران نے اس سے کہا۔

”تم زمین پر لیٹ جاؤ....!“

جوزف نے چپ چاپ تعمیل کی۔ عمران کا میک اپ میں ہونا اُس کے لئے بعید از عقل نہیں تھا کیونکہ وہ اسے کئی دن سے رانا تہور علی کے میک اپ میں بھی دیکھتا رہا تھا۔

”او کوئے تم اتنی بزدلی کیوں دکھا رہے ہو!“ لڑکی جھنجھلا کر بولی۔

”وہ کانیں کانیں نہیں کرے گا!“ عمران نے مسکرا کر کہا۔ ”اور اگر کرے بھی تو اس کی آواز تمہارے کانوں تک کیسے پہنچ سکتی ہے!“

”تو کیا تم مجھے بہری سمجھتے ہو!“ لڑکی بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی۔

”جو سمجھتا ہو! اللہ کرے خود اندھا ہو جائے!“ عمران نے بوڑھی عورتوں کی طرح انگلیاں

چنچا کر کوسنا دیا۔

لڑکی ہنسنے لگی وہ بڑے اچھے موڈ میں معلوم ہوتی تھی۔

”تم کوئی بھی ہو چالاک اور دلچسپ معلوم ہوتے ہو!“ اس نے کہا۔

”اتنا دلچسپ کہ بعض لڑکیاں پیار سے حلوہ کہتی ہیں!“

”اگر یہ تمہاری اصل آواز ہے تو مجھے یاد پڑتا ہے کہ اسے میں پہلے بھی کہیں سن چکی ہوں!“ اور میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم وقت گزارنے کی کوشش کر رہی ہو کیوں....؟ مدد کا انتظار ہے۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں مدد ضرور آئے گی جب کہ میں اس بت نمائرس میٹر کا بارکٹ چکا ہوں!“

لڑکی نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر مضبوطی سے اپنے ہونٹ بند کر لئے۔

”ہار کھنے پر دوسری جانب یقینی طور پر اس کا رد عمل ہوا ہوگا کیوں۔“ عمران مسکرا کر بولا۔ ”اس لئے تمہیں مدد کی توقع ہے۔“

لڑکی اب بھی کچھ نہ بولی۔ لیکن وہ بہر حال پُر سکون نظر آرہی تھی۔

”تم سمجھتی ہو شاید مجھ سے حماقت سرزد ہوئی ہے جس کا نتیجہ مجھے عنقریب بھگتنا پڑے گا۔ لیکن یہ تمہاری بھول ہے جب میں نے تارکائے اس وقت اس بت کی آنکھیں سرخ نہ تھیں!“

”میا مطلب....!“ لڑکی یک یک چوک پڑی۔

”بت کی آنکھیں سرخ نہیں تھیں!“ عمران مسکرایا۔ ”اور دوسری طرف سے کہا گیا تھا کہ اب تم سوچ آؤ....!“

”تم جھوٹے ہو....!“ لڑکی نے بے ساختہ کہا۔ پھر ایسا معلوم ہونے لگا جیسے یہ جملہ غیر ارادی طور پر اس کی زبان سے نکلا ہو۔

”یہ سچ ہے بہری محترمہ....!“ عمران نے اس کی آواز کی نقل اتاری۔ ”میں نے اس سے کہا تھا کہ میں مطمئن ہو گئی ہوں۔ یہ لوگ میک اپ میں نہیں ہیں!“

لڑکی بوکھلائے ہوئے انداز میں دو چار قدم پیچھے ہٹ گئی۔ وہی نہیں بلکہ جوزف بھی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا تھا حالانکہ وہ اردو نہیں سمجھتا تھا لیکن آواز کی تو کوئی زبان ہوتی نہیں.... وہ عمران اور بہری لڑکی کی آواز میں فرق کر سکتا تھا۔ لیکن اس وقت دونوں آوازوں کی یکسانیت نے اسے گویا گم گمدا کر رکھ دیا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے ہوئے بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔

”خاموش رہو....!“ لڑکی ہسٹریائی انداز میں چیخی۔ لیکن جوزف بدستور ہنستا رہا۔

”یہ نہیں خاموش رہ سکتا کیونکہ اس وقت اس کا باس اس کے سامنے موجود ہے!“ عمران نے کہا۔

اور وہ ایک بار پھر اچھل کر دیوار سے جا لگی۔ تھوڑی دیر تک پلکیں جھپکاتی رہی پھر بولی۔

”اور اس وقت تم مجھے قریب دیکھ رہی ہو۔“ عمران مسکرایا۔ تھوڑی دیر تک اس کی آنکھوں  
ن دیکھا رہا پھر بت کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”مگر اے پیاری رقاہ کیا یہ بت تمہارا بندہ نواز.... ار رہپ.... طبلہ نواز ہے۔ طبلہ نہیں  
ہوں گا کیونکہ یہ لفظ ایک ماڈرن آرٹسٹ کے لئے توہین آمیز ہے۔ طبلہ تو قیاسی طوائفوں کے  
وا کرتے تھے۔“

”اوہ.... ٹھہر دو.... میں بتاتی ہوں.... میں نہیں جانتی کہ یہ سب کچھ کیا ہے۔ ہم نے یہ  
نارت کرائے پر لی تھی۔ مالک مکان نے اس کمرے کے سلسلے میں ہمیں ہدایت کی تھی کہ ہم اسے  
بکھولیں کیونکہ اس میں اس کا سامان تھا ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ ایک رات ہم تینوں  
مورہ تھے۔“

”کون تینوں....؟“

”میرے دو بھائی بھی ہیں میرے ساتھ۔ ایک مصور ہے اور دوسرا مملکت۔ ہاں تو اپنے اپنے  
لوگوں میں سو رہے تھے اچانک میری آنکھ کھل گئی۔ میں نہیں بتا سکتی کہ کیسے کھلی تھی۔ بہر حال  
میں نے جو کچھ بھی دیکھا میری رگوں کا خون سرد کر دینے کے لئے کافی تھا۔ ایک آدمی نظر آیا جس  
کا چہرہ نقاب میں چھپا ہوا تھا اور اس کے ریوالبور کارخ میری ہی جانب تھا۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی  
رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر آہستہ سے بولا دیکھو یہ بغیر آواز کا ریوالبور ہے۔ اگر  
تمہارے حلق سے ہلکی سی بھی آواز نکلی تو تم ہمیشہ کے لئے سو جاؤ گی۔ جو کچھ میں کہوں اس پر  
خاموشی سے عمل کرتی رہو۔ پھر اس نے مجھ سے اوپر منزل پر چلنے کے لئے کہا۔ میں نے چپ  
چاپ اس کے حکم کی تعمیل کی اس نے اس کمرے کا قفل کھولا۔ ہم دونوں اندر آئے میں کمرے کی  
ساخت پر حیرت زدہ رہ گئی۔ اس بت کی آنکھیں سرخ تھیں اور یہ بڑا بھیاں معلوم ہو رہا تھا۔ دفعتاً  
بت نے بولنا شروع کر دیا اور مجھ پر غشی سی طاری ہونے لگی۔ میں بُری طرح ڈر گئی تھی مجھے کچھ  
بھی یاد نہیں کہ بت کیا کہہ رہا تھا۔ پھر کتنی دیر مجھ پر غشی طاری رہی تھی یہ نہیں بتا سکوں گی۔  
بہر حال جب میں ہوش میں آئی تو نقاب پوش نے بتایا کہ وہ بت تو ایک قسم کا ٹرانس میٹر تھا۔ اس  
سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بعد اس نے مجھے کئی قسم کی دھمکیاں دیتے ہوئے  
کہا مجھے چند نامعلوم آدمیوں کے لئے یہ کام کرنا ہی پڑے گا۔ لیکن اگر میں نے کسی پر اس کمرے کا

”میں نہیں سمجھی۔“

”رانا تہور علی صندوقی۔“ عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر تھوڑا سا جھکا۔

”اوہ.... مگر کیوں....!“

”وہ یوں کہ تم جوزف پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی تھیں۔ وہ دونوں ہی گدھے میری قید میں  
ہیں۔ جو آج یہاں آنے والے تھے۔ اگر تم ایک گھنٹہ پہلے انہیں عقبی پارک کی جھاڑیوں میں  
تلاش کرتیں تو وہ بندھے پڑے ہوئے مل جاتے مگر اب انہیں میرے آدمی لے گئے اور اب تمہارا  
بھی وہی حشر ہونے والا ہے۔ میں دیکھوں گا کہ وہ بت تمہیں کیسے بچا لیتا ہے۔“

لڑکی ہنس پڑی پھر ٹھک کر بولی۔

”جاؤ.... تم نہیں سمجھتی۔“

”ہائیں باپ رائیں....!“ عمران اپنی کھوپڑی سہلا کر بولا۔ ”میں نہیں سمجھا.... سیکریٹری  
اب تم سمجھاؤ۔“

وہ ہنستی ہوئی عمران کے قریب آگئی اور پھر ایک بیک سنجیدہ ہو کر دھیمی آواز میں بولی  
”تمہارے لئے صرف تمہارے لئے۔ کاش میں تمہیں اپنا دل چیر کر دکھا سکتی۔“  
”ضرور دکھاؤ.... میں نے آج تک چیرا ہوا دل نہیں دیکھا۔ کیسی شکل ہوتی ہوگی۔ میرے خدا!  
”میرا مذاق نہ اڑاؤ....!“ اس نے ایسی غصیلی آواز میں کہا جس میں غم کی جھلکیاں بھی تھیں  
اور پھر وہ صوفے میں اس طرح گر گئی جیسے بہت تھک گئی ہو۔

تھوڑی دیر بعد اس نے درد بھرے لہجے میں کہا۔ ”میں ایک رقاہ ہوں نا.... اگر تم سے قریب  
ہونے کی کوشش کرتی تو تم یہی سمجھتے کہ میں تمہاری دولت پر ہاتھ صاف کرنا چاہتی ہوں۔“  
”ارے تم میری کھوپڑی پر بھی ہاتھ صاف کر سکتی ہو.... میں فارغ البال ہو جانے میں فخر  
سمجھوں گا۔“

”تم پھر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔“ وہ روپائی آواز میں چیخی۔

”خیر ہٹاؤ....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ہاں تو تم رقاہ تھیں تو پھر....!“

”میں نے سوچا کہ اگر میں جوزف کو تم سے توڑ لوں گی تو تم میرا پیچھا کرو گے۔ اس طرح ایک  
دن تم خود ہی مجھ سے قریب ہو جاؤ گے۔“

راز ظاہر کیا تو مجھے گولی مار دی جائے گی۔!

لڑکی خاموش ہو کر گہری سانسیں لینے لگی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ان واقعات کی یاد بھی اُسے خوفزدہ کر رہی ہو۔ عمران نے پلکیں جھپکائیں اور پوچھا۔

”ان چند نامعلوم آدمیوں کے لئے کام کرتی ہو۔!“

”کام کی نوعیت مجھے پاگل کر دے گی۔!“ لڑکی اپنی پیشانی رگڑنے لگی۔

”چلو میں بھی تمہارا ساتھ دے دوں گا۔ جلدی سے بتا جاؤ۔ میرے پاس وقت کم ہے۔“

عمران نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے کہا گیا تھا کہ کل رات کو فلاں وقت نجلی منزل کے فلاں کمرے سے کھڑکی کھول کر

سبز رنگ کا بلب روشن کر دینا۔ پھر بیس منٹ بعد اس کمرے میں آنا یہاں دو آدمی ہوں گے۔ تم

ان سے پوچھنا کیا خبر ہے۔ اگر وہ جواب میں تمہیں مونگ پھلی نہ دکھائیں تو پھر ان سے اس انداز

سے گفتگو کرنا جیسے تم بہت بہری ہو۔ اسی وقت سن سکو گی جب تمہارے کان میں منہ لگا کر چپنا

جائے۔ گفتگو آتش ان کے قریب کرنا جہاں بت رکھا ہوا ہے۔ پھر جب وہ واپس جانے لگیں تو تم

اُن سے ایک لفظ کہنا اور وہ لفظ ہے تربوز.... شام کا فلاں اخبار روزانہ دیکھتی رہو جس روز بھی اس

میں تربوزوں کے متعلق کوئی اشتہار نظر آئے سمجھ لو کہ اس رات کو پھر وہ دونوں آئیں گے۔ اُن

سے جب بھی گفتگو کرو..... بہری بن کر کرو..... بلکہ ویسے بھی اب مستقل طور پر بہری بن

جاؤ۔ اگر تمہارے بھائی تم سے پوچھیں تو کہو کہ تمہیں اچانک یہ مرض لاحق ہو گیا ہے۔ کانوں میں

آلہ سماعت لگائے رکھا کرو۔ میں اکثر سوچتی ہوں کہ آخر یہ سب کیا ہے۔ میں کیوں بہری ہوں۔

وہ دونوں کون ہیں جو یہاں آیا کرتے ہیں اور مجھے ادھر ادھر کی خبریں سناتے ہیں۔ مجھے اس کا

جواب تو مل گیا ہے کہ میں ان دونوں کے سامنے بہرے پن کا سوانگ کیوں رچاؤں یہ بت نما

ٹرانس میٹر ہے نا اس کے ذریعے ان کی آواز کسی اور تک پہنچتی ہے۔ اسی لئے مجھ سے کہا گیا ہے کہ

میں بہری بن کر انہیں چیخنے پر مجبور کر دوں.... گفتگو آتش دان کے قریب ہو جس پر بت رکھا

ہوا ہے۔ کچھ بھی ہو میں ان لوگوں سے خوفزدہ ہوں۔ میرے بھائیوں کو ابھی تک ان باتوں کا م

نہیں ہو سکا۔ میں نے تمہارا سہارا لینا چاہا۔“

”تمہیں سہارا دیا گیا!“ عمران نے شاہانہ انداز میں کہا۔

”تم کیا کر سکو گے میرے لئے....!“

”تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔“

”اس سے کیا فائدہ ہوگا۔!“

”مومنگ پھیلیوں، تربوزوں، مینڈکوں اور چوہوں سے نجات ملے گی۔“

”کیا مطلب....!“ لڑکی چونک کر بولی۔ ”تمہیں چاہوں اور مینڈکوں کا علم کیسے ہوا۔!“

”بوڑھے آدمی کی جیب سے ایک چوہا برآمد ہوا تھا۔ اور ابھی تم نے کسی شام کے اخبار کا حوالہ

دیا تھا مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے شام ہی کے کسی اخبار میں اس سے پہلے مونگ پھلیوں، تربوزوں

اور مینڈکوں سے متعلق اشتہارات بھی دیکھے ہیں اور آج تو چوہے مارنے کی دوا کا اشتہار تھا ہی۔“

”تم بہت ذہین آدمی ہو....!“ لڑکی نے حیرت سے کہا۔ ”مگر میں یہاں سے لہیں نہیں جاؤں

گی۔ یہیں رہوں گی۔ تم یہیں میری مدد کرو.... جوزف کو میرے ساتھ رہنے دو۔“

”اگر خوشی سے ہمیں جاؤ کی تو زبردستی لے جاؤں گا۔ کیا مجھیں بہروں کی جنت...!“

”میں پیچ پیچ کر آسمان سر پر اٹھالوں گی۔! تم زبردستی نہیں لے جاسکتے۔!“

”زندہ نہیں جاؤ گی تو مردہ لے جاؤں گا۔ خوب حلق پھاڑو! میں جانتا ہوں کہ یہ کمرہ سناؤنڈ

پروف ہے.... اور تم نے ابھی تک جتنی بلواس کی ہے اس کے ایک لفظ پر بھی یقین نہیں آیا!

عمران نے کہتے ہوئے جیب سے ربڑ کا ایک چھوڑا سا غبارہ نکالا جس میں کوئی سیال چیز بھری ہوئی

میں۔ بل اس کے کہ لڑکی جھلتی وہ غبارہ اس کی ناک پر پڑا پھٹا اور اس کے چہرے پر سرج رنگ

کاسیاں پھیل گیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر آکے جھک آئی۔ پھر سیدھا ہونا نصیب نہ ہوا۔ وہ ویسے ہی

جیسی نہ تھی رہ تھی۔

”جوزف....!“ عمران عریا۔ ”تم اس سے پہلے بھی آدمیوں کی ٹھڑی باندھ چکے ہو گے!“

”در جنوں بار.... باس....!“ جوزف خوش ہو کر بولا۔ ”اب میں اسے بتاؤں گا۔!“



دوسری صبح آفس میں ایکس ٹو کے ماتحت چھلی رات کی بے تکی بھاگ دوڑ کے متعلق گفتگو

کر رہے تھے۔ جو لیا کا موڈ خصوصیت سے بگڑا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

”میرے خدا.... وہ ہمارے خیال تک پڑھ لیتا ہے۔!“

”کیوں.... کیا ہوا....؟“

”کہہ رہا تھا.... تم سوچ رہے ہو گے کہ میری کوئی اسکیم فیل ہو گئی ہے۔!“

”تھوڑی دیر کے لئے سناٹا چھا گیا.... پھر چوہان بولا۔“ پھر اُس نے کیا بتایا۔!“

”یہی کہ سارے کام آسانی سے ہو گئے تھے اس لئے کسی کو تکلیف نہیں کرنی پڑی۔!“

”جنہم میں جائے سب!“ تویر میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”مجھے تو یہ آفس بُری طرح کھل رہا ہے۔!“

کسی نے اُس کے اس خیال پر رائے زنی نہیں کی۔



صفر رانا پیلس میں تنہا تھا اور شدت سے بور ہو رہا تھا۔ عمران اور جوزف غائب تھے۔ پچھلی رات وہ دونوں اس لڑکی کو نہ جانے کہاں لے گئے تھے۔ صفر تو عمران کی ہدایت کے مطابق رانا پیلس واپس آ گیا تھا۔ لڑکی کو وہاں سے نکالنے کا منظر اسے اب تک یاد تھا۔ بیہوش ہو گئی تھی اور جوزف نے اُسے بڑی بے دردی سے ایک چادر میں اس طرح لپیٹا تھا کہ وہ گٹھڑی سی بن کر رہ گئی تھی اور وہ گٹھڑی اٹھا کر کاندھے پر رکھ لی تھی۔ عمران نے اس سے کہا تھا کہ وہ رانا پیلس واپس جائے۔!

رات اُس نے رانا پیلس میں گزاری اور صبح ہی اٹھ گیا۔ جب سے یہاں آیا تھا پوری نیند نہیں لے سکا تھا۔ اس لئے بیکاری کے لمحات میں اونگھنے کے علاوہ اور کوئی شغل نہیں رہ گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ اونگھ ہی رہا تھا اور شاید سو بھی گیا ہوتا اگر فون کی گھنٹی نے اس کے ذہن کو جھکو لے نہ دیئے ہوتے۔!

اس نے بُرا سا منہ بنا کر ریسیور اٹھایا لیکن دوسری طرف سے ایکس ٹو کی آواز سنتے ہی غنودگی ہوا ہو گئی۔ وہ کہہ رہا تھا۔ ”فوراُ آفس پہنچ کر جولیا سے ملو۔!“

”بہت بہتر جناب....!“ صفر نے کہا اور پھر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

صفر نے بڑی تیزی سے تیاری شروع کر دی۔ ایکس ٹو کے احکامات پر وہ مشینوں کی طرح حرکت کرنے لگا تھا۔ وہی نہیں بلکہ ایکس ٹو کے سارے ہی ماتحت اس کے احکامات کو آندھی اور طوفان سمجھتے تھے۔ سات یا آٹھ منٹ کے اندر ہی اندر وہ لباس تبدیل کر کے رانا پیلس سے باہر آ گیا۔ لیکن وہ اس وقت بھی رانا تہور علی کے سیکریٹری کے میک اپ میں تھا۔ اس نے سوچا کہ

”میں کیفے و کٹور یہ میں کافی رات گئے تک جھک مارتی رہی تھی.... اور پھر مجھے وہ سوٹ کیس گھر ہی واپس لانا پڑا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اب ایکس ٹو ٹھوکریں کھانا شروع کر دے گا۔ بہت تیزی سے چل رہا تھا۔ و کٹور یہ میں میرے وقت کی بربادی کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اس کی کوئی اسکیم پٹ گئی ہے۔!“

”اور ہم دلکشا کے عقبی پارک میں سر پھوڑتے رہے تھے۔!“ تویر بولا۔

”نہ تو اس کھڑکی میں شعلہ دکھائی دیا تھا اور نہ ہم اندر گئے تھے۔ البتہ دو آدمی ضرور نظر آئے تھے۔ جنہوں نے پاپ کے ذریعے عمارت میں پہنچنے کی کوشش کی تھی اور کامیاب بھی ہو گئے تھے۔!“

”وہ دونوں کون تھے۔!“ جولیا نے پوچھا۔

”یہ تم ہی بتا سکو گی....!“ تویر مسکرایا۔

”میں کیا جانوں.... مجھ سے جو کچھ کہا گیا تھا اس کی اطلاع تمہیں دے دی تھی۔!“

”ہم اندھیرے کی وجہ سے ان کی شکلیں نہیں دیکھ سکے تھے۔!“ کیپٹن خاور نے کہا۔

”سمجھ نہیں آتا کیا چکر ہے۔!“ جولیا بڑبڑائی۔ ”صفر بھی غائب ہے اور عمران تو عرصے سے نہیں آیا۔“ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جولیا نے ریسیور اٹھالیا۔

”ہیلو....!“

”یس جولیا.... اٹ از ایکس ٹو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”شائد تم لوگ سوچ رہے ہو گے کہ پچھلی رات میری کوئی اسکیم فیل ہو گئی ہوگی۔!“

”نن.... نہیں.... جناب....!“ جولیا ہلکائی۔

”میری کوئی اسکیم فیل نہیں ہوئی۔ تم لوگوں کو محض اس لئے کچھ نہیں کرنا پڑا کہ سارے کام آسانی سے ہو گئے تھے۔!“

”نہیں جناب.... ہم نے نہیں سوچا کہ آپ کی کوئی اسکیم فیل ہوئی ہوگی۔!“

”خیر.... ابھی وہاں صفر پہنچے گا تمہیں اس کے ساتھ دانش منزل جانا ہے۔!“

”بہت بہتر جناب....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔ جولیا نے ریسیور رکھ کر ایک طویل سانس لی۔

”کیا قصہ ہے۔!“ تویر نے پوچھا۔

ٹیکسی میں بیٹھنے کے بعد ہی موٹو نہیں نکال چکے گا۔ اس لئے منہ پر رومال رکھ کر ٹیکسی ڈرائیور سے گفتگو کی تھی اور پھر ٹیکسی میں بیٹھ کر میک اپ لگا دیا تھا۔ اگر یہ نہ کرتا تو شاید منزل مقصود پر پہنچ کر ٹیکسی ڈرائیور کو بیہوش ہی ہونا پڑتا۔

آفس کے قریب اتر کر اس نے ٹیکسی ڈرائیور کو کرایہ ادا کیا اور آگے بڑھ گیا۔ بیٹھتے وقت اس نے اس کے منہ پر رومال ہونے کی وجہ سے موٹو نہیں دیکھی ہی نہیں تھیں کہ اب موٹو نہیں غائب ہونے پر اسے بیہوش ہو جانے کے امکانات پر غور کرنا پڑتا۔

صفدر آفس میں داخل ہوا اور جولیا اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ پھر جیسے ہی اس نے اپنا ایک اٹھایا تو یہ کھار کر بولا۔ ”ایکس ٹو ظلم کرتا ہے اُسے ہم میں سے ہر ایک کو موقع دینا چاہئے۔“

”کیا مطلب.....؟“ جولیا جھلا کر مڑی۔

”کچھ نہیں.....! غالباً وہ تم دونوں کو کسی کام کے لئے کہیں بھیج رہا ہے۔“

”پھر.....؟“ جولیا نے آنکھیں نکال کر پوچھا۔

”شکوہ کر رہا ہوں ایکس ٹو کی زیادتیوں کا کہ وہ صفدر کو اپنے تجربات میں اضافہ کرنے کا موقع دیتا ہے اور ہم لوگ کھیاں مارا کرتے ہیں۔“

”سٹ اپ..... ایڈیٹ.....!“ جولیا نے کہا اور صفدر کے بازو میں ہاتھ ڈال کر آفس سے باہر نکل آئی اور پھر آفس سے باہر آتے ہی اس کے بازو سے ہاتھ نکال لیا۔ یہ حرکت اس نے تنویر کو اور زیادہ تاؤ دلانے کے لئے کی تھی۔

”تم اس بیچارے کو خواہ مخواہ جھلسایا کیوں کرتی ہو۔“ صفدر نے ہنس کر کہا۔

”چلو..... تمہیں کہاں جانا ہے۔“ جولیا نے ایک ٹیکسی کو روکنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”مجھ سے صرف اتنا کہا گیا تھا کہ میں آفس میں تم سے مل لوں۔“

”خیر آؤ.....!“ جولیا نے کہا اور وہ دونوں ٹیکسی میں بیٹھ گئے۔ پھر اس نے ڈرائیور کو بتایا کہ انہیں بریملے روڈ پر اترنا ہے۔ صفدر سمجھ گیا کہ دانش منزل کے علاوہ اور کہیں نہیں جاتا۔

ایکس ٹو کے ماتحت دانش منزل پہنچنے کے لئے بریملے روڈ ہی پر اترتے تھے اور ریکس اسٹریٹ سے پیدل گذرتے ہوئے دانش منزل جاتے تھے۔

”تم تھے کہاں۔“ جولیا نے اس سے پوچھا۔

”میں..... میں تو چھٹی پر تھا.....!“ صفدر نے بڑی سادگی سے کہا۔

”نہیں..... تم گھر پر بھی نہیں رہے۔!“

”تو میں یہ کب کہتا ہوں کہ شہر میں تھا۔ میں تو آج ہی صبح یہاں پہنچا ہوں۔ پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ایکس ٹو کی کال آئی جس نے مجھے تم سے ملنے کی ہدایت دی تھی۔!“

جولیا کے انداز سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس بیان سے مطمئن نہیں ہوئی۔ لیکن پھر اُس نے اس سے اور کچھ نہیں پوچھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دانش منزل میں داخل ہوئے اور اُن کے کانوں میں موسیقی کی آواز آئی۔ رہا کے ساز بج رہے تھے۔ آواز دانش منزل کے وسیع ہال سے آرہی تھی اور پھر جب وہ ہال میں داخل ہوئے تو کم از کم جولیا کی آنکھیں تو حیرت سے پھیل ہی گئیں کیونکہ عمران ایک بڑی خوبصورت لڑکی کے ساتھ رہنا بج رہا تھا۔

عمران کی ہم رقص انہیں دیکھ کر رک گئی اور عمران بچوں کی طرح ہاتھ ہلا کر شور مچانے لگا۔ ”ہلو..... انکل اینڈ آئی..... آؤ..... آؤ تم بھی ناچو.....!“

اتنے میں ریکارڈ ختم ہو گیا اور عمران اُسے دوبارہ شروع کرنے کے لئے لڑکی کو چھوڑ کر گراموفون کی طرف دوڑ گیا۔

”یہ کون ہے۔!“ جولیا نے براہ منہ بنا کر پوچھا۔

”پتہ نہیں۔!“ صفدر نے جواب دیا۔ لیکن وہ اسے اچھی طرح پہچانتا تھا۔

بھلا بھری حسینہ بھلانے کی چیز تھی۔ لیکن عمران اس وقت سو فیصدی عمران ہی تھا۔ احمق اور گاؤدی۔ چہرے پر حماقتوں کے بادل چھائے ہوئے تھے۔ دفعتاً جولیا آگے بڑھی اور اس نے ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اٹھالیا۔

”ہائیں..... ہم ناچنے جا رہے تھے۔!“ عمران نے بچکانہ تحیر ظاہر کیا۔

”یہ کون ہے.....؟“ جولیا نے گرج کر پوچھا۔

”بب..... باس کی نئی محبوبہ..... تو ڈانٹتی کیوں ہو۔!“

”کڑبڑ مت کرو.....!“ صفدر نے جولیا کا ہاتھ دبا کر آہستہ سے کہا۔

دوسری طرف نہ جانے کیوں بھری رقصہ جولیا کو کڑے تیوروں سے دیکھ رہی تھی۔ اُس

نے عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

”یہ کون ہے!“

”آئی....!“ عمران نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ بھی باس کی محبوبہ ہیں۔!“

صفدر نے دوبارہ ریکارڈ لگا دیا۔ لیکن بہری رقصہ اب ناچنے پر رضامند نہیں معلوم ہوتی تھی۔ جولیا کا موڈ بے حد خراب ہو گیا تھا۔ اس لئے صفدر نے اس کا بازو پکڑ کر دوسری طرف کھینچا اور اُسے دوسرے کمرے میں لا کر بولا۔ ”کیا شروع کر دیتا ہوں۔!“

”وہ یہاں بیہودگیاں کیوں پھیلا رہا ہے۔!“ جولیا غصے سے کانپتی ہوئی بولی۔

”میں کہتا ہوں اس کی ذمہ داری تم پر تو نہیں عائد ہوتی۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ کوئی غلط حرکت کر رہا ہے تو ایسے لوگوں کو جوابدہ ہوگا۔ ہمیں تو بس اپنے کام سے سروکار رکھنا چاہئے۔ کیا تم نہیں جانتیں کہ ایکس ٹونے اسے اپنے طور پر کام کرنے کی آزادی دے رکھی ہے۔!“

جولیا کچھ نہ بولی لیکن اس کی آنکھیں بدستور سرخ رہیں اور سانس پھولتی رہی۔

اچانک ساز کے ساتھ ہی عمران اور بہری رقصہ کے گانے کی آواز بھی آئی وہ ایک ساتھ گارے تھے۔

”Then Round and Round We Go!“

”دیکھو....!“ جولیا ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ”یہ سب مجھے تاؤ دلانے کے لئے ہو رہا ہے۔!“

”آخر تمہیں تاؤ دلانے کے لئے کیوں....؟“ صفدر نے حیرت سے کہا۔

”میں نہیں جانتی۔!“ وہ جھلا کر چیخی۔ ”جاؤ یہاں سے۔!“

اور پھر وہ میز پر کھدیاں ٹیک کر جھک گئی۔ دونوں ہاتھوں سے اس طرح چہرہ چھپا لیا جیسے ایک

بیک سرچکر اگیا ہو۔ صفدر چپ چاپ کھڑا رہا۔ اُسے علم تھا کہ جولیا ذہنی طور پر عمران سے بہت قریب ہے۔ لیکن عمران اُسے مذاق میں اڑاتا رہتا ہے۔

”تمہیں کیا ہو گیا ہے۔!“ صفدر نے آگے بڑھ کر آہستہ سے کہا اور جولیا ایک بیک چونک پڑی

سر اٹھا کر صفدر کی طرف دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور پھر وہ بے تحاشہ ہنس پڑی۔ آنکھوں میں رکے ہوئے آنسو گالوں پر ڈھلک آئے اور وہ ہنستی رہی۔

”میں.... میں شاید پاگل ہو گئی ہوں.... وہ اسی طرح پاگل بنا دیتا ہے۔ وحشی.... جنگلی! محت

آؤ.... آؤ.... چلو چلو ہم بھی ناچیں گے۔“ پھر اس نے جلدی جلدی آنسو خشک کئے۔ لیکن اس دوران میں ہنستی ہی رہی تھی۔!

وہ دوڑتے ہوئے ہال میں آئے اور سازوں کی دھن پر رقص کرنے لگے۔ عمران گاتے گاتے چیخا۔

”Here Lies The Beauty and Duty Both

Ha--Ae Round and Round We Go!“

یہ دونوں کچھ نہ بولے بس ناچتے رہے اور زور زور سے ہنستے رہے۔ ایک بیک بہری رقصہ عمران سے ہاتھ چھڑا کر الگ ہٹ گئی اور ریکارڈ پر سے ساؤنڈ بکس اٹھا دیا۔

”تم کیوں میرا دماغ خراب کر رہے ہو۔!“ وہ عمران کی طرف گھونسنہ ہلا کر چیخی۔

”لو دیکھو....!“ صفدر ہنس پڑا۔ ”اس کا بھی دماغ خراب کر رہے تھے یہ حضرت....!“

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گئی۔ وہ اُس لڑکی کو توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

”اوہو.... تم خفا کیوں ہو رہی ہو....!“ عمران گھکھکیلا۔

”یہ لوگ کون ہیں۔!“

”کہہ تو دیا کہ سب باس ہی کے آدمی ہیں۔!“ عمران نے جواب دیا۔

”میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں....!“ اس نے چیخ کر کہا۔

”میں کچھ نہیں جانتا.... باس نے مجھ سے کہا تھا کہ ان کا دل بہلاؤ، ناچو گاؤ خوشیاں مناؤ۔!“

”میں باہر جاؤں گی۔!“

”کوشش کرو.... ہو سکتا ہے کہ تمہاری تقدیر اچھی ہو۔!“

”کیا مطلب....!“

”ابھی تک ایسا نہیں ہوا کہ کوئی یہاں سے نکل سکا ہو۔!“

”میں شور مچاؤں گی۔!“

”کسی کے کان پر جوں تک نہ ریگے گی سب جانتے ہیں کہ یہاں اس عمارت میں ایک پاگل لڑکی

بمبار ہوتی ہے۔ ہمارا باس شاندار آدمی ہے کچھ دنوں کے بعد تم بھی اس کی معتقد ہو جاؤ گی۔!“

”رانا کہاں ہے.... میں اُس سے دودو باتیں کرنا چاہتی ہوں۔!“

”ناممکن ہے.... اب ان سے تمہاری ملاقات نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ وہ اپنا کام ختم کر چکے ہیں

”میں نہیں جانتی.... اُسے نہیں جانتی.... مجھ پر رحم کرو....!“  
 ”مگر تم اُسے نہیں جانتیں تو تم پر ضرور رحم کیا جائے گا۔ لیکن جب تک کہ اس کا ثبوت نہ مل  
 جائے تم یہیں رہو گی.... جاؤ....!“

صفر اُسے کھینچتا ہوا ہال سے نکال لایا۔  
 ”کیا تم خود سے نہیں چل سکو گی۔ مجھے کھینچنا ہی پڑے گا۔“ صفر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا  
 اُسے یہ سب کچھ بہت گراں گزر رہا تھا۔ عمران کو دل ہی دل میں بُرا بھلا کہتا ہوا وہ لڑکی کو ایک  
 طرف لے جا رہا تھا۔  
 ”ایک منٹ ٹھہرو....!“ لڑکی کراہی صفر رک گیا۔ وہ رحم طلب نظروں سے اس کی طرف  
 دیکھ رہی تھی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے.... مجھے کچھ تو بتاؤ....!“ اس نے بڑی بے بسی سے پوچھا۔  
 ”محترمہ.... مجھے کسی بات کا علم نہیں ہے۔!“  
 ”اچھا چلو مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔!“

صفر راہداری میں مڑ گیا۔ لڑکی اسکے ساتھ چلتی رہی۔ صفر نے اس کا بازو اب چھوڑ دیا تھا۔  
 ”وہ روم نمبر پانچ کے سامنے رک گئے۔!“  
 ”ٹھہرو.... میں سب کچھ برداشت کر لوں گی۔ مگر مجھے کچھ معلوم بھی تو ہو۔ میں ایک  
 رقامہ ہوں۔ پچھلی رات ٹائٹ کلب میں ناچ رہی تھی۔ رانا تہور علی نے مجھے اپنی میز پر دعوت  
 دی میں نے سوچا کیا حرج ہے۔ میں نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ پی لی۔ پھر مجھے ہوش نہیں رہا  
 تھا۔ آج آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔ تم شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔ خدا راجھے بتاؤ کہ میں یہاں  
 کیوں لائی گئی ہوں۔“

صفر دم بخود رہ گیا۔ اتنا سفید جھوٹ.... پھر اس کہانی پر کیسے یقین کیا جاسکتا ہے جو اس نے  
 دلکشا کے ساؤنڈ پروف کمرے میں سنا کی تھی۔ لیکن اگر وہ خود بھی عمران کے ساتھ نہ رہا ہو تا تو  
 اس وقت اس چالاک لڑکی کی رانا تہور علی والی کہانی پر ضرور یقین کر لیتا۔ اُس کے لہجے یا کہنے کے  
 انداز پر جھوٹ کا دھوکہ نہیں ہو سکتا تھا۔

صفر نے سوچا عمران کے اندازے غلط نہیں ہوتے۔ اس لڑکی پر رحم نہیں کیا جاسکتا۔

اور اب میرا کام شروع ہوا ہے۔ یعنی کہ تمہیں ناچنا سکھاؤں کیونکہ قدم قدم پر تمہارا آگن میز  
 ہونے لگتا ہے۔ ویسے دعویٰ یہ ہے کہ نگنی کا ناچ نچا سکتی ہو۔!“

”مت دماغ خراب کرو میرا.... مجھے سوچنے دو....!“

”سوچو.... میں نے منع نہیں کیا۔“ عمران نے کہا اور جولیا کی طرف مڑ گیا۔  
 ”تمہیں.... اس لڑکی کے میک اپ میں جوزف کے ساتھ شہر میں پکر لگانے ہیں۔“ اس  
 نے اس سے اونچی آواز میں کہا۔

”کیا مطلب....!“ لڑکی حلق پھاڑ کر چیختی ہوئی اس کی طرف جھپٹی۔

”ادھر ہٹو....!“ عمران نے بڑی لاپرواہی سے اسے ایک طرف دھکیل دیا اور جولیا سے بولا۔

”جلدی کرو.... میک اپ روم میں جاؤ.... میں آ رہا ہوں۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ لڑکی پھر چیختی ہوئی اٹھی۔ ”رانا کہاں ہے اسے بلاؤ۔!“

”خاموش رہو....!“ عمران کا لہجہ خونخوار تھا۔ لڑکی اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی پیچھے ہٹ کر  
 رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ کیونکہ اب اسے عمران کے چہرے پر حماقت  
 کے بجائے کچھ اور نظر آ رہا تھا۔ جس کی ہلکی سی جھلک ہی اُسے خوفزدہ کر دینے کے لئے کافی تھی۔  
 جولیا جو ابھی تک عمران سے دودو چوٹیں کرنے کی سوچ رہی تھی وہ بھی دم بخود رہ گئی۔ صفر  
 متحیر تھا۔

”کیا تم نے سنا نہیں۔!“ عمران غرایا اور جولیا چپ چاپ دروازے کی طرف مڑ گئی۔ صفر  
 وہیں رہا۔ کچھ دیر بعد عمران نے اس سے کہا۔ ”اسے روم نمبر ۵ میں بند کر دو....!“ صفر کو لڑکی  
 پر بڑا ترس آ رہا تھا۔

”کیا تم نے بھی نہیں سنا....!“

صفر نے لڑکی کا بازو پکڑا اُسے دروازے کی طرف کھینچنے لگا۔

”کیا تمہیں مجھ پر رحم نہیں آتا۔!“ لڑکی نے بلبلاتا کر صفر سے کہا۔

”نہیں غداروں پر کسی کو بھی رحم نہیں آسکتا۔“ عمران گرجا۔ ”تم اسی خاک سے اٹھی ہو  
 اسی کے خلاف سازش کر رہی ہو۔ کبھی نہیں.... اپنے ہاتھوں سے تمہارے جسم کا ریشہ ریشہ الگ  
 کر سکتا ہوں۔!“



”مگر اس کی طرح اردو تو نہیں بول سکو گی۔“ جولیا کہہ رہی تھی۔ ”اور پھر اس کی آواز کی نقل اتارنا بھی میرے بس سے باہر ہے۔“

”سنو....!“ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تمہیں اپنے ہونٹ سختی سے بند رکھنے ہوں گے تم کسی کی باتوں کا جواب نہیں دو گی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہو گی۔ آوازوں پر جو کونگی نہیں۔ کیا سمجھیں....! یہ لڑکی بہرے پن کا مظاہرہ کرتی رہی ہے۔ لہذا تم کسی کی بات سن ہی نہ سکو گی تو جواب دینے کا سوال کہاں پیدا ہوتا ہے۔“

”پھر مجھے کرنا کیا ہو گا۔!“

”تفریح.... سیر سپاٹے پورے شہر میں گھومتی پھرو۔ کبھی پیدل کبھی ٹیکسیوں میں۔ جوزف تمہارے ساتھ نہیں ہو گا۔ میں نے اسکیم بدل دی ہے۔ اگر تم سے کوئی کچھ پوچھنا چاہے تو صرف آنکھیں نکال کر سر کو استفہامیہ انداز میں جنبش دینا ہونٹ نہ کھلنے پائیں۔ زبان نہ ہلنے پائے۔“

”آخر مقصد کیا ہے....؟“

”مقصد ایکس ٹو سے پوچھو....!“ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔

”اے تم دھونس کس پر جماتے ہو.... ہوش میں رہنا....!“

”اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں کہنا....!“ عمران نے خشک لہجے میں کہا اور کمرے سے نکل گیا۔ لیکن پھر پلٹ آیا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”ایک بات اور.... اگر کوئی تمہیں کہیں لے جانا چاہے تو چپ چاپ اُس کے ساتھ چلی جانا خواہ وہ تمہیں جہنم ہی میں کیوں نہ لے جائے۔ یہ ایکس ٹو کا حکم ہے۔!“



جولیا دل ہی دل میں جھلپتی پھر رہی تھی۔ کوئی تک بھی ہو آخر کسی کام کی۔ اُسے عمران پر بڑی شدت سے غصہ آ رہا تھا۔ مقصد بھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ پورے حالات سے آگاہ ہوتی تو شاید اتنا اندازہ تو کر ہی لیتی کہ یہ طریق کار اُسے کس سمت لے جائے گا۔

وہ ایک ریسٹوران میں کچھ دیر بیٹھی رہی پھر اٹھ گئی باہر نکلی.... ایک ٹیکسی لی اور میونسپل گارڈن کی طرف روانہ ہو گئی۔

عمران.... عمران.... وہ سوچ رہی تھی.... اُسے پاگل بنا دے گا۔ آخر وہ اس کے متعلق

اُس نے کچھ کہے سنے بغیر ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور لڑکی کو اندر دھکیل کر پھر بند کر دیا۔ ویسے یہ خود کار دروازے تھے۔ ہینڈل کو داہنی جانب گھمانے سے کھلتے تھے اور بائیں جانب گھمانے سے مقفل ہو جاتے تھے اور پھر کئی لگائے بغیر ان کا کھلنا محال ہوتا تھا۔

صفر آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اُسے یہاں کیوں بلایا گیا ہے؟ جولیا پر عمران بہری لڑکی کا میک اپ کرنے والا تھا۔ اس کے بعد اس سے کیا کام لیتا۔ صفر اس کا اندازہ نہیں کر سکا۔ بہری لڑکی اور عمران کی گفتگو سے تو صاف ظاہر ہو گیا تھا کہ اس نے اُسے بت نما ٹرانس میٹر بولنے والے کا پتہ نہیں بتایا۔ صفر سوچتا رہا اور اس کے ذہن میں ایک بے نام سی خلش بنی رہی۔ کبھی کبھی اداسی بن کر اس کی رگ و پے میں سرایت کرتی چلی جاتی۔

وہ میک اپ روم میں نہیں گیا۔ عمران نے اُسے بلایا بھی نہیں تھا۔ وہ عمارت میں ادھر ادھر گھومتا رہا۔ ایک جگہ اُسے ایک ایسا منظر دکھائی دیا کہ ایک پل کے لئے اسے اپنی سانسیں حلق میں اٹکتی محسوس ہونے لگیں۔

دو آدمی ایک بڑی کھڑکی کے چنگے پر لگے کھڑے نظر آئے تھے۔ کمرہ باہر سے مقفل تھا انہوں نے وحشت زدہ نظروں سے صفر کی طرف دیکھا اور پھر سر جھکا لئے۔ شروع سے اب تک کی ساری داستان چشم زون میں صفر کی سمجھ میں آ گئی.... وہ اور عمران انہیں دونوں آدمیوں کے میک اپ میں دلکشا پہنچے تھے اور بہری راقصہ سے گفتگو کی تھی۔ مگر یہ دونوں آدمی بھی دائرہ منزل کے قیدی ہی ہو سکتے تھے۔ تو کیا ان دونوں کی رسائی صرف بہری راقصہ ہی تک تھی اگر بات نہ ہوتی تو اس آدمی کا پتہ انہیں دونوں سے مل گیا ہوتا۔ بہری راقصہ کی نوبت ہی نہ آتی تب پھر یہ بھی ممکن تھا کہ بہری راقصہ بھی اس آدمی کی شخصیت سے ناواقف ہو.... لیکن عمران.... عمران آخر اس پر کیوں مصر تھا کہ وہ اسے جانتی ہے۔

صفر وہاں نہیں رکا۔ تھوڑی دیر تک ٹھہرتا رہا پھر ایک خالی کمرے میں جا بیٹھا۔ اس کا ذہن مختلف قسم کے خیالات کی آماج گاہ بن رہا۔

پھر تقریباً ایک گھنٹے بعد عمران دکھائی دیا جس کے ساتھ جولیا بھی تھی۔ لیکن بہری راقصہ کے روپ میں اُس نے اپنے اخروٹوں کی سی رنگت والے بال تک سیاہ رنگ میں رنگوا دیے تھے۔ آنکھیں نچاڑ پھاڑ کر دیکھنے کے باوجود بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ بہری راقصہ نہیں ہے۔

سوچتی ہی کیوں ہے۔ جہنم میں جائے۔ کچھ اور سوچنا چاہئے۔

اس نے عمران کو اپنے ذہن سے نکال پھینکنے کے لئے میونسپل گارڈن کے بندروں کے متوجہ سوچنا شروع کر دیا اور پھر یک بیک اسے ہنسی آگئی۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار عمران بندروں کنہرے کے قریب کھڑا بندروں کو منہ چڑھاتا ہوا دیکھا گیا تھا۔

اُوہ.... پھر وہی عمران.... اس نے جھلاہٹ میں اپنی پیشانی پر گھونہ مار لیا۔ پھر چونک چاروں طرف دیکھنے لگی کہ کہیں کسی نے دیکھا تو نہیں۔ خیال آیا کہ ڈرائیور نے عقب نما آ میں اس کی یہ حرکت ضرور دیکھی ہوگی اور اُسے پاگل ہی سمجھا ہوگا۔

”عمران کے بچے تم سے خدای سمجھے....!“ وہ دانت پیس کر بڑبڑائی۔

”جی بیگم صاحب....!“ ڈرائیور چونک کر بولا۔

”تم سے نائیں بولا۔!“ وہ وحشیانہ انداز میں چیخی.... ٹوٹی پھوٹی اردو تو بول ہی لیتی تھی۔ ڈرائیور پھر خاموش ہو گیا۔

اب جولیا سوچ رہی تھی اس سے یہ کیا حماقت سرزد ہو گئی۔ اس سے تو کہا گیا تھا کہ وہ ہونٹ بند ہی رکھے گی۔ مگر یہ کم بخت.... عمران خدا اُسے عارت کرے۔!

میونسپل گارڈن میں وہ اتار گئی یہاں بلا مقصد ٹہلنا ہی تھا۔ اس نے بھی سوچا کہ اب یہیں ر کر دے گی کون شہر میں چاروں طرف دھکے کھاتا پھرے۔ خصوصیت سے تو کسی کام کے لئے نہیں گیا تھا اور نہ مقامات کا تعین کیا گیا تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک ٹہلتی رہی اور پھر ایک ہا کر سے شام کا اخبار خرید کر ایک بیچ پر بیٹھ گئی۔ ویسے وہ دیر سے محسوس کر رہی تھی کہ اس کی مگرانی کی جارہی ہے۔ اچانک ایک آدی اس قریب رک گیا۔

”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں۔!“ اس نے پوچھا۔

جولیا سر اٹھائے بغیر جھلائے ہوئے لہجے میں ”نہیں۔!“ کہتا ہی چاہتی تھی کہ اُسے اب بہرے پن کا خیال آگیا اور وہ بدستور سر جھکائے اخبار دیکھتی رہی۔

اجنبی نے اس کا شانہ چھو کر اُسے مخاطب کرنے کی کوشش کی اور وہ بے ساختہ اچھل پڑی ”بد تمیز.... کون ہو تم....!“ اس نے غصیلے لہجے میں کہا۔ لیکن آواز بلند نہیں ہوئے

فی اور یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ جسے بیساختگی ہی پر معمول کیا جاسکتا تھا۔ مگر جیسے ہی جولیا کو عمران کی ہدایت یاد آئی اسے اپنی بوکھلاہٹ پر افسوس ہوا۔

”ارے تم مجھے نہیں پہچانتیں....!“ اجنبی مسکرا کر بولا۔

”کیا....؟“ جولیا نے بہروں کے سے انداز میں پوچھا۔

اس نے گارڈن سے باہر چلنے کا اشارہ کیا۔

جولیا سوچنے لگی کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ وہ اُسے اشارہ کر کے پھانک کی طرف مڑ گیا تھا۔ آخر جولیا نے یہی فیصلہ کر لیا کہ اسے بھی اٹھنا ہی چاہئے۔ شاید ایکس ٹونے کسی پر ہاتھ ڈالنے کے لئے یہ جال پھیلایا ہے۔!

وہ پھانک سے گزر کر سڑک پر آئی۔ اجنبی شاید اسی کا منتظر تھا۔ اس نے ایک چھوٹی سی دین کی طرف اشارہ کیا جس کا پچھلا حصہ کھلا ہوا تھا۔ دین اتنی ہی چھوٹی تھی کہ اس کے پچھلے حصے پر رکھے ہوئے لکڑی کے ایک بڑے صندوق نے ساری جگہ گھیر لی تھی۔ اجنبی نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر بیٹھے کا اشارہ کیا۔ جولیا چپ چاپ اندر جا بیٹھی اور وہ بھی اس کے برابر ہی بیٹھ کر انجن اشارت کرنے لگا۔ پھر دین چل پڑی۔ وہ خاصی تیز رفتاری دکھا رہی تھی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ اس کا ساتھی اسے شہر سے باہر لے جانے کی کوشش کر رہا ہے۔ لیکن وہ خاموش بیٹھی رہی اور اس نے بھی اس کو مخاطب کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ شہر سے باہر نکلتے ہی جولیا نے محسوس کیا کہ دین کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ لیکن اس نے اپنے چہرے پر کسی قسم کا بھی جذباتی تغیر پیدا نہ ہونے دیا۔

پھر یک بیک تعاقب کرنے والی کار دین سے آگے نکل آئی اس کی رفتار کچھ ایسی بے ڈھنگی تھی جیسے اس کا ڈرائیور اسے دین کی راہ میں حائل ہی رکھنا چاہتا ہو.... اور یہ حقیقت بھی تھی کہ جولیا کا ساتھی انتہائی کوششوں کے باوجود بھی دین کو اس کار سے آگے نہ نکال سکا۔ جب وہ چاہتا کہ دین کو آگے نکال لے جائے اگلی کار کسی قدر ترچھی ہو جاتی تھی۔ کئی بار تو ایسا لگا کہ بس اب دونوں مگرائیں۔

دفعتاً عقب سے طویل سائرن کی آواز آئی۔ جولیا نے مڑ کر دیکھا یہ ایک بہت بڑا ٹرک تھا اس کا ڈرائیور بھی شائد ان گاڑیوں سے آگے ہی رہنا چاہتا تھا جولیا کے ساتھی نے رفتار کم کر کے اپنی دین کنارے کر لی۔ اگلی کار والا بھی غالباً ٹرک کو راستہ دینا چاہتا تھا۔

ٹرک دونوں سے آگے نکل گیا یہ عام ٹرکوں کا ڈیوڑھا ضرور رہا ہو گا اور چاروں طرف سے بند بھی تھا۔ کچھ دور جا کر اچانک وہ اس طرح ترچھا ہوا کہ جولیا کے ساتھی کو پورے بریک لگانے پڑے وین چرچاہٹ کے ساتھ رک گئی اگر ایسا نہ ہوتا تو دونوں کی ٹکر بڑی تباہ کن ثابت ہوتی۔ ٹارنہ جانے کیسے پیچھے رہ گئی تھی۔

ٹرک بھی رک گیا۔ اچانک پچھلی کار سے دو آدمی کودے اور جھپٹ کر وین کے قریب آئے اور پھر ایک ریوالور جولیا کے ساتھی کی کینٹی پر جا لگا۔

جولیا ان دونوں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی۔ ان میں سے ایک کو بھی نہ پہچان سکی۔ ویسے خیال یہی تھا کہ یہ اسکے ساتھی ہی ہوں گے۔ لہذا اگر وہ میک اپ میں ہیں تو انہیں پہچانے سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان میں سے ایک کے ریوالور کی نال اجنبی ساتھی کی کینٹی پر تھی اور آئے ہاتھ اسٹیرنگ پر سے ہٹ گئے تھے اور آنکھیں اس طرح پھیل گئی تھیں جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

”چپ چاپ بیٹھے رہو....!“ ریوالور والا غرایا۔

ٹرک سے دو آدمی نکل کر اس کا پچھلا ڈھلکا نیچے گرا رہے تھے۔ کچھ دیر بعد ڈھلکا کھل کر سڑک پر ٹک گیا۔

”وین ٹرک پر چڑھالے چلو....!“ ریوالور والے نے جولیا کے اجنبی ساتھی سے کہا لیکن جو نے اپنے چہرے سے یہ نہیں ظاہر ہونے دیا کہ اس نے اس کے الفاظ سنے تھے۔

وین حرکت میں آئی اور ڈھلکے پر سے گذرتی ہوئی ٹرک کے اندر جا ٹھہری۔ جولیا کو یقین کہ اب ڈھلکن بند کر دیا جائے گا۔ اس کے تصور ہی سے اس کا دم گھٹنے لگا اور اسے ایک بار پھر عرا پر تاؤ آگیا۔ ایسی اوٹ پٹانگ تدبیریں وہی کرتا ہے۔ آخر اس کی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہ اکیلا آد یونہی نہیں پکڑا جاسکتا تھا۔ مگر نہیں وہ عمران ہے۔ بھلا اس موقع پر حماقت سے کیوں باز رہے جولیا سوچتی اور جھلکتی رہی پھر اسے اس گدھے اجنبی پر بھی غصہ آنے لگا جو کسی بے بس بیوہ طرح ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا تھکے ہوئے چوپایوں کی طرح ہانپ رہا تھا۔ اس ڈیوٹ کو پکڑ

کے لئے اتنی درد سوری مول لی گئی تھی۔ جولیا کو عمران کی عقل پر رونا آنے لگا ایڈیٹ.... کہیں کا! آپ کی منطق ہی نرالی ہوتی ہے۔ وین سمیت پکڑ کر لے جائیں گے۔ بدھو.... پتہ نہیں اسے وقت اور انرجی کی بربادی میں کیا مزہ آتا ہے۔ ٹرک کا پچھلا ڈھلکا بند ہوتے ہی گپ اند

یا۔

”کیا تم مر گئے ہو!“ جولیا نے اجنبی ساتھی سے جھلا کر کہا۔ اتنے میں ٹرک حرکت میں آگیا۔... اس کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ ویسے جولیا نے محسوس کیا کہ وہ اب اور تیزی سے رہا ہے۔ جولیا نے اپنے وینٹی بیک سے پستول نکال کر اس کے بائیں پہلو سے لگا دیا اور بولی۔ ”گدھے.... اب تمہاری چٹنی بن جائے گی۔ خبردار چپ چاپ بیٹھے رہنا ورنہ ٹریگر دبے گا۔ سیفٹی کچھ ہٹا ہوا ہے۔!“

اس نے اجنبی کی کپکپاہٹ محسوس کی اور بے ساختہ ہنس پڑی۔

”تم جیسے گدھوں کے لئے تو میں تباہ کافی تھی۔!“

اب بھی وہ کچھ نہ بولا۔

”جہنم میں جاؤ....!“ جولیا نے بُرا سامنہ بنا کر کہا۔ آج کا کھیل اُس کے لئے بڑا مایوس کن ثابت ہوا تھا۔

ٹرک پتہ نہیں کب تک چلتا رہا۔ جولیا وقت کا اندازہ نہیں لگا سکی تھی۔

پھر جب ٹرک چلتے چلتے اچانک رکا تو اس کا سر پکڑا گیا۔

اندھیرا ہی اس کا باعث تھا۔ کچھ دیر بعد پچھلا ڈھلکا گرنے کی آواز آئی اور تازہ ہوا کا ایک لٹکا جولیا کے جسم سے مس ہوا.... اور اس کے بعد پھر اسی گھٹن کا سامنا تھا۔

”وین بیک کر کے نیچے اتار لاؤ۔!“ کہا گیا۔ جولیا نے غیر ارادی طور پر پستول پھر وینٹی بیک ڈال لیا۔ اجنبی نے انجن اشارت کر کے وین بیک کی اور جولیا کانپ کر رہ گئی۔ آخر یہ لوگ حماقت کر رہے ہیں۔ کیا سمجھوں پر عمران کی الٹی کھوپڑی مسلط ہو گئی۔ اگر وین کا پیہر ڈھلکے پر لے کر کی جانب نیچے پھسل گیا تو کیا ہو گا۔

لیکن وین ڈھلکے پر سے اتر کر صحیح و سلامت زمین پر ٹھہری تھی۔ جولیا نے چاروں طرف لڑکھوڑائیں۔ وہ ایک اجازت دیرانے میں تھے اور سورج غروب ہونے والا تھا۔

”نیچے اترو....!“ ایک آدمی نے گرج کر کہا۔

”حد ہو چکی حماقتوں کی۔!“ جولیا پھر گئی۔ ”کس گدھے نے تمہاری عقلیں چرا لی ہیں۔ ارے مابھو کے لئے اتنا طوفان.... اسے تو میں ہی ٹھیک کر سکتی تھی۔!“

”جی نہیں آج سے پہلے کبھی میں نے اس کو دیکھا تک نہیں!“

”پھر یہ تمہارے ساتھ کیسے سفر کر رہی تھی!“

”خدا کی قسم جناب.... میں سمجھا تھا شاید یہ جنگل کی سیر کرنا چاہتی ہیں۔ میں لومڑی کو پھینکنے کے لئے شہر سے باہر جا رہا تھا۔ قسم لے لیجئے۔ میں پولیس والوں سے کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ آپ انہیں سے پوچھ لیجئے کہ میں نے ان کی شان میں کوئی گستاخی تو نہیں کی۔ میونسپل گارڈن میں ٹہل رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر مسکرائیں میں نے انہیں اشارے کئے اور یہ میرے ساتھ گاڑی تک چلی آئیں۔ میں لومڑی پھینکنے جا رہا تھا۔ آف فوہ.... یقین کیجئے تھا نیدار صاحب! انہیں سے پوچھ لیجئے۔“

پھر جولیا سے انگریزی میں بولا۔ ”آپ خاموش کیوں ہیں۔ خدا را بولے۔ ورنہ کسی چکر میں پھنس کر میں نوکری سے بھی ہاتھ دھو بیٹھوں گا!“

”میں اسے نہیں جانتی!“ جولیا نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

”میں تم سے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں معلوم کرنا چاہتا کہ بہری راقصہ کہاں ہے!“ ریو اور والے نے مسکرا کر کہا۔ اُس نے یہ جملہ اردو میں ادا کیا تھا۔ جولیا نے مفہوم تو سمجھ لیا لیکن اردو ہی میں جواب دینے کی ہمت نہیں پڑی کیونکہ اس کی اردو خاصی اوٹ پٹانگ ہوتی تھی اُسے حیس بیس میں دیکھ کر ریو اور والے نے کہا۔

”کیا تم یہ چاہتی ہو کہ تمہیں تمہاری اصلی صورت پر لایا جائے!“

”جولیا پر یہ بُرا وقت تھا۔ اس دور ان میں پہلے وہ سمجھی تھی کہ یہ اجنبی وین ڈرائیور اس کے ساتھیوں ہی میں سے ہوگا۔ کوئی بھی خاور، صفدر یا چوہان جو قد و قامت اور جسم کے اعتبار سے قریب قریب ایک ہی سے تھے۔ لیکن اب اُسے اس کی طرف سے بھی مایوسی ہو گئی تھی۔ وہ تو میونسپل گارڈن کے مردہ جانور ڈھونڈنے والا نکلا تھا۔

دفعتاً ایک چھوٹی سی کار تیزی سے آتی ہوئی دکھائی دی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ان پر ہی چڑھ آئے گی۔ اُسے ڈرائیو کرنے والا غالباً کوئی انتہائی بے جگر اور لاپرواہ آدمی تھا۔ کار رک گئی اور ڈرائیور کی سیٹ سے ایک ایسا آدمی اُترا جس کے چہرے پر گھنی سیاہ ڈاڑھی تھی۔ مونچھیں اتنی گنجان تھیں کہ ہونٹ چھپ کر رہ گئے تھے۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی۔ جولیا نے محسوس کیا کہ چاروں نامعلوم آدمی اس کی آمد پر کچھ بوکھلا س گئے ہیں۔

”چپ رہو سو رک کی بچی!“ ریو اور والا غرایا۔ ”کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ ہمیں دھوکہ دینے میں کامیاب ہو گئی!“

جولیا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس کے محکمے کا کوئی آدمی اس کے لئے ایسے ناٹائز الفاظ استعمال کرنے کی جرأت نہ کر سکتا تھا۔

پھر ریو اور والے نے ایک آدمی سے کہا۔ ”اس وین کے نمبر رجسٹر میں تلاش کرو!“

وہ آدمی ٹرک کے اگلے حصے کی طرف چلا گیا۔

”بہری راقصہ کہاں ہے!“ ریو اور والے نے اچانک نرم لہجہ اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔

تخاطب جولیا سے تھا۔

”میں ہوں.... میں ہی ہوں.... مجھے پہچانو....!“ جولیا احمقانہ انداز میں مسکرائی۔

”تمہارا لہجہ غیر ملکیوں کا سا کیوں ہے!“

”میں آج کل اسی کی مشق کر رہی ہوں!“ جولیا نے جواب دیا۔

”خیر تو اس وقت یہ مشق ختم کر دو.... ہم اردو میں گفتگو کریں گے!“

اس تجویز پر جولیا بوکھلا گئی۔

ریو اور والے کی مسکراہٹ سے سفاکی جھلک رہی تھی۔ اس نے جولیا کے اجنبی ساتھی سے کہا۔

”اب تم بھی کچھ بکواس شروع کر دو.... وقت کٹے گا!“

”مم.... میں تو بڑی.... مم.... مصیبت میں پھنس گیا....!“ وہ ہانپتا ہوا ہلکایا۔

”کس مصیبت میں....!“

”میں نہیں جانتا کہ یہ عورت کون ہے.... میں تو.... میں تو....!“

اتنے میں وہ آدمی آگیا جو کسی رجسٹر میں وین کے نمبر تلاش کرنے کے لئے گیا تھا۔

”وین.... میونسپل گارڈن کے چڑیا گھر کی ہے!“ اس نے ریو اور والے سے کہا۔ ”اس نمبر

مردہ جانور ڈھونڈے جاتے ہیں!“

”اس وقت بھی اس پر رکھے ہوئے صندوق میں ایک ولائٹی لومڑی کی لاش موجود ہے۔“

ہاں۔!“ اجنبی نے کہا وہ اب بھی ہانپ رہا تھا۔

”تم نے ابھی کہا تھا کہ تم اس عورت کو نہیں جانتے!“

آنے والا جولیا کو بڑی توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

دفعۃً اس نے ہاتھ اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ لڑکی میک اپ میں ہے!“

جولیا نے سوچا یہ کمبخت بھی انہیں میں سے معلوم ہوتا ہے۔ آخر اسکے ساتھی کہاں جا رہے۔ اب وہ تعداد میں پانچ ہو گئے تھے۔

اچانک جولیا کے اجنبی ساتھی نے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا اور بڑی پھرتی سے پیچھے ہٹ کر چھلانگ لگائی۔ چھلانگ کیا لگائی تھی اچھل کر ریوالور والے کے سینے پر ایک لات رسید کی تھی۔ وہ کراہ کر الٹ گیا۔ اجنبی نے ایک فارۃً کیا اور نئی آنے والی کار کا ایک پیہر بیکار ہو گیا۔ پھر ان لوگوں کے سنبھلنے سے پہلے ہی اس نے دوسرا فارۃً جھونک دیا اس بار ریوالور کی نال کارخ ٹرک کے ایک پہرے کی طرف تھا۔ نتیجے کے طور پر ٹرک کا بھی ایک پیہر بیکار ہو گیا۔

پھر ان میں سے کوئی چھوٹی کار کے پیچھے جا چھپا اور کوئی ٹرک کی اوٹ میں ہو گیا۔ انہوں نے دراصل پوزیشن لی تھی۔ کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں پڑے درپے فاروں سے سارا میدان گونج اٹھا۔ اجنبی جولیا کو دین کے پیچھے کھینچ لے گیا تھا۔

اس نے بھی کار اور ٹرک کی جانب فارۃً کئے۔ حالانکہ جولیا کے دینی بیگ میں پستول تھا لیکن اس وقت اُسے بھی نہ سوچھی۔

فارۃً ہوتے رہے اور جولیا چپ چاپ بیٹھی رہی۔ دفعۃً اجنبی دین کے نیچے ریگ گیا اب وہ زمین پر او نہ ہاڑا فارۃً کر رہا تھا۔ کچھ دیر بعد کار کے پیچھے سے کوئی چیخا۔ شاید اجنبی کی کسی گولی نے کام کیا تھا۔

اب فارۃً اور زیادہ تیزی سے ہونے لگے تھے۔ جولیا اجنبی کے متعلق سوچ رہی تھی کہ آخر اسے اتنے بہت سارے راؤنڈ کہاں سے مل گئے۔ چھینے ہوئے ریوالور میں تو زیادہ سے زیادہ چھ گولیاں رہی ہوں گی لیکن چھ کی تعداد تو بہت پیچھے رہ گئی تھی۔

یک بیک اجنبی بھی حلق پھاڑ کر چیخا اور اس طرف سناٹا چھا گیا لیکن دوسری طرف سے کسی نے پکار کر کہا تھا۔ ”لڑکی خود کو ہمارے حوالے کر دو ورنہ تمہارا بھی یہی حشر ہوگا!“

دوسری طرف سے اب فارۃً گئی نہیں ہو رہی تھی۔ اب جولیا کو اپنا پستول یاد آیا لیکن اس سے پہلے ہی اس پر قابو پایا گیا۔ اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

گنجان ڈاڑھی والے نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”میں لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ تم گاڑیوں کو درست کرو!“

جولیا سوچنے لگی کہ کاش خود اس نے دین ہی کا ایک پیہر برباد کر دیا ہوتا۔ ڈاڑھی والے نے اس کا ایک بازو پکڑ کر اُسے دین کی طرف کھینچا اور وہ بے بسی سے دین کی انگلی سیٹ پر جا بیٹھی۔ وہ جانتی تھی کہ اس وقت کسی قسم کی بھی جدوجہد احمقانہ ہی ہوگی۔ ویسے وہ اپنے آدمیوں کو نری طرح کوس رہی تھی۔ خصوصیت سے عمران نشانہ تھا۔

دین حرکت میں آگئی اور جولیا نے سوچا کہ میونسپل گارڈن والے کی لاش بھی کچل کر رہ گئی ہوگی۔ تھوڑی دیر بعد دین ویرانے کی ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رکی اور ڈاڑھی والا اُسے کھینچتا ہوا اتر گیا۔ وہ عمارت میں آئے یہاں بالکل سناٹا تھا۔ بڑے کمرے میں تین کیروسین لیمپ روشن تھے۔ جن کی روشنی کمرے کے لئے کافی تھی۔

”کھیل ختم ہو گیا!“ اچانک جولیا نے اپنی پشت پر آواز سنی پھر وہ دونوں ہی چونک کر مڑے۔ دروازے پر میونسپل گارڈن کے مردہ جانور ڈھونے والا کھڑا تھا۔ اس نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔ ”ہاتھ اوپر اٹھا دو۔۔۔۔۔!“

”تم نہیں۔۔۔۔۔ تم اس کی ڈاڑھی نوچ ڈالو۔۔۔۔۔!“ اُس نے کہا اور اس بار تو جولیا اس کی آواز سن کر چونک ہی پڑی۔ کیونکہ یہ عمران کی آواز تھی۔

جولیا کسی بھوکے شیر کی طرح ڈاڑھی والے پر جھپٹ پڑی اور آن کی آن میں اس کی مصنوعی ڈاڑھی کا صفایا کر دیا۔

”آخا۔۔۔۔۔ کیپٹن واجد!۔۔۔۔۔!“ عمران نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ ”بریو۔۔۔۔۔ ونڈر فل۔۔۔۔۔ جولی ڈارلنگ اس کی جیب سے ریوالور بھی نکال لو۔۔۔۔۔!“

جولیا نے اس کی جیبیں ٹٹولیں۔۔۔۔۔ لیکن ریوالور تھا ہی نہیں۔

”اب تم ہٹ جاؤ۔۔۔۔۔!“ عمران نے اپنا ریوالور جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔ جولیا بڑی تیزی سے ہٹ گئی اور کیپٹن واجد تیر کی طرح عمران پر آیا۔

جولیا نے محسوس کیا کہ کیپٹن واجد بھی کمزور آدمی نہیں ہے۔ پہلے ریلے میں تو وہ عمران کو دیوار تک رگید لے گیا تھا۔ لیکن پھر دیوار سے نک کر عمران نے سنبھالا لیا۔۔۔۔۔ اور وہ دونوں ہی

جولیا کو پھر عمران پر تاء آگیا۔ کیونکہ یہ اس کی ایک قطعی غیر ضروری حرکت تھی۔ آخر ریوالور جیب میں کیوں ڈال لیا تھا۔ اس سے اسے کور کئے رہتا اور وہ کہیں سے سی تلاش کر لاتی اور کیپٹن واجد کے ہاتھ باندھ دیئے جاتے۔

جدوجہد جاری رہی کبھی عمران اُسے رگید دیتا اور کبھی وہ عمران کو۔

جولیا محسوس کر رہی تھی کہ واجد اس لڑائی کو طول دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اُسے وہاں سے اس وقت کسی اور کے بھی پہنچنے کی توقع رہی ہو۔

اُسے یاد آیا کہ اس کے ہینڈ بیک میں پستول موجود ہے۔ اُس نے وہاں میدان میں اُسے بیک سے ٹکانا چاہا تھا لیکن پھر موقع نہیں ملا تھا اور وہ لوگ بھی کچھ اس طرح بوکھلائے ہوئے تھے کہ نہ تو انہوں نے اس سے ہینڈ بیک چھینا تھا اور نہ ہی اس کی تلاشی لی تھی۔

اُس نے پستول نکال لیا اور انہیں الگ ہو جانے کا حکم دینے ہی والی تھی کہ عمران کا ایک بھرپور گھونسا کیپٹن واجد کی کپٹی پر پڑی گیا۔ ادھر وہ زمین پر گر اور ادھر عمران اُسے چھاپ بیٹھا۔ کمرے پر گہری خاموشی مسلط ہو گئی۔

دوسرے دن وہ سب دانش منزل کے ساؤنڈ پروف کمرے میں اکٹھے تھے۔ ان میں عمران بھی تھا اور ٹرانس میٹر پر ایکس ٹوکی بھرائی ہوئی آواز آرہی تھی۔ عمران نے پہلے ہی بلیک زیرو کو پوری رپورٹ لکھ کر دی تھی اور وہ اس وقت ایکس ٹوکارول ادا کر رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

”ہاں تو یہ دونوں آدمی جن کے ہمیں میں عمران اور صفدر دلکشا میں داخل ہوئے تھے عرصہ سے میری نظروں میں تھے۔ جب میں نے دیکھا کہ ان کی مصروفیات کا مقصد یوں سمجھ نہ آئے گا تو میں نے انہیں پکڑوالیا۔ ان پر جبر کیا گیا تب انہوں نے بتایا کہ وہ ایک نامعلوم آدمی کے لئے ایک حیرت انگیز کام کر رہے ہیں جس کی نوعیت خود ان کی سمجھ میں بھی نہیں آئی تھی بعض آدمیوں کا تعاقب کرنے کی ہدایت ملتی تھی۔ وہ ان کے بارے میں رپورٹ مہیا کر کے بہری ر قاصہ تک پہنچاتے تھے۔ بہری ر قاصہ تک کیوں اسی گم نام آدمی تک پہنچاتے تھے۔ طریقہ یہ تھا کہ وہ انہیں آتش دان تک لے جاتی تھی۔ بہری اس لئے بنی تھی کہ وہ ٹرانس میٹر کے قریب چچ کر بولیں اور ان کی کہی ہوئی باتیں دوسری طرف ٹیپ ریکارڈر پر واضح طور پر ریکارڈ ہو سکیں۔

دوسری طرف ریسینگ سیٹ سے ایک خود کار ٹیپ منسلک تھا جیسے ہی ادھر سے کسی قسم کی آواز پہنچتی تھی وہ خود بخود چلنے لگتا تھا۔ اگر ٹیپ ریکارڈر کا مسئلہ نہ درپیش ہوتا تو وہ بہری نہ بنتی اور نہ انہیں چچ کر ہی گفتگو کرنی پڑتی۔ مگر کوئی ہر وقت تو ٹرانس میٹر کے قریب بیٹھا نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اس سے ایک ٹیپ ریکارڈر منسلک کر دیا گیا تھا تاکہ ادھر سے ہونے والی باتیں بعد میں بھی سنی جاسکیں اور یہ انتظام بھی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ نامعلوم آدمی بذات خود دونوں کی آوازیں سن سکے۔ غالباً اسے شبہ تھا کہ کہیں کبھی کوئی دوسرا نہ ان کے ہمیں میں وہاں گھس آئے۔ چونکہ پہلے عمران کو اس بات کی حقیقت نہیں معلوم تھی اس لئے وہ زیادہ محتاط نہیں تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ نامعلوم آدمی اس کے متعلق شبہ میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے عمران صاحب اتنی جلدی کامیاب بھی ہو گئے ورنہ کامیابی کے انتظار میں جگ بیت جاتے۔ شبہ کی بناء پر وہ سامنے آگیا۔ ہاں یہ بھی سنتے چلو کہ دلکشا کا وہ ساؤنڈ پروف کمرہ اسے کرایہ پر حاصل کرنے کے بعد ہی بنایا گیا تھا۔ اصل مالکوں کو اس کا علم تک نہیں ہو سکا تھا۔ اب تم لوگ ان سرخ ٹائی والوں کے متعلق سوچ رہے ہو گے اور سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ آخر یہ کیپٹن واجد ہے کون....!

”ظہر و.... اب میں داستان کے اسی حصے کی طرف آرہا تھا۔ سرخ ٹائیوں والے ملٹری کی سیکریٹ سروس سے تعلق رکھتے تھے۔ اُن کے سپرد ایک کام کیا گیا تھا جو انہیں ایک غیر ملک میں انجام دینا تھا۔ کیپٹن واجد نہیں بلکہ کوئی اور جس کا سراغ ابھی تک نہیں مل سکا۔ اس سازش کی جزیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ فی الحال ایک ہی خاص آدمی ہاتھ لگا ہے.... اور وہ ہے کیپٹن واجد اور تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ کیپٹن واجد بھی خود ہماری ہی ملٹری سیکریٹ سروس کا ایک عہدہ دار ہے۔ ہاں تو آج کل وہ ان سرخ ٹائیوں والوں کے پیچھے تھا۔ اس دن جو آدمی جہاز کی میٹر ہیوں سے گر کر مرا تھا اس کی موت زہر سے واقع ہوئی تھی۔ وہ ملک سے باہر جا رہا تھا اور اُسے ایک اہم کام انجام دینا تھا۔ اس کے پاس فوجی نوعیت کے بہت ہی اہم کاغذات تھے جن کے راز کمانڈر انچیف یا سیکریٹ سروس کے چیف کے علاوہ اور کسی کو نہیں معلوم تھے۔ کیپٹن واجد نے اُن کاغذات کو اڑا لینا چاہا۔ نتیجے میں اس بیچارے کی لاش جہاز کی میٹر ہیوں کے نیچے پڑی ہوئی تھی۔ عمران نے جاگیر دار نائٹ کلب میں بھی دھوکا کھایا تھا۔ وہ سمجھا تھا کہ مرنے والے کا سوٹ کیس صحیح ہاتھوں میں پہنچ گیا ہے۔ لیکن وہ کیپٹن واجد کے آدمی تھے۔ ملٹری آفیسر کے ہمیں میں سرخ

نائی والے سے سوٹ کیس جتھیلے گئے۔ کاغذات اسی سوٹ کیس میں تھے۔ کیپٹن واجد کے لئے کام کرنے والے کیپٹن واجد کو ڈاڑھی ہی والے بہروپ میں پہچان سکتے تھے۔ اگر وہ کبھی ان کے سامنے کیپٹن واجد کی حیثیت سے آتا تو وہ اُسے کسی عام راہ گیر سے زیادہ اہمیت نہ دیتے۔ اس نے چالاک کی تھی کہ غدار کی کاموں کے لئے اپنے جھکے ہی سے کام کرنے والے منتخب نہیں کئے تھے۔ وہ سب باہر کے ہیں اور اسے مسٹر خان کے نام سے جانتے تھے۔ ان کا طریق کار ایسا تھا کہ اس پر مشکل ہی سے ہاتھ ڈالا جاسکتا۔ کبھی اس کی شخصیت منظر عام پر ہی نہ آتی.... اگر وہ بوکھلانہ گیا ہوتا۔ اس رات اُسے ٹیپ ریکارڈر پر کوئی پیغام نہیں ملا تھا۔ جب عمران نے بت نماثرانس میٹر کے تار کاٹ دیئے تھے۔ اسی چیز نے اُسے دلکشا کی طرف رجوع کیا۔ لیکن وہاں سے بہری راقصہ بھی غائب ہو چکی تھی۔ اسے تشویش ہی نہیں ہوئی بلکہ وہ بوکھلا گیا ادھر بہری راقصہ اس آدمی کا نام اور پتہ نہیں بتانا چاہتی تھی.... لہذا عمران نے میری اسکیم کو عملی جامہ پہنایا پھر جو کچھ بھی ہوا ہے تم جانتے ہی ہو۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا کہ اس نامعلوم آدمی کو بہری راقصہ کی تلاش ہوگی۔ اس لئے اس سے بہتر موقع پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا۔ اُس کے آدمی جولیا کے پیچھے لگ گئے۔ مگر محض میک اپ سے شخصیتیں تو نہیں بدل جایا کرتیں۔ چال ڈھال بدستور رہتی ہے۔ عادات پر قابو پانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ انہیں شبہ ہو گیا کہ وہ نقلی راقصہ ہے۔ لہذا انہوں نے سوچا کہ اُسے پکڑ لیں۔ اس طرح وہ ان آدمیوں سے واقف ہو سکیں گے۔ جو ان کے کاموں میں روڑے اٹکانے کی کوشش کر رہے تھے۔ عمران صاحب نے جب یہ دیکھا کہ اس کے گرد مگرانی کرنے والوں کی بھیڑ بڑھتی جا رہی ہے تو انہوں نے ان کا اشتیاق بڑھانے کے لئے جولیا سے چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ان لوگوں نے سوچا چلو ایک آدمی بھی نظروں میں آیا۔ پھر عمران صاحب میونسپل گارڈن کی گاڑی لے بھاگے جس کے صندوق میں لومڑی کی لاش بھی موجود تھی اور تمہیں یہ سن کر شاید مسرت ہو کہ انہوں نے اپنا تھوڑا سا وقت مردہ لومڑی کے ساتھ بھی گزارا ہے۔ جب فائرنگ ہو رہی تھی اس وقت یہ چیخ مار کر مر گئے.... اور وہ لوگ اتنے زروس اور بدحواس تھے کہ انہوں نے ان کی خبر لینے کی بھی زحمت گوارا نہیں کی تھی۔ بس فرض کر لیا تھا کہ چیخ کا مطلب گولی لگنا ہے اور گولی لگنے کے بعد کون بچا ہے۔ اندھیرا تو پھیل ہی گیا تھا۔ یہ حضرت چپ چاپ داخل صندوق ہوئے ان کا بیان ہے کہ لومڑی ملائم تو ہوتی ہے لیکن بدبودار چیز ہے۔

بس....! اور اینڈ آل....!“

عمران آنکھیں نکال نکال کر ٹرانس میٹر کو گھونہ دکھا رہا تھا۔

”یہ دیکھو بھی.... عمران ہی عمران کے قصیدے ہوتے ہیں۔“ تویر جل کر بولا۔

”اے تم خود مر جاؤ.... تمہارا خود قصیدہ پڑھا جائے۔“ عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”کیا بات ہوئی....!“ صفدر بولا۔

”اب اتنا گھماڑ بھی نہیں ہوں کہ قصیدہ نہ سمجھوں۔ جو لوگ مر جاتے ہیں ان کا قصیدہ پڑھا

بات ہے۔!“

”ارے.... وہ مرثیہ ہے بڑے بھائی....!“ صفدر ہنس پڑا۔

”نہیں قصیدہ....“ عمران گردن ہلا کر بولا۔

”شرط لگائیے گا....!“

”ارے میں نے ان کے قصیدے بہت پڑھے ہیں۔ وہ کیا نام ہے.... کیا کہتے ہیں اُسے۔ یعنی

لہ بازار جا رہے ہیں.... کیا لینے.... ارے وہی مثلاً اگر کچھ سامان لانا ہے بازار سے تو کیا کہیں

گے۔ کہ کیا لینے جا رہے ہیں.... چلف.... اُدبا.... سلف سلف.... کے سودا سلف....

سودا.... صاحب.... کے مرثیے خوب پڑھے ہیں میں نے۔!“

”مرثیے نہیں قصیدے....!“ چوہان نے کہا۔

”کیا جھگڑا ہے....!“ جولیا نے پوچھا۔

”یہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ایک لومڑی تمہارے ساتھ اور ایک لومڑی کیپٹن واجد کے

ساتھ۔“ عمران نے مسمی صورت بنا کر کہا۔

”کون بد تمیز کہتا ہے!“ جولیا اکھڑ گئی۔

عمران نے تویر کی طرف اشارہ کر دیا۔

”میں تمہاری گردن توڑ دوں گا!“ تویر غرایا۔

”ذرا توڑ کر دیکھو گردن....!“ عمران نے جولیا کی طرف اشارہ کر کے انگریزی میں کہا۔

”بیٹھی تو ہے سامنے! ہے ہمت.... اٹھو....!“

”میں تمہیں منہ لگانا پسند نہیں کرتی۔!“ جولیا نے تویر سے کہا۔

”تمہاری بھی عقل خبط ہو گئی ہے۔!“ تنویر آنکھیں نکال کر بولا۔

”میں تمہاری آنکھیں نکال لوں گی۔!“ جو لیا کھڑی ہو گئی۔

”ارے نہیں جانے دو....!“ عمران بولا۔ ”اگر تم نے اس کی آنکھیں نکال لیں تو اس کے گلے

میں ہارمونیم ہو گا اور ہاتھ میرے کاندھے پر.... درد کی خاک چھانی پڑے گی۔!“

تنویر عمران کی طرف جھپٹا.... ادھر جو لیانے پستول نکال لیا۔

”خدا کی قسم اگر تم اس کے قریب بھی آئے تو گولی مار دوں گی۔!“ اس نے کہا۔

بات بڑھتے دیکھ کر خاور اور چوہان تنویر کو باہر نکال لے گئے۔ عمران کسی ایسے مسکین بچے کی

طرح کھڑا تھا جس کی ماں اس کے لئے پڑوسن سے لڑ پڑی ہو۔

## عمران سیریز نمبر 33

# جرٹوں کی تلاش

(دوسرا حصہ)



## پیشترس

عمران کا ناول ”جڑوں کی تلاش“ تاخیر سے پیش کیا جا رہا ہے! جاسوسی دنیا کا ناول چاندنی کا دھواں میری علالت کی بناء پر دیر سے شائع ہوا تھا۔ اس لئے عمران کے ناول پر بھی اثر پڑنا لازمی تھا! عمران آپ کو پوری کہانی پر چھایا ہوا نظر آئے گا۔ لیکن آپ اسے کم ہی دیکھ سکیں گے..... اور آخر میں جب راز کھلے گا تو آپ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ وہ تو قدم قدم پر سامنے آیا ہے۔ اگر اس نے اس کہانی میں بہت زیادہ ہنسیا نہ ہو تو اس بیچارے کو معاف ہی کر دیجئے گا! کیونکہ وہ مجبور تھا۔ اس قسم کی تنقید کرنے سے پہلے یہ ضرور دیکھ لیا کیجئے کہ کہانی کا پلاٹ کس قسم کا ہے! اور اسے کس انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کہانی میں ناممکن تھا کہ وہ بار بار آپ کے سامنے آکر اپنی حماقتوں سے آپ کو محظوظ کرتا! بہر حال جتنا بھی آیا ہے..... خوب آیا ہے! آپ قہقہے لگائے بغیر نہ رہ سکیں گے!

ایضاً

۳ نومبر ۱۹۵۸ء



ڈھپ اینڈ کو کا دفتر بڑے مزے سے چل رہا تھا۔ مگر اس کی منیجر کی کم از کم خاور کے بس کا دگ نہیں تھی۔ کیونکہ بزنس کے چکروں کے لئے اس کا ذہن موزوں نہیں تھا۔ ذہن موزوں ہوا یا نہ رہا ہو لیکن صورت تو ضرور ہی ایسی تھی کہ وہ کسی فرم کا منیجر معلوم ہو سکتا تھا۔ بھاری ہر کم بار عب چہرے والا!

چونکہ وہ بزنس کے معاملہ میں اتاری تھا اس لئے اس کے کمرے میں لکڑی کی ایک دیوار سے ریٹینز کر دیئے گئے تھے۔ ایک طرف جولیا نا میٹھی ٹائپ رائٹر کھکا کرتی تھی اور دوسری طرف خاور اپنی منیجر سمیت براجمان رہا کرتا تھا۔

اگر کبھی کوئی نیا گاہک آجاتا اور خاور کو اسے ڈیل کرنے میں کچھ دشواری محسوس ہوتی تو جولیا کاغذات کا پلندہ دبائے دستخط کرانے کے بہانے اس کی میز پر آجاتی اور دوران گفتگو میں دخل اندازی کر کے خاور کو سہارا دیئے رہتی۔

آج بھی کوئی بڑا گاہک خاور کی میز پر موجود تھا اور اپنے کام کے سلسلے میں بعض امور کی وضاحت چاہتا تھا۔ جولیا نے محسوس کیا کہ خاور رک کر گفتگو کر رہا ہے اور گاہک کے ٹوکنے پر بعض اوقات گڑبڑا بھی جاتا ہے۔

وہ کچھ کاغذات سنبھالے ہوئے خاور کی میز پر جا پہنچی۔

”اوہو..... اچھا ہوا تم آگئیں....!“ خاور نے کہا اور پھر گاہک سے بولا۔ ”یہ میری اسٹنٹ میں سرسوکھے۔ میرا ادھنا ہاتھ۔ اب دیکھئے آپ جو کچھ چاہتے ہیں اس کا تعلق زیادہ تر انہیں کی ذات سے ہوگا۔ حسابات وغیرہ کی پڑتال یہی کرتی ہیں۔!“

جولیا نے اس گول ہنول آدمی پر اچھتی سی نظر ڈالی..... یہ کبھی وجہ ضرور رہا ہوگا۔ مگر اب

”کلی..... یہ دیکھو اب یہ تمہاری مالکہ ہیں۔!“

وہ دم ہلانے لگا اور سر سوکھے نے پھر اپنے برنس کی بات شروع کر دی۔

”قصہ دراصل یہ ہے کہ.... اودہ ٹھہریے میں پہلے اپنا پورا تعارف تو کرادوں۔ میری فرم کا سوکھے انٹرپرائزرس“ ہے۔!“

”اودہ.... اچھا.... میں سمجھ گئی۔!“

”آپ جانتی ہیں....!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ ”خیر تو.... میرا فارورڈنگ اور کلیئرنگ کا الگ اسٹاف تھا۔ لیکن اب اس پر غیر ضروری مصارف بھی ہونے لگے تھے۔ میں نے حساب لگایا تو

وہ ہوا کہ اگر یہ کام کسی دوسری فرم کے سپرد کر دیا جائے تو نسبتاً سستے میں ہو گا۔!“

”جی ہاں.... عموماً یہی ہوتا ہے۔!“ جولیا سر ہلا کر بولی۔

”بس تو پھر میں نے اپنے یہاں سیکشن توڑ دیا ہے۔!“ سوکھے نے کہا۔ ”اور اب اس کے لئے

کی فرم سے معاملات طے کرنا چاہتا ہوں۔!“

”عالمی انیجر صاحب آپ کو یہاں کے قواعد و ضوابط سے آگاہ کر چکے ہیں۔!“

”جی ہاں.... اور میں ان سے کلی طور پر متفق ہوں۔!“ سر سوکھے نے کہا۔ ”قواعد و ضوابط کی

نہیں تھی۔ میں تو دراصل آپ کے لئے تھوڑی سی درد سہی بڑھانا چاہتا ہوں۔!“

”فرمائیے....!“

”آپ کو ایک ایسا حساب بھی تیار کرنا ہو گا جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ کام میری ہی فرم کے

سیکشن نے کیا ہے۔!“

خاور نے جولیا کی طرف دیکھا اور جولیا جلدی سے بولی۔ ”یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کے

آپ کو زیادہ تشویش ہو۔ ایسا بھی ہو جائے گا۔!“

”بس تو پھر ٹھیک ہے۔! کیا آپ کسی وقت میرے دفتر آنے کی زحمت گوارا کر سکتی ہیں۔!“

”جب آپ فرمائیے۔!“

”نہیں بھی جب آپ کو فرصت ملے۔ بس آنے سے پہلے فون کر دیجئے گا۔!“

”بہتر ہے.... میں آکر دیکھ لوں گی کہ اب تک آپ کے یہاں حسابات کس طرح رکھے

تے رہتے ہیں۔!“

”اودہ.... شکریہ.... یہ تو بڑی اچھی بات ہو گی۔ اس کے لئے آپ جو بھی حق الحمت تجویز

مجھے اس پر اعتراض نہ ہو گا۔!“

موتا پے نے اس کے ساتھ جو سلوک کیا تھا اس کا اظہار الفاظ میں ناممکن تھا۔ بس دیکھئے اور محسوس کرنے کی چیز تھی۔ قد تو متوسط ہی تھا۔ مگر پھیلاؤ نے اس توسط کی ریڑھ مار کر رکھ دی تھی اور اب اسے گول ہی کہا جاسکتا تھا۔ چند یا صاف تھی۔ صرف کناروں پر تھوڑے سے سیاہ بال تھے جو اگر سفید ہوتے تو اتنے نرمے نہ معلوم ہوتے۔

اس کے پیروں کے پاس ہی ایک ننھا منسا خوبصورت کتا بیٹھا سرخ زبان نکالے بائیں رہا تھا جولیا نے اسے تعریفی نظروں سے دیکھا۔ اس کے بال بڑے اور سفید تھے۔ کان البتہ گہرے کتھی تھے اور یہی اس کا حسن تھا۔

”سر سوکھے رام.... اور مس جولیا فائفر وائر....!“ خاور نے تعارف کر لیا۔

سر سوکھے رام نے مسکرا کر سر کو خفیف سی جنبش دی۔

اور جولیا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”میں آپ کی کیا خدمت کر سکتی ہوں جناب....!“

وہ دل ہی دل میں ہنس رہی تھی۔ اتنی اردو تو سمجھتی ہی تھی کہ اس کا نام اور جش کے تضاد سے

لطف اندوز ہو سکتی۔ کتنی ستم ظریفی تھی۔ یہ ہاتھی سا آدمی سوکھے رام کہلاتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ

خطاب یافتہ بھی تھا۔ وہ سوچ رہی تھی نہ ہوا عمران در نہ مزہ آ جاتا۔

”دیکھئے.... بات دراصل یہ ہے کہ میں مستقل طور پر آپ لوگوں سے معاملہ کرنا چاہتا ہوں۔!“

سوکھے رام نے کہا۔

”ہم ہر خدمت کے لئے حاضر ہیں۔!“

”وہ.... تو.... تو.... تو ٹھیک ہے۔!“ سر سوکھے نے کرسی کی پشت سے نکلنے کی کوشش

کرتے ہوئے کہا۔ ”مگر آپ کو اس سلسلہ میں تھوڑی سی درد سہی بھی مول لینی پڑے گی۔ دیکھئے

بات دراصل یہ ہے۔!“

وہ سانس لینے کیلئے رک گیا اور جولیا جھک کر اسکے کتے کا سر سہلائی ہوئی بولی۔ ”بڑا پیارا کتا ہے۔!“

سر سوکھے نے اس طرح چونک کر کتے کی طرف دیکھا جیسے اس کی موجودگی کا خیال ہی نہ رہا ہو۔

”آپ کو پسند ہے۔!“ اس نے مسکرا کر پوچھا۔

”بہت زیادہ....!“

”تو میری طرف سے قبول فرمائیے۔!“

”اودہ.... ارے نہیں....!“ جولیا خواہ مخواہ ہنس پڑی۔

”نہیں.... اب میں اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاؤں گا۔!“ سر سوکھے نے کہا اور اترتے سے

”حق اللمحت کیسا.....!“ جولیا نے حیرت سے کہا۔ ”یہ تو میں اپنی فرم کے انٹرسٹ میں کروں گی۔ ہمارے لئے یہی کیا کم ہے کہ ہمیں اتنا بڑا اور مستقل کام مل رہا ہے۔!“

”یہی بات.....!“ سر سوکھے نے میز پر اس طرح گھونسا مار کر کہا کہ اس کا سارا جسم ہلکا ہوا گیا۔ ”یہی بات..... یہی اسپرٹ کام کرنے والوں میں ہونی چاہئے!“ پھر خاور سے بولا۔ ”آپ خوش قسمت ہیں جناب کہ اتنے اچھے ساتھی آپ کے حصے میں آئے ہیں۔!“

”شکریہ.....!“ خاور نے سگارا کا ڈبہ اسے پیش کیا۔

”بس جناب..... اب اجازت دیجئے۔!“ وہ اٹھتا ہوا بولا۔ پھر جولیا سے کہا۔ ”میں آپ کا منتظر رہوں گا۔!“ ساتھ ہی دم ہلاتے ہوئے کتے سے بولا۔ ”نہیں لکی تم میرے ساتھ نہیں جاسکتے تمہاری مالکہ وہ ہیں۔!“

کتا جولیا کی طرف مڑا اور وہ متحیر رہ گئی کیونکہ اب وہ اس کی کرسی پر دونوں اگلے بچے یک کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی ران سے اپنی تھو تھنی رگڑ رہا تھا۔

اس نے پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور اس کی منھنی سی دم بڑی تیزی سے ہلنے لگی۔

”کمال ہے.....!“ جولیا اور خاور نے یک وقت کہا۔

”کتوں کو ٹرینڈ کرنا میزری ہوئی ہے۔!“ سوکھے مسکرایا۔ ”میرے سارے کتے بڑے کچھ دار ہیں۔ اب یہ میرے ساتھ واپس جانے کی کوشش نہیں کرے گا..... اور صرف آپ ہی کے ساتھ جائے گا۔ آپ کے دفتر کا کوئی دوسرا آدمی اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتا۔ اچھا بس اجازت دیجئے۔!“

وہ ان دونوں سے مصافحہ کر کے رخصت ہو گیا۔ اس کی چال بھی عجیب تھی۔ بس ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی گیندا اچھلتا کودتا ہوا چل پڑا ہو۔

”کیا خیال ہے.....!“ اس کے چلے جانے کے بعد خاور نے جولیا کی طرف دیکھا۔

”حیرت انگیز.....!“

”ہر اعتبار سے..... ہماری بڑی بد قسمتی ہے کہ اس شہر میں ایسے ایسے عجوبے موجود ہیں لیکن ہمیں ان کے دیدار نہیں ہوتے۔ تم نے اس کی چال پر غور کیا۔!“

”ہاں..... وہی تو میرے لئے حیرت انگیز تھی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ اتنا موٹا آدمی اتنی تیز رفتاری سے چل سکے گا۔!“

”اس کی آنکھیں کتنی چمکیلی ہیں۔!“ خاور نے کہا۔

”اور یہ کتنا.....!“ جولیا نے کتے کی طرف دیکھ کر کہا۔ جواب اس کے پیروں کے قریب بیٹھا ان نکالے ہانپ رہا تھا۔



جوزف رانا پیلس ہی کا ہو کر رہ گیا تھا۔ آتش دان کے بت والے کیس کے بعد اس نے فلیٹ محل نہیں دیکھی تھی۔ عمران کی تاکید تھی کہ وہ ادھر کارخ بھی نہ کرے۔ اس طرح سلیمان یہ ملہ کرنے کے قابل ہو سکا تھا کہ وہ بدستور عمران ہی کی خدمت کرتا رہے گا۔

رانا پیلس میں سبھی تھے۔ نوکر چاکر، ڈرائیور، جوزف، حتیٰ کہ بلیک زیرو بھی (بوڑھے آدمی نے میک اپ میں) لیکن رانا تہور علی صندوق کا کہیں پتہ نہ تھا۔

بلیک زیرو بوڑھے طاہر صاحب کے روپ میں رانا تہور علی صندوق کا منیجر تھا۔ سمجھا جاتا تھا کہ اس کی جائیداد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔

جوزف ہر وقت فوجی وردی میں رہتا تھا اور اس کے دونوں پہلوؤں سے ریواں لٹکے رہتے تھے۔ اس کا خیال تھا کہ فوجی وردی میں اس کی مارشل اسپرٹ ہر وقت بیدار رہتی ہے اور شراب نہ پینے پر اسپرٹ ہی میں پانی ملا کر پینے سے بھی نہیں مرتی۔

جوزف بلا نوش تھا لیکن اسے معینہ مقدار سے زیادہ شراب نہیں ملتی تھی اس لئے وہ اکثر برٹ میں پانی ملا کر پیا کرتا تھا۔

اس وقت وہ اسپرٹ کے نشے کی جھونک میں پورچ میں ”ٹینشن“ تھا۔ بالکل کسی بت کی طرح یاس و حرکت۔ پلکیں ضرور جھپکتی رہتی تھیں۔ مگر بالکل ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کسی الو کو ڈکر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو..... اور وہ خاموشی سے مجسم احتجاج بن کر تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔

دفتر ایک آدمی پشت پر ایک بہت بڑا تھیلا لادے ہوئے پھانک میں داخل ہوا۔ لیکن جوزف اپوزیشن میں کوئی فرق نہ آیا۔ بلکہ وہ تو اس کی طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔

مگر جیسے ہی وہ پورچ کے قریب آیا۔ اچانک جوزف دہاڑا۔ ”ہالٹ.....!“

اور وہ آدمی بھڑک کر دو چار قدم کے فاصلے پر تھیلے سمیت ڈھیر ہو گیا۔

”گٹ اپ.....!“ جوزف اپنی جگہ سے ہلے بغیر پھر دہاڑا۔

”ارے مار ڈالا.....!“ وہ مفلوک الحال آدمی دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر کر رہا۔

”کی در جاتا.....!“ جوزف غرایا۔

”بھتر جاتا.... رانا صاحب کے پاس.... ایسی ایسی جڑی بوٹیاں ہیں میرے پاس۔“

”کیا بکتا....!“ جوزف پھر غریا۔

”آؤں... آجاؤں... پاس آجاؤں...!“ وہ آدمی خوف زدہ انداز میں ہاتھ ہلا ہلا کر پوچھتا رہا  
”اب جوزف خود ہی اپنی جگہ سے ہلا اور وہ آدمی تھیلا سمیٹا ہوا پیچھے پھدک گیا۔ یہ دہلا پٹلا او  
چیزو جسم والا ایک بوڑھا آدمی تھا۔ آنکھیں اندر کودھنی ہوئی اور دھندلی تھیں۔ لیکن ہاتھ پاؤں  
میں خاصی تیزی معلوم ہوتی تھی۔“

”کیا بکتا....!“ جوزف اس کے سر پر پہنچ کر دھاڑا۔

”شش... شش... شش... شش... مصری....!“ وہ تھیلے سے کوئی چیز نکال کر اُسے دکھا  
ہوا پیچھے کھسکا۔

”یو کیا ہائے۔!“ جوزف غریا۔

”اجی بس.... کیا بتاؤں!“ وہ بہت تیزی سے بول رہا تھا۔ ”ررر رانا صاحب قدر کریں گے۔“

”رانا صاحب تاکیں ہائے.... بھاگ جیاؤ....!“

”تو آپ ہی ٹرائی کیجئے صاحب.... مزہ آجائے گا۔ جڑی بوٹیاں ہاں۔ رانا صاحب کہاں ہیں۔!“

”ام تاکیں.... جیان تا.... جیاؤ....!“

اتنے میں بلیک زیرو شور سن کر باہر آگیا۔

”کیا بات ہے....!“ اس نے جوزف سے انگریزی میں پوچھا۔

”باس کو پوچھتا ہے.... میں کہتا ہوں باس نہیں ہیں.... وہ مجھے کوئی چیز دکھاتا ہے۔!“

بلیک زیرو نے بوڑھے کی طرف دیکھا۔ وہ جھک جھک کر اسے سلام کر رہا تھا۔

”حضور.... حضور.... حضور عالی.... سرکار جڑی بوٹیاں ہیں میرے پاس۔ بڑی دور۔“

رانا صاحب کا نام سن کر آیا ہوں۔“

بلیک زیرو نے جلدی میں کچھ سوچا اور آہستہ سے بولا۔ ”ہاں کہو ہم سن رہے ہیں۔!“

”جو کچھ کہئے.... حاضر کروں سرکار....!“

”ہم کیا کہیں.... ہم نے تمہیں کب بلایا تھا....!“

”سرکار حضور.... رانا صاحب.... بڑے معرکے کی بوٹیاں ہیں۔ بس طبیعت خوش ہو جائے گی۔“

”کہا ہمارے کسی دوست نے تمہیں بھیجا ہے۔!“

”جی ہاں.... ہم نے اس سرکار کی بڑی تعریف سنی ہے۔!“

”خیر اندر چل کر.... ہمیں کچھ بوٹیاں دکھاؤ اور ان کے خواص بتاؤ۔!“

بوڑھا خوش نظر آنے لگا اس نے تھیلا سمیٹ کر کا ندھے پر رکھا اور بلیک زیرو کے پیچھے چلنے لگا۔

جوزف کھڑا اچھا انداز میں پلکیں جھپکاتا رہا۔ پھر یک بیک وہ چونک کر اس بوڑھے آدمی کے

پیچھے چھپنا۔

بلیک زیرو اور بوڑھا اندر داخل ہو چکے تھے۔ بلیک زیرو اسے ایک کمرے میں بٹھانے کا ارادہ

کری رہا تھا کہ اس نے جوزف کو اس پر جھپٹنے دیکھا۔

”ارے.... ارے.... حضور....!“ بوڑھا بوکھلا گیا۔

بلیک زیرو بھی بھونچکا رہ گیا۔

لیکن بوڑھا دوسرے ہی لمحے میں زمین پر تھا اور جوزف نے اس کی میلی اور سال خوردہ پتلون

کی جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نکال لیا تھا۔

بوڑھا اس اچانک حملے سے بُری طرح بوکھلا گیا تھا۔ اس لئے جوزف کی گرفت سے آزاد ہونے

کے بعد بھی اسی طرح بے حس و حرکت پڑا رہا۔ البتہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ پلکیں

بھی جھپکاتا رہا تھا۔

”کیوں.... تم کون ہو....!“ بلیک زیرو آنکھیں نکال کر بولا۔

”مم.... میں نہیں جانتا صاحب.... کہ یہ خطرناک چیز میری جیب میں کس نے ڈالی تھی۔“

وہ ہانپتا ہوا بولا۔

”جو اس مت کرو....!“ بلیک زیرو غریا۔ ”تم کون ہو۔!“

”جی میں جڑی بوٹیاں تلاش کر کے بیچتا ہوں.... شوقین رئیس میری قدر کرتے ہیں۔!“

”مگر تم پہلے تو کبھی یہاں نہیں آئے۔!“ بلیک زیرو اسے گھورتا ہوا بولا۔

”جی بے شک میں پہلے کبھی نہیں آیا۔“

”کیوں نہیں آئے تھے؟“ بلیک زیرو نے غصیلے لہجے میں کہا اس کے ذہن میں اس وقت عمران

رینگنے لگا تھا اور اس نے یہ سوال بالکل اسی کے سے انداز میں کیا تھا۔

”جج.... جی.... ای.... کیا بتاؤں.... مجھے اس سرکار کا پتہ نہیں معلوم تھا۔ وہ تو ابھی ابھی

ایک صاحب نے سڑک پر بتایا تھا کہ اس محل میں جاؤ۔ یہاں رانا صاحب رہتے ہیں۔ بہت بڑی

سرکار ہے۔!“

”اس پستول کی بات کرو۔!“

”صص..... صاحب..... میں نہیں جانتا۔ بھلا میرے پاس پستول کا کیا کام۔ پتہ نہیں کس نے کیوں یہ حرکت کی ہے۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ خدا کے لئے اس کا لے صاحب کو یہاں سے ہٹا دیجئے ورنہ میرا دم نکل جائے گا۔“

جوزف اسے خوں خوار نظروں سے گھورتا ہوا بڑا رہا تھا۔ ”مسٹر ٹائیر یہ کیا کہہ رہا ہے۔ مجھے بھی بتائیے۔“

”اس کو گردن سے پکڑ کر ٹانگ لو.....!“ بلیک زیرو نے کہا۔

جوزف پستول کو بائیں ہاتھ میں سنبھال کر اس کی طرف بڑھا۔ لیکن اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے آنکھوں کے سامنے بجلی سی چمک گئی ہو۔ بوڑھا چکنے فرش پر پھسلتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

”خبردار فائر نہ کرنا جوزف.....!“ بلیک زیرو چیخا۔

جوزف نے بوڑھے پر پھلانگ لگائی تھی اور اب فرش سے اٹھ رہا تھا۔ کیونکہ بوڑھا تو چھلا وہ تھا چھلا وہ۔

جب تک جوزف اٹھتا وہ بیرونی برآمدے میں تھا۔

”فائر مت کرنا.....!“ بلیک زیرو پھر چیخا۔ ساتھ ہی اب وہ بھی تیزی دکھانے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ جوزف کو پھلانگتا ہوا وہ بھی بیرونی برآمدے میں آیا۔

یہاں دو ملازم کھڑے چیخ رہے تھے۔

”صاحب وہ چھت پر ہے۔!“ دونوں نے بیک وقت کہا۔

بلیک زیرو چکر اگیا۔ بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اتنی جلدی چھت پر بھی پہنچ جاتا۔

”نو کروں نے قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ انہوں نے اسے بندروں کی سی پھرتی سے اوپر جاتے دیکھا ہے۔ انہوں نے گندے پانی کے ایک موٹے پائپ کی طرف اشارہ کیا تھا جس سے ملی ہوئی پوری کی کارنس تھی اور پوری کی چھت بہت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ کوئی بھی پھر تیرا آدمی کم از کم پوری کی چھت تک تو اتنے وقت میں پہنچ ہی سکتا تھا۔“

پھر ذرا سی دیر میں پوری عمارت چھان ماری گئی لیکن اس کا کہیں پتہ نہیں تھا۔

اندر پہنچ کر بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ اس چھلاوے نے اپنا تھیلہ بھی نہیں چھوڑا تھا۔

”ٹائیر صاحب!“ جوزف نے غصیلی آواز میں کہا۔ ”مجھے فائر کرنے سے کیوں منع کیا تھا!“

”باس کا حکم ہے کہ اس محل میں کبھی گولی نہ چلائی جائے۔“

”چاہے کوئی یہاں آکر جوزف دی فائر کے منہ پر تھوک دے۔!“

”خاموش رہو..... باس کے حکم میں بحث کی گنجائش نہیں ہو کرتی۔!“

جوزف فوجیوں کے سے انداز میں اسے سیلوٹ کر کے اپنے کمرے کی طرف مڑ گیا۔ اس کا دُخرا ہوا گیا تھا۔ اس لئے وہ شراب کی بوتل پر ٹوٹ پڑا۔



آج صفر تین دن بعد آفس میں داخل ہوا تھا مگر اس حال میں کہ اس کے بال گرد آلود تھے۔

باس میلا اور شیو بڑھا ہوا تھا۔

دوسروں نے اسے حیرت سے دیکھا اور اس نے ایک بہت بُری خبر سنائی۔

اور یہ خبر ہم کی طرح ان پر گری۔ جولیا تو اس طرح اچھلی تھی جیسے اس کی کرسی میں اچانک رقی رو دوڑادی گئی ہو۔

”کیا بک رہے ہو.....!“ اس نے کانپتے ہوئے سسکی سی لی۔

”وہ سب صفر کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت یہاں صرف سیکرٹ سروس کے آدمی تھے چونکہ چھٹی کا وقت ہو چکا تھا اس لئے دوڑ دھوپ کے کام کرنے والے جا چکے تھے۔“

”ہاں..... یہ حادثہ مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔!“ صفر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں تین دن سے اس کے ساتھ ہی تھا۔ ہم دونوں کیپٹن واجد والی تنظیم کے بقیہ افراد کی فکر میں تھے۔ تین دن سے ایک آدمی پر نظر تھی۔ آج اس کا تعاقب کرتے ہوئے ندی کی طرف نکل گئے۔ مقبرے کے پاس جو سرکنڈوں کی جھاڑیاں ہیں وہاں ہمیں گھیر لیا گیا۔ حملہ اچانک ہوا تھا پھر یہ بات میری سمجھ میں آئی کہ ہمیں دھوکے میں رکھا گیا تھا۔ ہم تو دراصل یہ سمجھتے رہے تھے کہ اس تنظیم کا ایک آدمی ہماری نظروں میں آگیا ہے لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ ہمیں نہایت اطمینان سے ختم کرنا چاہتے تھے کسی ایسی جگہ گھیرنا چاہتے تھے جہاں سے بچ کر ہم نکل ہی نہ سکیں۔ یعنی انہوں نے بھی وہ طریقہ اختیار کیا تھا جسے واجد کو پکڑنے کے لئے عمران کام میں لایا تھا۔“

”پھر کیا ہوا..... باتوں میں نہ الجھاؤ.....!“ جولیا مضطربانہ انداز میں چیخی۔

”ہم پر چاروں طرف سے فائرنگ ہو رہی تھی اور ہم کھلے میں تھے اچانک میں نے عمران کی چیخ سنی۔ وہ ٹکڑے سے ندی میں گر رہا تھا۔ میں نے اسے گرتے اور غرق ہوتے دیکھا تھا۔ تم جانتے ہی ہو کہ ندی کا وہ کنارہ کتنا گہرا ہے جس کنارے پر مقبرہ ہے۔!“

”تم کیسے بچ گئے.....!“ حاور نے سوال کیا۔

”بس موت نہیں آئی تھی!“ صفدر نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔  
”تب تو پھر تم آفس ناحق آئے.... تمہیں ادھر کا رخ ہی نہ کرنا چاہئے تھا۔ جاؤ جتنی جلدی ممکن ہو اپنی قیام گاہ پر پہنچنے کی کوشش کرو!“

جولیا میز سے نکلی کھڑی تھی۔ اس کا سر چکر رہا تھا۔

”نہیں میں یقین نہیں کر سکتی۔ کبھی نہیں!“ وہ کچھ دیر بعد ہڈیانی انداز میں بولی۔ ”عمران نہیں مر سکتا۔ بکواس ہے۔ کبھی نہیں۔ تم جھوٹے ہو!“ وہ خواہ خواہ ہنس پڑی۔ اس میں اس کے ارادے کو دخل نہیں تھا۔

وہ سب اُسے عجیب نظروں سے دیکھنے لگے۔ ان میں تنویر بھی تھا۔ ”مرنے کو تو ہم سب ہی اس وقت مر سکتے ہیں۔“ اس نے کہا۔

”ہم سب مر سکتے ہیں.... مگر عمران نہیں مر سکتا۔ اپنی بکواس بند کرو!“

پھر جولیا نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے ایکس ٹو کے نمبر ڈائیل کئے لیکن دوسری طرف سے جواب نہ ملا۔

”تمہیں سر سوکھے کے یہاں جانا تھا....!“ خاور نے کہا۔

”جہنم میں گیا سر سوکھے!“ جولیا حلق پھاڑ کر چیچی۔ ”کیا تم سب پاگل ہو گئے ہو گویا عمران کا مر جانا کوئی بات ہی نہیں ہے!“

”اس کی موت پر یقین آجانے کے بعد ہی ہم سوگ مناکیں گے۔“ خاور نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

دفتر ایفٹیننٹ چوہان نے صفدر سے سوال کیا۔ ”تمہیں وہ آدمی ملا کہاں تھا اور تمہیں یقین کیسے آیا تھا کہ وہ اسی تنظیم سے تعلق رکھتا ہے!“

”عمران نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا....!“

”آخر وہ تمہیں ہی کیوں ایسی مہمات کے لئے منتخب کرتا ہے۔“

”وہ کیوں کرنے لگا۔ مجھے ایکس ٹو کی طرف سے ہدایت ملی تھی۔“

وہ سب پھر خاموش ہو گئے۔ جولیا میز پر سر ٹیکے بیٹھی تھی اور تنویر غصیلی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ اٹھی اور اپنا بیگ سنبھال کر دروازے کی طرف بڑھی۔

”تم کہاں جا رہی ہو۔“ تنویر نے اسے ٹوکا۔

”شٹ اپ!“ وہ مڑ کر تیز لہجے میں بولی۔ ”میں ایکس ٹو کے علاوہ اور کسی کو جواب دہ نہیں ہوں۔“ وہ باہر نکل کر اپنی چھوٹی سی ٹوسیٹر میں بیٹھ گئی۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ اسے کہاں جانا ہے۔ صفدر کو وہ ایک دیانت دار اور سنجیدہ آدمی سمجھتی تھی۔ اس قسم کے جھوٹ کی توقع اس کی ات سے نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس نے سوچا ممکن ہے عمران نے اسے بھی ڈانچ دیا ہو۔ لیکن کیا ضروری ہے کہ وہ ہمیشہ بچتا ہی رہے۔

کچھ دیر بعد ٹوسیٹر ایک پبلک فون بوتھ کے قریب رکی اور بوتھ میں آکر عمران کے نمبر ڈائیل کئے۔ دوسری طرف سے سلیمان نے جواب دیا۔ لیکن اس نے عمران کے متعلق لا علمی ظاہر کرتے ہوئے بتایا کہ وہ پچھلے تین دنوں سے گھر نہیں آیا۔

جولیا نے سلسلہ منقطع کرتے ہوئے ٹھنڈی سانس لی۔

کیسے معلوم ہو کہ صفدر کا بیان کہاں تک درست۔ آخر یہ کم بخت کیوں بچ گیا۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے صفدر ہی عمران کا قاتل ہو۔!

پھر اس نے غیر ارادی طور پر اپنی گاڑی ندی کی طرف جانے والی سڑک پر موڑ دی۔

سورج غروب ہونے والا تھا۔ مگر وہ دن رہے وہاں پہنچنا چاہتی تھی۔ اس لئے کار کی رفتار خاصی تیز تھی۔ گھاٹ کی ڈھلان شروع ہوتے ہی اس نے بائیں جانب والے ایک کپے رستے پر گاڑی موڑ دی۔ اسی طرف سے وہ اس ٹیکرے تک پہنچ سکتی تھی۔ جہاں ایک قدیم مقبرہ تھا اور دور تک سر کنڈوں کا جنگل پھیلا ہوا تھا۔

کپے راستے کے دونوں جانب اونچے اونچے ٹیلے پیریوں کے جھنڈے ڈھکے ہوئے تھے۔

مقبرے تک گاڑی نہیں جاسکتی تھی۔ کیونکہ وہاں تک پہنچنے کا راستہ ناممکن تھا۔ اس نے گاڑی روکی انجن بند کیا اور نیچے اتر کر خالی خالی آنکھوں سے افق میں دیکھتی رہی جہاں سورج آسمان کو چھوٹی ہوئی درختوں کی قطار کے پیچھے جھک چکا تھا۔

پھر وہ چوکی اور مقبرے کی طرف چل پڑی۔

ابھی دھندلا نہیں پھیلا تھا.... دریا کی سطح پر ڈھلتی ہوئی روشنی کے رنگین لہریں چل رہے تھے.... وہ ٹیکرے کے سرے کی جانب بڑھتی چلی گئی۔

مگر کیا یہ حماقت ہی نہیں تھی.... اس نے سوچا آخر وہ یہاں کیوں آئی ہے!

ٹیکرے کے نیچے پانی پر ایک موٹر بوٹ نظر آئی جس میں کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ لوگ اس کے چھوٹے سے کیمپن میں رہے ہوں۔

کانڈ پر تحریر تھا۔

”جولیا.... دفع ہو جاؤ یہاں سے.... کھیل مت بگاڑو....!“

ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔ دل پر سے بوجھ ساہٹ گیا اور تیزی سے واپسی کے لئے مر گئی۔ طرز تحریر عمران ہی کا سا تھا۔



واپسی بڑے سکون کے ساتھ ہوئی۔ جولیا کا دل چاہ رہا تھا کہ قہقہے لگائے۔ ہنستی ہی رہے۔

لیکن وہ صرف ذہنی مسرت ہی پر قناعت کئے ہوئے کارڈ رائیو کرتی رہی۔

گھر پہنچ کر اس نے ٹھنڈی پھواروں سے غسل کیا اور ڈریسنگ گاؤن پہنے ہوئے خواب گاہ میں ملی گئی۔ آج کی تھکن اس وقت اسے بڑی لذت انگیز محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے بیٹر پر چائے کے لئے پانی رکھتے ہوئے سوچا۔ اگر اس وقت آجائے عمران؟ اچھی طرح خبر لوں اس کی۔

دفتافون کی گھنٹی بجی۔

جولیا نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔!

”ہیلو....!“

”ایکس ٹو....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”یس سر....!“

”تم ندی کی طرف کیوں گئی تھیں....!“

”اوہ.... جناب.... وہ عمران....!“

”ہاں مجھے علم ہے.... مگر تم کیوں گئی تھیں....!“

”صص.... صفدر....!“

”تمہارے علاوہ.... اور کوئی کیوں نہیں گیا۔!“

”پتہ نہیں جناب....!“ جولیا جھنجھلا گئی۔

”وہ جانتے ہیں کہ انہیں اتنا ہی کرنا ہے جتنا کہا جائے۔!“

”یعنی میں.... اس کی موت کی خبر سنتی.... اور....!“

”جھنجھرو بھینٹن کی فکر نہ کرتی۔!“ ایکس ٹو نے طنزیہ لہجے میں جملہ پورا کر دیا۔

اچانک موٹر بوٹ سے ایک فائر ہوا۔ پانی پر ایک جگہ بلبلے اٹھے تھے اور گولی بھی ٹھیک اسی جگہ پڑی تھی۔

کیمین کی کھڑکی سے رانقل کی نال پھر اندر چلی گئی اور اس کے بعد ایک آدمی سر نکال کر پانی کی سطح پر دیکھنے لگا جہاں ایک بڑی سی مردہ مچھلی ابھر آئی تھی۔

پھر کیمین کی دوسری کھڑکی سے ایک سیاہ رنگ کا بڑا سا کتا پانی میں کودا اور تیرتا ہوا مچھلی تک جا پہنچا.... اس کی دم منہ میں دبا کر پھر موٹر بوٹ کی طرف مڑا تھا۔

دوسری بار جب موٹر بوٹ میں بیٹھے ہوئے آدمی نے اپنے دونوں ہاتھ کھڑکی سے نکال کر مچھلی کو سنبھالا اس وقت جولیا نے اسے صاف پہچان لیا۔ وہ سر سوکھے تھا۔

اس نے مچھلی اندر کھینچ لی اور کتا بھی کھڑکی سے کیمین میں چلا گیا۔

تو وہ مچھلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ جولیا ٹکڑے سے پرے کھسک آئی۔ اس نے سوچا اچھا ہی ہوا سر سوکھے کی نظر اس پر نہیں پڑی ورنہ خواہ تھوڑی دیر تک رسمی قسم کی گفتگو کرنی پڑتی۔ مگر

اب وہ یہاں کیوں ٹھہرے۔ آئی ہی کیوں تھی۔ یہاں کیا ملتا۔ اگر عمران مارا بھی گیا تو.... اوہ....

وہ یک بیک چونک پڑی۔ اگر وہ یہاں مارا گیا ہو گا تو ایک آدھ بار لاش سطح پر ضرور ابھری ہوگی۔ مگر اس سے کیا؟ ضروری نہیں ہے کہ کسی نے اسے دیکھا بھی ہو۔

پھر وہ کیا کرے.... کیا کرے....!

غیر ارادی طور پر وہ سر کنڈوں کی جھاڑیوں میں گھس پڑی۔ یہ ایک پتلی سی پگڈنڈی تھی۔ جو سر کنڈوں کی جھاڑیوں سے گذر کر کسی نامعلوم مقام تک جاتی تھی۔

کچھ دور اسے ریوالمہر کے چند خالی کارٹوس پڑے ملے اور صفدر کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ویسے وہ تو اس پریوں بھی اعتماد کرتی تھی۔

مگر سوال یہ تھا کہ اب جولیا کیا کرے.... یہ بات تو خود صفدر کو بھی نہیں معلوم تھی کہ عمران نے اس آدمی کو کہاں سے کھود نکالا تھا جس کے تعاقب میں وہ دونوں یہاں آئے تھے اور یہ

حادثہ پیش آیا تھا۔

اچانک کوئی چیز اس کی پشت سے ٹکرائی اور وہ اچھل پڑی۔ بس غنیمت یہی تھا اس کے خلق سے کسی قسم کی آواز نہیں نکلی تھی۔ ورنہ وہ چیخ ہی ہوتی۔

اس نے جھک کر اس کانڈ کو اٹھایا جو شاید کسی وزنی چیز پر پلٹ کر پھینکا گیا تھا۔

کانڈ کی تہوں کے درمیان ایک چھوٹی سی ٹکڑی تھی۔

”تم کون ہوتی ہو اس کی فکر کرنے والی۔ اپنی حدود سے باہر قدم نہ نکالا رو۔“

”بہت بہتر جناب.....!“ جولیا کسی سگتی ہوئی لکڑی کی طرح چیختی۔

”تمہارا لہجہ..... تم ہوش میں ہو یا نہیں.....!“ ایکس ٹو اپنے مخصوص خو خوار لہجے میں غریب

”میں معافی چاہتی ہوں جناب.....!“ جولیا ایک بیک سہم گئی۔

”میرا حکمکے عشقیہ ڈراموں کی ریہرسل کے لئے نہیں ہے..... سمجھیں!“

”جج..... جی..... ہاں.....!“ جولیا بوکھلا گئی۔

وہ ریہرسل رکھ کر آرام کر سی سے نک گئی اس کی آنکھیں پھیلی ہوئی تھیں اور دل بہت شدت

سے دھڑک رہا تھا۔

پھر آہستہ آہستہ سکون ہو گیا اور اسے ایکس ٹو پر اس زور سے غصہ آیا کہ ذہنی طور پر ناچ کر

رہ گئی۔ اسے کیا حق حاصل ہے۔ وہ کون ہوتا ہے میرے نجی معاملات میں دخل دینے والا ظالم

سنگدل، کمینہ، ذلیل..... فون کی گھنٹی پھر بجی۔

اس نے بُرا سامنہ بنا کر ریہرسل اٹھایا اور ”ہیلو“ کہتے وقت بھی اس کا لہجہ زہریلا ہی رہا۔

”مس فٹنر واٹر پلیز.....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔

”ہاں.....!“ جولیا نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ وہ بولنے والے کی آواز نہیں پہچان

سکی تھی۔

”میں سوکھے رام بول رہا ہوں.....!“

”اوہ..... فرمائیے..... جناب.....!“

”میں اس وقت اپنے آفس میں تمہا ہوں۔ کیا آپ تکلیف کریں گی!“

”اس وقت.....!“ جولیا نے حیرت سے کہا اور پھر کسی سوچ میں پڑ گئی۔

”آپ نہیں سمجھ سکتیں مس فٹنر واٹر..... میں دراصل آپ کو اپنے اعتماد میں لینا چاہتا ہوں۔

میری بد نصیبی کی داستان طویل ہے۔!“

”میں بالکل نہیں سمجھی..... سر سوکھے..... پلیز.....!“

”فون پر کچھ نہیں کہہ سکتا!“

”اچھا سر سوکھے میں آرہی ہوں۔ مگر آپ کو میرے گھر کا نمبر کیسے ملا!“

”بس اتفاق ہی سے میں مچھلیوں کا شکار کھیل کر واپس آ رہا تھا کہ آپ کے دفتر کے ایک

صاحب نظر آ گئے۔ انہوں نے اپنا نام بتایا تھا لیکن صرف صورت آشنائی کی حد تک میری یادداشت

قابل رشک ہے۔ نام وغیرہ البتہ یاد نہیں رہتے۔ بہر حال میں نے ان سے آپ کے متعلق پوچھا

تھا۔ انہوں نے بتایا کہ آپ اس وقت گھر ہی پر ملیں گی۔ انہوں نے فون نمبر بھی بتایا۔!“

”خیر..... میں آرہی ہوں.....!“ جولیا نے کہا اور سلسلہ منقطع کر کے خاور کے نمبر ڈائل

کئے۔ وہ گھر ہی پر موجود تھا۔

”سر سوکھے مجھے اس وقت اپنے آفس میں طلب کر رہا ہے۔!“ جولیا نے کہا۔

”ضرور جاؤ..... ذرہ برابر بھی ہچکچاہٹ نہ ہونی چاہئے۔ تمہاری حفاظت کا انتظام بھی کر دیا

جائے گا۔!“

”مگر میں نہیں سمجھ سکتی.....!“

”ٹھہرو.....!“ خاور نے جملہ پورا نہیں ہونے دیا۔ ”ایکس ٹو کی ہدایت ہے کہ اگر آج کل کوئی

نیا گاہک بنے تو اسے ہر ممکن رعایت دی جائے۔ میں سر سوکھے کا معاملہ اس کے علم میں لا چکا

ہوں۔“

”اور اگر میں جانے سے انکار کر دوں تو.....!“

”میں اسے محض مذاق سمجھوں گا..... کیونکہ تم نا سمجھ نہیں ہو۔!“

جولیا نے اپنی اور سر سوکھے کی گفتگو دہراتے ہوئے کہا۔ ”وہ آدمی اب تک میری سمجھ میں

نہیں آیا۔!“

”پرواہ مت کرو..... ایکس ٹو اس کے معاملہ میں بہت زیادہ دلچسپی لے رہا ہے۔!“ جولیا نے پھر

بُرا سامنہ بنایا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد پھر اس کی ٹو سیٹر شہر کے بارونق بازاروں میں دوڑ رہی تھی۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد اس نے عمارت کے سامنے مشین بند کی جس کی دوسری منزل پر

سر سوکھے انٹر پرائزرز کا دفتر تھا۔ کھڑکیوں میں اسے روشنی نظر آئی۔ چوتھی یا پانچویں منزل کی

بات ہوتی تو وہ لفٹ ہی استعمال کرتی۔ لیکن دوسری منزل کے لئے تو بڑے ہی مناسب تھے۔

سر سوکھے نے بڑی گرم جوشی سے اس کا استقبال کیا۔ لیکن جولیا محسوس کر رہی تھی کہ وہ کچھ

خائف سا نظر آ رہا ہے۔

”بیٹھے بیٹھے مس فٹنر واٹر..... میں بے حد مسرور ہوں کہ آپ میری درخواست پر تشریف

لائیں۔!“ وہ ہانپتا ہوا بولا۔ جولیا ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔

”میں آپ کا زیادہ وقت نہیں برباد کروں گا۔ مس فٹنر واٹر.....!“ سوکھے رام پھر بولا۔ ”ا۔“



ٹھہریے..... آپ کیا پئیں گی۔ اس وقت تو میں ہی آپ کو سر و کروں گا۔ کیونکہ اس وقت یہاں ہم دونوں کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے۔“  
 ”اوہ..... شکریہ..... میں کسی چیز کی بھی حاجت نہیں محسوس کر رہی اور پھر میں تو ویسے بھی شراب نہیں پیتی۔“

”گلد.....!“ سر سوکھے کی آنکھیں پچکانے انداز میں چمک اٹھیں۔ وہ اسے تحسین آمیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ”اگر آپ شراب نہیں پیتیں تو میں یہی کہوں گا کہ آپ کو پر اعتماد کہا جاسکتا ہے۔ بڑی پختہ قوت ارادی رکھتی ہیں وہ لڑکیاں جو شراب نہیں پیتیں۔“

”شکریہ..... جی ہاں میں بھی سمجھتی ہوں۔ خیر ہاں تو آپ کیا کہنے والے تھے۔“  
 جواب میں سر سوکھے نے پہلے تو ایک ٹھنڈی سانس لی اور پھر بولا۔ ”میں نے اپنا فارورڈنگ اور کلیئرنگ کا شعبہ بلا وجہ نہیں ختم کیا۔ میں مجبور تھا۔ نہ کرتا تو بہت بڑی مصیبت میں پڑ جاتا۔ لیکن ٹھہریے۔ میں آپ پر یہ بھی واضح کرنا چلوں مس فٹنر واٹر کہ آپ کو یہ سب باتیں کیوں بتا رہا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ عورتیں طبعاً رحم دل اور ہمدرد ہوتی ہیں۔“

”وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا اور جولیا سوچنے لگی کہ اس گفتگو کا حاصل کیا ہوگا۔ جس کے سر پیر کا بھی تک تو پتہ نہیں چل سکا۔

”اوہ..... میں خاموش کیوں ہو گیا۔“ سر سوکھے چونک کر بولا۔ پھر خفیف سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر نظر آئی اور اس نے کہا۔ ”میری باتیں اکثر بے ربط ہو جاتی ہیں۔ مس فٹنر واٹر..... مگر ٹھہریے میں ایک نقطے کی وضاحت کرنے کی کوشش کروں گا۔ میرے فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ سیکشن میں کوئی بہت ہی بد معاش آدمی آگھسا تھا اور ایسے انداز میں اسٹگنگ کر رہا تھا کہ آئی گئی میرے ہی سر جاتی۔ لکڑی کی پیٹیوں میں باہر سے مال پیک ہو کر آتا تھا۔ لیکن اس کے بعد پتہ نہیں چلتا تھا کہ خالی پیٹیاں کہاں غائب ہو جاتی تھیں۔“

”میں نہیں سمجھی۔“  
 ”خالی پیٹیاں..... غائب ہو جاتی تھیں۔“  
 ”تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کی فرم رٹیل بھی کرتی ہے۔“ جولیا نے حیرت سے کہا۔  
 ”پیٹیوں کا کھول ڈالا جانا تو یہی ظاہر کرتا ہے۔“

”گلد..... آپ واقعی ذہین ہیں۔ مجھ سے اندازے کی غلطی نہیں ہوئی۔“ سر سوکھے خوش ہو کر بولا۔ ”میں پیٹیوں کی بات نہیں کر رہا تھا۔ بلکہ میری مراد صرف ان بڑی پیٹیوں سے تھی

ن میں مشینوں کے پرزے پیک ہو کر آتے ہیں۔ وہ پیٹیاں تو لامحالہ کھولی جاتی تھیں کیونکہ ان مشینوں کی تیاری فرم ہی کراتی ہے۔ یعنی وہ یہیں اسمبل ہوتی ہیں۔“

”خیر... اچھا!“ جولیا سر ہلا کر بولی۔ ”لیکن آپ خالی پیٹیوں کے متعلق کچھ کہہ رہے تھے۔“  
 ”وہ پیٹیاں غائب ہو جاتی تھیں۔“

”اچھا چلئے.....!“ جولیا مسکرا کر بولی۔ ”اگر وہ پیٹیاں غائب ہو جاتی ہیں تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ کوئی غریب آدمی انہیں بچ کر اپنا بھلا کر لیتا ہوگا۔“

”اوہ..... یہی تو آپ نہیں سمجھتیں مس فٹنر واٹر..... بات دراصل یہ ہے کہ وہ پیٹیاں فائیو لائی وڈ کی ہوتی ہیں۔ مطلب سمجھتی ہیں نا آپ۔ خیر میں شروع سے بتاتا ہوں۔ مجھے کبھی ان پیٹیوں کا خیال بھی نہ آتا۔ بھلا مجھے اتنی فرصت کہاں کہ کاروبار کی ذرا ذرا سی تفصیل ذہن میں رکھتا پھروں۔ بات دراصل یہ ہوئی کہ اس دوران میں کوٹھی پر لکڑی کا کام ہو رہا تھا۔ ایک جگہ لکڑی کا پارٹیشن ہونا تھا۔ خیال یہ تھا کہ دیوار کے فریم میں ہارڈ بورڈ لگادیا جائے۔ لیکن کسی نے فائیو لائی وڈ کی ان پیٹیوں کا خیال دلادیا۔ میں نے سوچا کہ ہارڈ بورڈ سے بہتر وہی رہے گی۔ پلائی وڈ..... لہذا میں اتفاق سے خود ہی گوڈاؤن کی طرف جا نکلا۔ وہاں اسی دن کچھ پیٹیاں کھولی گئی تھیں۔ چونکہ کیدار تھا تھا اور وہ خود ہی پیٹیاں کھول کر ان میں سے پرزے نکال رہا تھا۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی کیونکہ یہ کام تو کسی ذمہ دار آدمی کے سامنے ہونا چاہئے تھا اور پھر یہ چونکہ کیدار کی ڈیوٹی نہیں تھی۔ میں نے اس سے اس کے متعلق استفسار کیا اور اس نے بوکھلا کر جواب دیا کہ گوڈاؤن انچارج نے اسے یہی ہدایت دی تھی۔ میں نے سوچا کہ انچارج سے جواب طلب کروں گا اور چونکہ کیدار سے کہا کہ وہ ایک ٹھیلالائے اور جتنی بھی پیٹیاں خالی ہو گئی ہیں انہیں کوٹھی میں بھجوادے۔ وہ ٹھیلالینے کے لئے دوڑا گیا۔ لیکن پھر اس کی واپسی نہ ہوئی۔ وہ خوب یاد آیا مس فٹنر واٹر..... کئی تو ٹھیک ہے نا۔ وہ ایک فرمانبردار کتا ہے۔ آپ کو یقیناً اس سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔“

”بہترین ہے.....!“ جولیا نے کہا۔  
 ”میرے پاس کئی قسم کے بہترین کتے ہیں۔ بہتری کیاب نسلیں بھی ہیں۔ کسی دن کوٹھی آئیے آپ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔“  
 ”آپ یہ فرما رہے تھے کہ چونکہ کیدار غائب ہو گیا۔“

”اوہ..... دیکھئے بس اسی طرح ذہن بہک جاتا ہے۔ ہاں تو وہ مردود بھاگ گیا۔ میں نے ایک دوسرے گوڈاؤن کے چونکہ کیدار سے ٹھیلالینگویا۔ اس دوران میں میں نے ایک پیٹی کا ڈھکن اٹھایا اور

”اوہ.... اس کا آج تک پتہ نہیں لگ سکا۔ وہ مل جاتا تو اتنی درد ساری ہی کیوں مول لی جاتی۔  
اسے تو سب کچھ معلوم ہو سکتا تھا۔ اب میری مدد کیجئے۔“  
”مگر میں اس سلسلے میں کیا کر سکتی ہوں۔!“

سر سوکھے کی ٹھنڈی سانس کمرے میں گونجی اور وہ تھوڑی دیر بعد مسکرا کر بولا۔

”اب مجھے پوری بات شروع سے بتانی پڑے گی۔ بات دراصل یہ ہے مس دائر میرے یہاں  
ب اینگلو بر میز ٹائپسٹ تھی مس روشی۔ وہ آج کل رنگون گئی ہوئی ہے۔ اس نے ایک بار کسی مسٹر  
ران کا تذکرہ کیا تھا جو پرائیویٹ سرانغ رساں ہیں۔ اتفاق سے ایک دن مجھے اس نے دور سے مسٹر  
ران کی زیارت بھی کرائی تھی اور مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ آپ ان کے ساتھ تھیں۔!“  
”میں....!“

”جی ہاں آپ.... دیکھئے مجھے شکلیں ہمیشہ یاد رہتی ہیں یہ اور بات ہے کبھی کبھی نام بھول جاتا  
ہوں۔ مگر یہ بھی کم ہی ہوتا ہے۔ اس دوران میں جب یہ واقعہ پیش آیا۔ مجھے مسٹر عمران کا خیال  
باتھا۔ مگر افسوس کہ مجھے اس کا پتہ نہیں معلوم تھا۔ اچانک ایک دن آپ نظر آ گئیں۔ آپ اس  
وقت آفس میں داخل ہو رہی تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ آپ وہیں کام کرتی ہیں۔ میں نے پوچھ  
لی کہ تو معلوم ہوا کہ آپ وہیں کام کرتی ہیں۔ میں نے سوچا وہ سوکھے تم بہت خوش نصیب ہو۔  
ہمارا فارورڈنگ اور کلیئرنگ کا کام بھی ہو تا رہے گا اور عمران صاحب تک پہنچ بھی ہو جائے گی۔  
اوہ.... اور آج کل میرے ستارے بھی اچھے ہیں مس فٹنر دائر.... اگر میں آپ کو صرف دائر  
ہوں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔ فٹنر دائر کہنے میں میری زبان لڑکھاتی ہے۔!“  
”آپ مجھے صرف جو لیانا کہہ سکتے ہیں۔!“ جو لیا بڑے دلاؤ پر انداز میں مسکرائی۔

”اوہ.... بہت بہت شکریہ....!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ ”میں آپ کا بے حد ممنون ہوں اس  
وقت میرے دل سے ایک بہت بڑا بوجھ ہٹ گیا ہے۔ صرف آپ ہی سے میں یہ بات کہہ سکا  
ہوں۔ اوہ! مس فٹنر دائر میں کتنا خوش نصیب ہوں دراصل اسی گفتگو کے لئے میں نے آپ کو  
کلیف دی تھی۔ ورنہ حسابات تو سب جگہ کے یکساں ہوتے ہیں۔!“  
”پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔!“

”مجھے عمران صاحب سے ملائیے.... ان سے سفارش کیجئے۔ انہیں مجبور کیجئے کہ اس معاملہ کا  
پتہ لگائیں۔ حالانکہ میں نے فارورڈنگ کے عملے کو الگ کر دیا ہے مگر کون جانے اصل چور اب بھی  
مکمل موجود ہو اور کبھی اس کی ذات سے مجھے کوئی بڑا نقصان پہنچ جائے۔ میں نجی طور پر اس کی

اندازہ کرنے لگا کہ وہ ہارڈ بورڈ سے بہتر ثابت بھی ہو گیا نہیں۔ اچانک اس کے ایک گوشے پر نظر  
رک گئی اور میری آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ جانتی ہیں میں نے کیا دیکھا۔ لکڑیوں کی پرت  
میں ایک پرت سونے کی بھی تھی۔ سونے کا پتہ.... اسے بڑی خوبصورتی سے لکڑی کے پرتوں  
کے درمیان جمایا گیا تھا۔ شاید پٹی کی کیلیں نکالتے وقت ایک گوشے کی لکڑی ادھر گئی تھی اور پرت  
ظاہر ہو گئی تھی۔ میں نے فوراً ہی گودام میں تالا ڈال دیا اور کوٹھی پر فون کر کے چار معتبر اور مسلح  
چوکیدار وہاں طلب کئے اور انہیں ہدایت کر دی کہ کسی کو گودام کے قریب بھی نہ آنے دیں۔ میں  
آپ سے کیا بتاؤں مس فٹنر دائر.... ان تختوں سے تقریباً اٹھائیس سیر سونا برآمد ہوا تھا۔ لیکن  
میں نے کسی کو بھی اس کی خبر نہ ہونے دی۔ آپ خود ہی سوچئے اگر یہ بات کھل جاتی تو کون یقین  
کر تا کہ سر سوکھے کے ہاتھ صاف ہیں۔ کون یقین کر تا۔ گوداؤن انچارج سے پوچھ گچھ کی تو  
معلوم ہوا کہ ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ چوکیدار کسی بڑے آفیسر کا حوالہ دے کر اسے مطمئن کر دیتا تھا۔  
چونکہ اس سلسلے میں کبھی کوئی پوچھ گچھ نہیں ہوتی تھی اس لئے اس نے بھی اس پر دھیان نہیں  
دیا۔ اس طرح وہ ایک درد ساری سے بچار ہوتا تھا۔ ورنہ اسے بھی کھولی جانے والی پیٹیوں کا باقاعدہ  
طور پر ریکارڈ رکھنا پڑتا۔ میں نے اس سے پہلے کی خالی پیٹیوں کے بارے میں پوچھا تو اس نے جزل  
منیجر کی درجنوں چھٹیاں دکھائیں جن میں وقتاً فوقتاً خالی پیٹیاں طلب کی گئی تھیں۔ اس نے بتایا کہ  
کچھ کبڑی قسم کے لوگ آتے تھے اور پیٹیاں وصول کر کے رسیدیں دے جاتے تھے۔ اس نے  
رسیدیں بھی دکھائیں۔ میں نے جزل منیجر سے انکوائری کی مگر اس نے چھٹیوں کے دستخط اپنے  
نہیں تسلیم کئے۔ اس پر میں نے ایک ایکسپرت کی خدمات حاصل کیں جس نے منیجر کے بیان کا  
تصدیق کر دی۔ یعنی وہ دستخط سچ جعلی تھے۔ بس یہیں سے انکوائری کا خاتمہ ہو گیا۔ میں اب کس  
کے گریبان میں ہاتھ ڈالتا۔“

”آپ نے پولیس کو اطلاع دی ہوتی۔!“ جو لیا نے کہا۔

”شاید آپ میری دشواریوں کو ابھی تک نہیں سمجھیں۔ یقین کیجئے کہ میں قانونی معاملات  
میں بے حد ڈرپوک قسم کا آدمی ہوں۔ اگر کہیں پولیس نے الٹا مجھ پر ہی منہ کس دیا تو کیا ہوگا۔  
میں تو کسی کو منہ دکھانے کے قابل بھی نہ رہوں گا۔ اوہ.... مس فٹنر دائر بہر حال مجھے اپنے  
فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ کے عملہ پر شبہ تھا۔ اس لئے میں نے وہ سیکشن ہی توڑ دیا اور اس کے پورے  
عملے کو برطرف کر دیا۔“

”چوکیدار کا کیا ہوا تھا....!“ جو لیا نے پوچھا۔

تحقیقات چاہتا ہوں۔ پولیس کو کانوں کان خبر نہ ہونی چاہئے۔“

”دیکھئے میں کوشش کروں گی۔ ویسے بہت دنوں سے عمران سے ملاقات نہیں ہوئی۔“  
”کوشش نہیں..... بلکہ یہ کام ضرور کیجئے مس جولیانہ.... اخراجات کی پرواہ مجھے نہ ہوگی۔“  
”آج آپ مقبرے کے نیچے مچھلیوں کا شکار کھیل رہے تھے۔“ جولیا مسکراتی ہوئی ”اور آپ کا اسکیمبل شکار کی ہوئی مچھلیاں گھسیٹ رہا تھا۔“

”شکار تو میں یقیناً کھیل رہا تھا۔“ اس نے حیرت سے کہا۔ ”مگر آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ مقبرے کے نیچے کھیل رہا تھا۔“  
”میں نے آپ کو دیکھا تھا.....“

”کمال ہے.... آپ وہاں کہاں.....!“  
”میں بھی اوپر جھاڑیوں میں تیر تیر تلاش کر رہی تھی۔ کچھ فائر بھی کئے تھے۔ کیا آپ نے میرے فائر کی آوازیں نہیں سنی تھیں۔“

”قطعاً نہیں یا پھر ہو سکتا ہے میں نے دھیان نہ دیا ہو۔ اوہ تو کیا آپ بندوق چلاتی ہیں۔“  
”مجھے بندوق سے عشق ہے۔“

”شانداز.....“ سر سوکھے بچکانہ انداز میں چیخا۔ اس کی آنکھوں کی چمک میں بھی بچپن کی جھلک رہا تھا۔ ”آپ بندوق چلاتی ہیں۔ شانداز.... آپ واقعی خوب ہیں۔ مگر آپ نے مجھے آواز کیوں نہیں دی تھی۔ آہا کبھی میرے ساتھ شکار پر چلئے۔“

”فرصت کہاں ملتی ہے مجھے.....“ جولیا مسکرائی۔  
”اوہ.... تو آپ کو بہت کام کرنا پڑتا ہے۔“

”بہت زیادہ.....!“  
”بد تمیزی ضرور ہے مگر کیا پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کو تنخواہ کتنی ملتی ہے۔“  
”مجھے فی الحال وہاں ساڑھے چار سو مل رہے ہیں۔“

”بس..... یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ پر اتنی ذمہ داریاں اور تنخواہ.... آپ جانتی ہیں روشنی کو یہاں کتنا ملتا تھا۔“

”جولیا نے نفی میں سر ہلادیا۔  
”چھ سو.....!“

”اوہ.....!“ جولیا نے خواہ مخواہ حیرت ظاہر کی۔ وہ سر سوکھے کو بد دل نہیں کرنا چاہتی تھی

یونکہ ”چھ سو“ کہتے وقت اس کا لہجہ فخریہ تھا۔

”اور آپ کی خدمات کا معاوضہ تو ایک ہزار سے کسی طرح بھی کم نہ ہونا چاہئے۔!“  
جولیا صرف مسکراتی رہ گئی۔ انداز خاکسارانہ تھا۔

”میں اسے بیہودگی تصور کرتا ہوں کہ آپ کو آفردوں۔ بہر حال جب بھی آپ وہاں سے رول ہوں سوکھے انٹر پرائزرس کے دروازے اپنے لئے کھلے پائیں گی۔!“  
”بہت بہت شکریہ جناب.....!“

دفتر سر سوکھے نے انگلی اٹھا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اس کے چہرے پر ایسے آثار نظر آئے جیسے کسی کی آہٹ لے رہا ہو۔ جولیا بھی سناکت ہو گئی اس نے بھی کسی قسم کی آواز سنی تھی۔

”اچانک سر سوکھے خوف زدہ انداز میں دہاڑا۔“ کون ہے۔!“  
”کسی کمرے میں کوئی وزنی چیز گری اور بھاگتے ہوئے قدموں کی آواز آئی ایسا لگا جیسے کوئی وزنا ہوا زینے طے کر رہا ہو۔“

سر سوکھے نے جیب سے پستول نکال لیا۔ لیکن جولیا اسکے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ رہی تھی۔  
”ٹھہریئے.....!“ جولیا اٹھتی ہوئی بولی۔ ”میں دیکھتی ہوں۔!“

”اوہ..... نہیں..... پتہ نہیں کون تھا۔ بہر حال آپ نے دیکھ لیا تھا!“ اس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھا۔ جولیا بھی اس کے پیچھے بڑھی۔ انہوں نے سارے کمرے دیکھ ڈالے۔ برابر والے کمرے میں دیوار کے قریب ایک چھوٹی سی میز گری ہوئی نظر آئی۔

”یہ دیکھئے.....!“ سر سوکھے نے کہا۔ ”کوئی اس میز پر کھڑا ہو کر روشن دان سے ہماری گفتگو کر رہا تھا۔“

جولیا نے میز کی سطح پر برسول جوتے کے نشانات دیکھے۔  
”آپ اس میز کو کسی کمرے میں مقفل کر دیتے۔ یہ نشانات عمران کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں۔“ جولیا نے کہا۔

”گلد.....!“ وہ خوش ہو کر بولا۔ ”اب دیکھئے یہ آپ کی ذہانت ہی تو ہے۔ مجھے اس کا خیال نہیں آیا تھا۔ اوہ مس جولیا مجھے یقین ہے کہ اب میری پریشانیوں کا دور ختم ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے۔“

”آپ بالکل فکر نہ کریں۔“ جولیا نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”آپ کے پاس بلڈ ہاؤنڈ بھی ہیں۔!“  
”نہیں..... کیوں.....!“

”اگر کوئی ہوتا تو اسے اس آدمی کی راہ پر بہ آسانی لگایا جاسکتا تھا۔ جو اس وقت ہماری گفتگو سن

جوزف جھاڑیوں میں دبک گیا پھر کوئی اسکے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ”چند منٹ یہیں رکو!“  
جوزف جس پوزیشن میں تھا اسی میں رہ گیا۔ یہ اس کی عجیب و غریب عادت تھی۔ جب بھی اسے مخاطب کیا جاتا تو وہ اس طرح ساکت ہو جاتا کہ اٹھا ہوا ہاتھ اٹھائی رہ جاتا۔ جمائی آ رہی ہوتی تو منہ پھیلائی رہ جاتا اور تا وقتیکہ کوئی بات نہ کہہ دی جاتی پھیلائی رہتا۔!  
تھوڑی دیر بعد کہا گیا۔

”جوزف کیا تم اس وقت بہت خوش ہو۔!“

”ہاں.... باس بہت زیادہ.... کیونکہ میں نے آج ایک نئی چیز دریافت کی ہے۔!“

”اچھا....!“

”ہاں.... باس.... اگر اسپرٹ اور پانی میں تھوڑا سا جینر ایسنس میں ملایا جائے تو بس.... مزہ ہی آ جاتا ہے۔!“

”تم نے پھر اسپرٹ شروع کر دی ہے۔!“

”ہاں.... باس....!“

”ایک ہزار ڈنڈ....!“

”نن.... نہیں.... باس....!“ جوزف بوکھلا کر بولا۔ ”نشہ اتر جائے گا۔ کھوپڑی بالکل خالی ہو جائے گی اور میں کچھو ابن کر رہ جاؤں گا۔!“

”چلو اٹھو....!“ عمران نے اسے ٹھوکا دیا۔

”ہم کہاں چلیں گے باس....!“

”کالا گھاٹ.... تم نے دیکھا ہے نا....!“

”ہاں.... باس....!“

”وہاں ایک شراب خانہ ہے۔!“

”میں جانتا ہوں باس....!“ جوزف خوش ہو کر بولا۔ ”وہاں تاڑی بھی ملتی ہے۔!“

”ہوم.... اس شراب خانے کے پاس سے ندی کی سمت جو ڈھلان شروع ہوتی ہے تمہیں وہاں رکنا ہوگا۔!“

”ڈھلان پر رک کر کیا کروں گا باس....!“ جوزف نے مایوسی سے کہا۔ ”مطلب یہ کہ شراب

خانہ....!“

”ہاں.... میں شراب خانے میں جاؤں گا....!“ جواب ملا۔

رہا تھا۔!“

سر سوکھے کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

”اوہ.... مس جو لیانا آپ کی ذہانت کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ آپ تو بہت گریٹ ہیں۔  
عمران صاحب کی صحبت نے آپ کو بھی اچھا خاصا جاسوس بنا دیا ہے۔ کاش آپ ہمارے ساتھ  
ہو تیں۔ میں چین کی نیند لے سکتا۔ ساری تشویش ختم ہو جاتی۔!“  
سر سوکھے نے خاموش ہو کر ٹھنڈی سانس لی۔



اندھیری رات تھی سڑک پر ویرانیاں رقص کر رہی تھیں.... اور ان کا رقص دراصل  
جوزف کے وزنی جوتوں کی تال پر ہو رہا تھا۔ وہ اونٹ کی طرح سر اٹھائے چلا جا رہا تھا۔ گو اس وقت  
وہ فوجی لباس میں نہیں تھا اور اس کے دونوں ریو اور بھی ہو لیسٹروں کی بجائے جیب میں تھے۔!  
اس سڑک پر الیکٹریک پول اتنے فاصلے پر تھے کہ دو روشنیوں کے درمیان میں ایک جگہ ایسی  
ضرور ملتی تھی جہاں اندھیرا ہی رہتا تھا۔ درمیان میں دو پول چھوڑ کر بلب لگائے گئے تھے۔ یہ شہر سے  
باہر کا حصہ تھا۔ اگر ان اطراف میں دو چار فیکٹریاں نہ ہوتیں تو یہ سڑک بالکل ہی تاریک ہوتی۔  
جوزف اس وقت کتھن سوٹ اور سفید قمیض میں تھا۔ ٹائی تو وہ کبھی استعمال ہی نہیں کرتا تھا۔  
آج کل وہ بالکل ہی دیو معلوم ہوتا تھا۔ عمران کی ڈنڈ بیٹھکوں نے اس کا جسم اور زیادہ نمایاں کر دیا تھا۔  
وہ یکساں رفتار سے چلتا رہا اور اس کے وزنی جوتوں کی آوازیں دور دور تک گونجتی رہیں۔  
فیکٹریوں کے قریب پہنچ کر وہ بائیں جانب مڑ گیا۔ یہ فیکٹریوں کی مخالف سمت تھی۔ ادھر دور  
تک ویرانہ ہی تھا۔ تاہم اور جھاڑیوں سے ڈھکی ہوئی زمین میلوں تک پھیلی ہوئی تھی۔  
اچانک جوزف رک گیا۔ وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ رہا تھا۔ تقریباً سو گز کے فاصلے پر مشرق  
کی طرف اسے کوئی ننھی سی چیز دکھائی دی اور وہ دوسرے ہی لمحے میں زمین پر تھا۔ اب وہ گھٹنوں اور  
ہتھیلیوں کے بل بالکل اسی طرح آہستہ آہستہ چل رہا تھا جیسے کوئی تیندوا شکار کی گھات میں ہو۔  
رخ اسی جانب تھا جہاں وہ ننھی سی چمکدار چیز نظر آئی تھی۔

”جوزف....!“ اس نے ہلکی سی سرگوشی سنی اور وہ کسی وفادار کتے کی طرح اچھل کر ادھر ہی

پہنچ گیا۔

”شش....!“

”یہ تو اچھا نہیں معلوم ہو گا باس... کہ آپ شراب خانے میں جائیں اور میں ڈھلان پر کھڑا ہوں۔“  
”چلتے رہو....!“

وہ اندھیرے ہی میں ناموار راستے طے کرتے رہے۔ کبھی کبھی محدود روشنی والی چھوٹی سی نارنج روشن کر لی جاتی۔

جوزف کچھ بڑبڑاتا تھا۔

”خاموشی سے چلتے رہو....!“ کہا گیا۔

”آہستے گھٹنے بعد وہ ایک ڈھلان راستے پر چل رہے تھے جہاں سے ندی کے کنارے والے چراغوں کے سلسلے صاف نظر آنے لگے تھے۔“

”ایک بار پھر سنو جوزف....!“ اس سے کہا گیا۔ ”تم شراب خانے کی پشت پر ندی والی ڈھلان پر ٹھہرو گے۔!“

”اچھا باس....!“ جوزف نے بے حد اس لہجے میں کہا۔

”مگر تم وہاں کیوں ٹھہرو گے۔!“

”جہانیاں لینے اور آنسو بہانے کے لئے۔!“ جوزف کی آواز درناک تھی۔

عمران ہنس پڑا۔

”مگر باس.... تم اپنے محل میں کیوں نہیں آتے۔!“ جوزف نے کہا۔

”یہ ایک درد بھری کہانی ہے۔ جوزف....!“ عمران غم ناک لہجے میں بولا۔ ”میری آخری

بیوی کے رشتے دار مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں۔!“

”اف فوہ....!“ جوزف چلتے چلتے رک گیا۔ اسے وہ پھر تیز بڑھایا آگیا تھا جس نے دو تین دن پہلے رانا بیلے میں اپنی چلت پھرت کا مظاہرہ کیا تھا۔

بلکہ زیر و کو علم ہی نہیں تھا کہ عمران کہاں ہو گا اس لئے یہ کہانی عمران تک نہیں پہنچ سکی تھی۔ اتفاق سے آج صبح جوزف ہو اخوری کو نکلا تھا۔ راستے میں ایک لڑکے نے اسے ایک خط دیا۔

جو عمران کی طرف سے ٹائپ کیا گیا تھا اور جس میں جوزف کے لئے ہدایت تھی کہ وہ رات کو فلاں وقت فلاں مقام پر پہنچ جائے۔

جوزف اس معاملہ میں اتنا محتاط ثابت ہوا کہ اس نے اس کا تذکرہ بلکہ زیر و (طاہر صاحب) سے بھی نہیں کیا تھا۔ حالانکہ وہ خود بھی دھوکا کھا سکتا تھا کیونکہ وہ خط ٹائپ کیا ہوا تھا اس کے نیچے بھی عمران کے دستخط نہیں تھے بلکہ نام ہی ٹائپ کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس نے کسی وفادار کے کی طرح

اس میں عمران کی بومحسوس کی تھی اور نتیجے کے طور پر وہ اس وقت یہاں موجود تھا۔  
”کیوں رک گئے....!“ عمران نے ٹوکا۔

اس پر اس نے جزی بوٹیاں فروخت کرنے والے بوڑھے کی داستان دہرائی اور بتایا کہ کس طرح اس نے اس کی جیب سے پستول نکال لیا تھا۔

عمران سوچ میں پڑ گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس پر عمران ہونے کی بناء پر حملے ہو رہے تھے یا اس لئے کوئی اس کے پیچھے پڑ گیا تھا کہ رانا تہور علی صندوقی کا راز معلوم کر سکے۔ یا

پھر حملہ آوروں کی نظروں میں بھی تہور علی اور عمران ایک ہی شخصیت کے دو مختلف روپ تھے۔  
”بس اسی سے اندازہ کر لو.... جوزف کہ آج کل میں کتنی الجھنوں میں گھرا ہوا ہوں۔!“

”مجھے انکا پتہ بتاؤ باس... ایک کو بھی زندہ چھوڑو گا۔!“ جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔  
”چلتے رہو....!“ عمران بولا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ اپنے ماتحتوں کو اپنے قریب بھی نہیں

آنے دے گا۔ ورنہ اس کا امکان بھی ہے کہ اسی سلسلے میں ڈھپ اینڈ کو کاراز ہی فاش ہو جائے۔  
”ہاں تو باس.... مجھے اس ڈھلان پر کیا کرنا ہو گا۔!“

”اگر میری عدم موجودگی میں وہاں کوئی سبز رنگ کی موٹر بوٹ آئے تو تم فوراً ہی ایک ہوائی فائر کر دینا۔!“

”بس صرف ہوائی فائر کر دوں گا۔!“ جوزف نے پھر باپو سانہ انداز میں پوچھا۔

”تم پر خون کیوں سوار رہتا ہے جوزف....!“

”نہیں تو باس.... وہ دراصل میں سوچتا ہوں کہ مجھے پھانسی کیوں نہ ہو جائے میں نے سنا ہے کہ اب اسپرٹ بھی لائسنس کے بغیر نہیں ملا کرے گی۔ مجھے کون لائسنس دے گا۔ اس لئے بہتر

یہی ہے کہ میں کسی کو قتل کر کے جیل چلا جاؤں۔!“

”اور اگر میں ہی تمہیں قتل کر دوں تو۔!“

”نہیں.... اس کی بجائے میری بوتلوں میں اضافہ کر دو.... باس....!“ جوزف گھگھکیا۔

”اب روزانہ پانچ ہزار ڈنڈ....!“

”مم.... مرا.... نہیں.... نہیں باس میرے پیچھے پڑے پھٹ جائیں گے۔“

”خاموش رہو.... ہم شراب خانے کے قریب ہیں۔ تم یہیں سے اسی پگڈنڈی پر مڑ جاؤ۔ آگے چل کر یہ دو مختلف بستوں میں تقسیم ہو گئی ہے مگر تم بائیں جانب مڑ جانا پگڈنڈی نہ چھوٹنے

پائے۔ اس طرح تم ٹھیک اسی جگہ پہنچو گے جہاں ٹھہر کر تمہیں میرا انتظار کرنا ہے۔!“

شراب خانہ ہو۔ لیکن یہاں اتنی صفائی اور خوش سلیقگی کو دخل نہیں تھا۔  
لوگ میلی کچیلی میزوں پر بیٹھے تازی یا دیسی شراب پی رہے تھے۔ ویسے بھی یہاں قیمتی شرابیں  
شاذ و نادر ہی ملتی تھیں۔

یہاں پہنچ کر جوزف کی پیاس بُری طرح جاگ اٹھی۔ وہ ہونٹوں پر زبان پھیرتا اور چندھیائی  
آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا۔ لیکن یہاں کہیں اسے عمران نہ دکھائی دیا۔  
وہ جوا بھی زیادہ نشے میں نہیں تھے اسے گھورنے لگے تھے۔

دفعتاً ایک بوڑھا آدمی جھومتا ہوا اپنی میز سے اٹھا اور جوزف کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کے ہاتھ  
میں گلاس تھا۔

اس کی ہیئت کدائی پر جوزف کو ہنسی آگئی۔ یہ ایک پست دبلا پتلا آدمی تھا۔ چہرے پر اگر ڈاڑھی  
نہ ہوتی تو بالکل گلہری معلوم ہوتا۔ آنکھیں دھندلی تھیں۔

جوزف کے قریب پہنچ کر وہ رک گیا اور اس طرح سراٹھا کر اس کی شکل دیکھنے لگا جیسے کسی  
منارہ کی چوٹی کا جائزہ لے رہا ہو۔

”کیا ہے....!“ جوزف نے کھسیانے انداز میں ہنس کر پوچھا۔  
”مجھے ڈر ہے کہ کہیں تمہارے کانوں تک اپنی آواز پہنچانے کے لئے مجھے لاؤڈ سپیکر نہ استعمال  
کرنا پڑے۔!“

”ہام....!“ جوزف اسے پکڑنے کے لئے جھکا اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔  
”خفا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بہت غم زدہ آدمی ہوں۔!“ بوڑھے نے رونی آواز  
میں کہا۔ وہ انگریزی ہی میں گفتگو کر رہا تھا۔  
”کیا ہوا ہے.... تمہیں....!“ جوزف غرایا۔

”ادھر چلو.... میں تمہیں پلاؤں گا.... تمہیں اپنی دکھ بھری داستان سناؤں گا۔ مجھے یقین ہے  
کہ تم میری مدد کرو گے۔ بہت زیادہ لمبے آدمی عموماً مجھ پر رحم کرتے ہیں۔!“  
”میں نہیں پیؤں گا....!“ جوزف نے احمقانہ انداز میں کہا اور پھر چاروں طرف دیکھنے لگا۔  
”کیا تمہیں کسی کی تلاش ہے....!“ بوڑھے نے پوچھا۔  
”نہیں....!“

”تو پھر آؤ.... نا.... غم غلط کریں۔ تم مجھے کوئی بہت شریف آدمی معلوم ہوتے ہو۔!“  
”ہاں....!“ جوزف نے سر ہلا کر پلکیں جھپکائیں۔

”اچھا باس....!“ جوزف کسی بہت ہی ستم رسیدہ آدمی کی طرح ٹھنڈی سانس لے کر پگھڑی  
پر مڑ گیا۔

عمران جواب روشنی میں آچکا تھا۔ یقینی طور جوزف کے لئے ایک مسئلہ بن کر رہ جاتا۔ اسی لئے  
ابھی اس نے اسے اندھیرے ہی میں رخصت کر دیا تھا۔ وہ دراصل ایک بوڑھے بھکاری کے روپ  
میں تھا اور اس کے جسم پر چیتھڑے جھول رہے تھے۔

جوزف چلتا رہا.... اس مقام کو پہنچانے میں بھی اسے کوئی دشواری نہیں پیش آئی جہاں پگھڑی  
دو شاخوں میں بٹ کر مخالف سمتوں میں مڑ گئی تھی اور عمران کی بتائی ہوئی سمت میں چلنے لگا۔

ہوٹل کی پشت پر پہنچ کر اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں۔ گہرا اندھیرا فضا پر مسلط تھا۔  
کہیں کہیں روشنی کے نقطے سے نظر آرہے تھے۔

جوزف لاکھ ڈفر سہی لیکن خطرات کے معاملہ میں وہ جانوروں کی سی حس رکھتا تھا۔ اس نے  
سوچا کہ فائر کرنے کے بعد وہ کیا کرے گا۔ اگر کچھ لوگ آگئے اور وہ پکڑ لیا گیا تو.... کیا باس اسے  
پسند کرے گا۔

اب وہ کوئی ایسا درخت تلاش کرنے لگا جسے فائر کر نیکے بعد اپنے بچاؤ کے لئے استعمال کر سکے۔  
اچانک ایک موٹر بوٹ گھاٹ سے آگئی۔

جوزف نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن پھر آنکھیں پھاڑ کر رہ گیا۔ بھلا اندھیرے میں  
موٹر بوٹ کارنگ کیسے نظر آتا۔ ہیڈ لیمپ کی روشنی بھی اسے نہ ظاہر کر سکتی تھی۔

”او.... باس....!“ جوزف دانت پیس کر بڑبڑایا۔ ”تم نشے میں تھے یا مجھے ہی ہوش نہیں تھا۔  
سبز رنگ.... ہائے سبز رنگ.... زرد نکلے تو کیا ہو گا۔ نیلا اودا.... کتھی.... زعفرانی.... اب  
میں کیا کروں.... او باس....!“

وہ کھڑا دانت پیتا رہا پھر اپنے سر پر کے مارنے لگا۔  
بہر حال اب اس کے لئے ضروری ہو گیا تھا کہ وہ عمران کو تلاش کر کے پوچھتا کہ اندھیرے  
میں موٹر بوٹ کارنگ کیسے دیکھا جائے۔

وہ شراب خانے کے صدر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اسے یقین تھا کہ عمران شراب خانے  
ہی میں ملے گا۔ شاید اس نے کہا بھی تھا۔

شراب خانہ پوری طرح آباد ملا۔ اس کی چھت زیادہ اونچی نہیں تھی۔ دیواریں اور چھت سفید  
آئل پینٹ سے رنگی گئی تھیں۔ بس ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی بہت بڑے بحری جہاز کا

”آؤ.... دوست آؤ.... تمہارا دل بہت نورانی ہے۔!“

”جوزف کچھ خوش ہو گیا۔ اپنی صفائے دل کے متعلق کسی سے کچھ سن کر وہ بہت نہال ہو جاتا تھا۔ ایسے مواقع پر اسے قادر جو شوالیہ آجاتے جنہوں نے اسے عیسائی بنایا تھا اور جو اکثر کہا کرتے تھے کہ تم سفید فاموں سے افضل ہو کیونکہ تم کالوں کے دل بڑے نورانی ہوتے ہیں۔!“

بوڑھا اسے اپنی میز پر لے آیا۔

”کیا پیو گے....!“ اس نے جھومتے ہوئے پوچھا۔

”اوہ.... شکریہ.... میں گھر سے باہر کبھی کچھ نہیں پیتا۔!“ جوزف نے کہا۔

”یہ بہت بُری عادت ہے دوست.... گھر پر پینے سے کیا فائدہ.... کیا دیواروں سے دل بہلاتے ہو۔!“

”عادت ہے۔!“ جوزف نے خواہ مخواہ دانت نکال دیئے۔

”نہیں میری خاطر پیو.... میں بہت غمزدہ آدمی ہوں۔ میری بات نہ ٹالو.... ورنہ میرے

غموں میں ایک کا اور اضافہ ہو جائے گا۔!“

”تمہیں کیا غم ہے۔!“

”ایک دو.... نہیں ہزاروں ہیں.... بس تم پیو پیارے۔ یہی میرے غم کا علاج ہے۔ تم بہت نیک آدمی ہو ضرور پیو گے.... مجھے یقین ہے۔!“

”کیا میرے پینے سے تمہارے غم دور ہو جائیں گے۔!“ جوزف نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”قطعی دور ہو جائیں گے۔!“

”اچھا تو پھر میں پیوں گا.... خدا تمہاری مشکل آسان کرے۔!“ جوزف نے انگلیوں سے

کر اس بنایا۔

”کیا پیو گے....!“

”تاڑی.... سالہا سال گذرے کہ میں نے تاڑی نہیں پی۔!“

”مذاق مت کرو پیارے....!“ بوڑھے نے کہا۔

”میں مذاق نہیں کر رہا....!“ جوزف کو غصہ آگیا۔

”اچھا.... اچھا.... تاڑی ہی سہی۔!“ بوڑھے نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔

واپسی پر اس کے ہاتھوں میں تاڑی کی بوتل اور گلاس تھے۔

جوزف نے حلق تر کرنا شروع کیا۔ جب کھوپڑی کچھ گرم ہوئی تو میز پر گھونہ مار کر بولا۔ ”بتاؤ

کی وجہ سے تمہیں اتنے دکھ پہنچے ہیں۔!“

”ابھی بتاؤں گا.... سب سے پہلے آج کا غم دہراؤں گا۔!“

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر بوڑھے نے کہا۔ ”ہزاروں روپے کی شراب برباد ہو جائے گی میں نے دو گھنٹے کے اندر ہی اندر کوئی قدم نہ اٹھایا۔!“

”شراب برباد ہو جائے گی۔!“ جوزف نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”ہاں پانچ بیرل یہاں سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر جنگل میں پڑے ہوئے ہیں۔ میں نے انہیں وہاں چھپایا تھا۔ اب اطلاع ملی ہے کہ پولیس کو شبہ ہو گیا ہے۔ اس لئے وہ عنقریب وہاں بیراڈلے والی ہے۔ کاش میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہوتی کہ میں ان بیرلوں کو قریب ہی کے ایک کھڈ میں لڑھکا سکتا۔!“

”یہ کون سی بڑی بات ہے۔!“ جوزف اکڑ کر بولا۔ ”میں چل کر لڑھکاؤں گا۔!“

”اوہ.... اگر تم ایسا کر سکو تو ایک بیرل تمہارا انعام....!“

”لاؤ.... ہاتھ....!“ جوزف میز پر ہاتھ مار کر بولا۔ ”بات کچی ہو گئی.... میں لڑھکاؤں گا اور تم اس کے عوض مجھے ایک بیرل دو گے۔!“

پھر تاڑی کی مزید دو بوتلیں ختم ہونے تک بات بالکل ہی کچی ہو گئی اور جوزف لڑکھاتا ہوا ٹھا۔ بوڑھا آدمی کسی ننھے سے بچے کی طرح اس کی انگلی پکڑے چل رہا تھا۔

یہ جوڑا دیکھ کر لوگ بے تحاشا ہنسنے لگے تھے اور جوزف تو اب اسے قطعی فراموش کر چکا تھا کہ یہاں کیوں آیا تھا۔!



ایکس ٹو نے اپنے ماتحتوں کو باقاعدہ طور پر ہدایت کر دی تھی کہ وہ عمران کے متعلق کسی چکر میں نہ پڑیں۔ نہ تو اس کے فلیٹ کے فون نمبر رنگ کئے جائیں اور نہ کوئی ادھر جائے۔ جولیا کو اس قسم کی ہدایت دیتے وقت اس کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

جولیا اس پر بُری طرح بھلا گئی تھی۔ لیکن کرتی بھی کیا۔ ایکس ٹو بہر حال اپنے ماتحتوں کے اعصاب پر سوار تھا۔ وہ اس سے اسی طرح خائف رہتے تھے جیسے ضعیف الاعتقاد لوگ بد ارواح کے نام پر لرزہ بر اندام ہو جاتے ہیں۔

مگر جولیا الجھن میں مبتلا تھی۔ آج کل ایک ناقابل فہم سی خلش ہر وقت ذہن میں موجود رہتی اور اس کا دل چاہتا تھا کہ وہ شہر کی گلیوں میں بھٹکتی پھرے۔ چھتوں اور دیواروں کے درمیان گھٹن

سی محسوس ہوتی تھی۔

آج صبح اس نے فون پر بڑے جھلائے ہوئے انداز میں ایکس ٹو سے گفتگو کی تھی۔ اسے بتایا تھا کہ سوکھے کی بھاگ دوڑ کا اصل مقصد کیا ہے۔ پھر وہ اس کے لئے عمران کو تلاش کرے یا نہ کرے۔ ”بس اسی حد تک جو لیا نا.... کہ وہ مطمئن ہو جائے۔“ ایکس ٹو نے جواب دیا تھا۔ ”اسے یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ تم اسے ٹال رہی ہو۔ بلکہ عمران کی گمشدگی پر پریشانی بھی ظاہر کرو۔“

جولیانہ اسامہ بنا کر رہ گئی تھی۔

سر سوکھے کی فرمائش کے مطابق آج اسے عمران کی تلاش میں اس کا ساتھ دینا تھا۔ سب سے پہلے وہ عمران کے فلیٹ میں پہنچے لیکن سلیمان سے یہی معلوم ہوا کہ عمران جھپٹے پندرہ دنوں سے غائب ہے۔ پھر جولیانے ٹپ ٹاپ ٹائٹ کلب کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ عمران وہاں کا مستقل ممبر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں سے اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل ہو سکیں۔

وہ ٹپ ٹاپ کلب پہنچے۔ یہاں بھی کوئی امید افزا صورت نہ نکل سکی۔ آخر سر سوکھے نے تھکے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”اب کہاں جائیں.... میں واقعی بڑا بد نصیب ہوں مس جولیانہ۔ آئیے کچھ دیر بیٹھیں۔“

جولیانہ کو اس پہاڑ نما آدمی سے بڑی الجھن ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ کہیں نکلتے ہوئے اس کے ذہن میں صرف یہی ایک خیال ہوتا تھا کہ وہ بڑی مضحکہ خیز لگ رہی ہوگی۔ آس پاس کے سارے لوگ انہیں گھور رہے ہوں گے۔

گھر اس کم بخت ایکس ٹو کو کیا کہے جس کا حکم موت کی طرح اٹل تھا۔

وہ سر سوکھے کے ساتھ بیٹھی اور بور ہوتی رہی۔ لیکن پھر اس نے ریکریٹیشن ہال میں چلنے کی تجویز پیش کی۔

مقصد یہ تھا کہ وہاں کوئی نہ کوئی اس سے رقص کی درخواست ضرور کرے گا اور سر سوکھے سے پیچھا چھوٹ جائے گا۔ سر سوکھے اس تجویز پر خوش ہوا تھا۔

وہ ریکریٹیشن ہال میں آئے۔ یہاں ابھی آرکسٹرا جاز بجا رہا تھا اور چند باوردی منتظرین چوبلی فرش پر پاؤڈر چھڑکتے پھر رہے تھے۔

وہ گیلری میں جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر بعد رقص کے لئے موسیقی شروع ہوئی۔

”کیا میں آپ سے رقص کی درخواست کر سکتا ہوں۔“ سر سوکھے نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

”آپ....!“ جولیانے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔ اس کا سر چکر ا گیا تھا۔

”اوہ.... دفعتاً سر سوکھے بے حد مغموں نظر آنے لگا۔ کرسی کی پشت سے نکلے ہوئے اس نے ہت پر نظریں جمادیں اور جولیانہ کو اپنے رویہ پر افسوس ہونے لگا۔ کیونکہ سر سوکھے کی آنکھوں ن آنسو تیر رہے تھے۔ جولیانے محسوس کیا کہ اس کا وہ ”آپ“ گویا ایک تھپڑ تھا جو سر سوکھے کے ل پر پڑا تھا۔ کیونکہ ”آپ“ کہتے وقت جولیانہ کے لہجے میں تحیر سے زیادہ تضحیک تھی۔

”اوہو.... تو پھر آپ اٹھئے نا....!“ جولیانہ نے بھولائے ہوئے لہجے میں کہا۔

وہ ہنسنے لگا۔ بے تکی سی ہنسی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے خود اسے بھی احساس ہو کہ وہ یونہی حقانہ انداز میں ہنس پڑا ہے۔ پھر وہ آنکھیں ملے لگا۔

”نہیں....!“ وہ کچھ دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”میں اپنی اس بے تکی درخواست پر شرمندہ ہوں۔ میں آپ کو بھی مضحکہ خیز نہیں بنانا چاہتا۔“

وہ پھر ہنسا مگر جولیانہ کو اس کی ہنسی دردناک معلوم ہوئی تھی۔ ایسا لگا تھا جیسے متعدد کراہوں نے اسی کی شکل اختیار کر لی ہو۔

”من فتر وافر....!“ اس نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ”ہڈیوں اور گوشت کا یہ خنجر پہاڑ ہمیشہ تنہا کھڑا ہے گا۔ میں نے نہ جانے کس رو میں آپ سے درخواست کر دی تھی۔ اداس اور تنہا آدمی بچوں کی سی ذہنیت رکھتے ہیں۔ گوشت اور ہڈیوں کے اس بے ہنگم سے ڈھیر میں چھپا ہوا سوکھے رام بچہ ہی تو ہے۔ جو بڑی لاپرواہی سے اس بد نما ڈھیر کو اٹھائے پھرتا ہے۔ اگر باشعور ہوتا تو....!“

”اوہ دیکھئے.... آپ بالکل غلط سمجھے.... سر سوکھے! میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ دراصل مجھے اس پر حیرت تھی کہ....!“

”نہیں.... مس جولیانہ.... میں خود بھی تماشا بننا پسند نہیں کروں گا۔“ وہ ہاتھ اٹھا کر دردناک آواز میں بولا۔

جولیانہ خاموش ہو گئی۔ رقص شروع ہو چکا تھا۔ سر سوکھے رقصوں کو کسی بچے ہی کے سے انداز میں دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیوں جولیانہ چچ اس کے لئے مغموں ہو گئی تھی۔



جوزف بس چلتا ہی رہا۔ اسے احساس نہیں تھا کہ وہ کتنا چل چکا ہے اور کب تک چلتا رہے گا۔ اس کے ساتھ ہی اس کی زبان بھی چل رہی تھی۔ نوجوانی کے قصبے چھیڑ رکھے تھے۔

نوجوانی کے قصبے بھی جوزف کی ایک کمزوری تھی۔ وہ مزے لے لے کر اپنے کارنامے بیان کرتا تھا اور ان کہانیوں کے درمیان قبیلے کی ان لڑکیوں کا تذکرہ ضرور آتا تھا جو اس پر مرتی تھیں۔



اس کا ذہن تاریکی کی دلدل میں ڈوبتا چلا گیا۔ ٹرک سے دو آدمی کودے پچھلا ڈھکن اٹھا کر  
ٹے کر دیا گیا۔ پھر دونوں ٹرک کے اگلے حصے میں چلے گئے۔  
تھوڑی دیر بعد ٹرک چل پڑا۔



صفر نے اس دن کے بعد سے اب تک ڈھپ اینڈ کو کے دفتر کی شکل نہیں دیکھی تھی جب  
عمران کی موت کی اطلاع لے کر گیا تھا۔ ایکس ٹو کی طرف سے اسے یہی ہدایت ملی تھی۔  
لیکن وہ عمران کے متعلق الجھن میں تھا۔ کبھی یقین کرنے پر مجبور ہوتا کہ اب عمران اس دنیا  
نہیں اور کبھی پھر کئی طرح کے شبہات سر اٹھاتے۔ مگر یہ تو اس کی آنکھوں کے سامنے کی  
ت تھی کہ عمران چیخ مار کر ندی میں جا پڑا تھا۔ کچھ بھی ہو.... دل نہیں چاہتا تھا کہ عمران کی  
ت پر یقین کرے۔

جولیانے کسی کو بھی نہیں بتایا تھا کہ عمران زندہ ہے اور اسے اس واقعہ کے بعد اس کی کوئی  
ریملی تھی۔ رہا ایکس ٹو تو اسے یقینی طور پر صحیح حالات کا علم تھا ورنہ وہ جولیا کو فون پر سرزنش  
لا کرتا۔ یہی سوچ کر جولیانے اس سے بھی اس مسئلہ پر کسی قسم کی گفتگو نہیں کی تھی۔  
بہر حال صفر آج کل زیادہ تر گھر ہی میں پڑا رہتا تھا۔ اس وقت بھی وہ آرام کرسی میں پڑا اونگھ  
ا تھا۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی جو ان دنوں شاذ و نادر ہی بجتی تھی۔  
وہ اچھل پڑا۔

”ہیلو....!“ اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

”ہائیں....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”کیا تم زندہ ہو!“

”ارے....!“ صفر پر مسرت لہجے میں چیخا۔ ”آپ....!“

اس نے عمران کی آواز صاف پہچان لی تھی۔

”اتنی زور سے نہ چیخو کہ تمہاری لائن کو شادی مرگ ہو جائے۔ ویسے میں عالم بالا سے بول رہا  
ہوں۔!“

”عمران صاحب.... خدا کے لئے بتائیے کہ وہ سب کیا تھا....!“

”یار بس کیا بتاؤں....!“ دوسری طرف سے مغموم لہجے میں کہا گیا۔ ”میں تو یہی سمجھ کر مرا  
غنا کہ گولی لگ چکی ہے۔ مگر فرشتوں نے پھر دھکا دے دیا۔ کہنے لگے کہ کھسکو یہاں سے۔ یہاں چار  
ہو بس نہیں چلے گی۔ گولی وولی نہیں لگی۔ آئندہ اچھی طرح مرے بغیر ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔

اس مرحلہ پر جوزف کے ہونٹ سکڑ جاتے اور آواز میں سختی پیدا ہو جاتی۔ ایسا لگتا جیسے حقیقتاً  
کبھی ان کی پرواہ نہ ہوئی ہو۔ اس وقت وہ بوڑھے سے کہہ رہا تھا۔ ”بھلا بتاؤ مجھے ان باتوں کی  
فرصت کہاں ملتی تھی۔ میں تو زیادہ تر رانٹلوں اور نیزوں کے کھیل میں الجھا رہتا تھا۔ جب بھی  
سفید فام شکاری میرے علاقہ میں داخل ہوتے تو انہیں تیندوے کی تلاش ضرور ہوتی تھی۔ میں  
ہی ان کی رہنمائی کرتا تھا۔ ان کی زندگیوں میں میری مٹھی میں ہوتی تھیں۔ اب بتاؤ تم ہی بتاؤ.... میں  
کیا کرتا۔ نگاہ جو قبیلے کی سب سے حسین لڑکی تھی۔ اس نے مجھے بددعا میں دی تھیں۔ آہ....  
آج میں اسی لئے بھگتا پھر رہا ہوں۔ مگر بتاؤ.... میں کیا کرتا۔ اس کیلئے کہاں سے وقت نکالتا۔“  
”ٹھیک ہے.... پیارے.... تم بہت مشغول آدمی ہو۔!“ بوڑھے نے کہا اور جوزف کی انگلی  
پکڑے ہوئے چلتا رہا۔

جوزف نے پھر بکواس شروع کر دی۔ ”تاڑی کی تین بوتلیں ہنظر بھی بن سکتی ہیں اور علم  
الکلام کی ماہر بھی۔“

اچانک بوڑھا چلتے چلتے رک گیا اور خوش ہو کر بولا۔ ”واہ.... اب تو وہ بیرل یہاں سے لے  
جائے بھی جاسکتے ہیں۔ میرے آدمی ٹرک لے آئے ہیں۔ لیکن پولیس کا کہیں پتہ نہیں ہے۔!“  
”ہائیں....!“ جوزف منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ پھر بولا۔ ”اب میرے انعام کا کیا ہو گا۔!“  
”ایک بیرل تمہارا ہے دوست....!“ بوڑھے نے اس کی کمر تھپتھا کر کہا۔ ”تم اب انہیں  
ٹرک پر چڑھانے میں مدد دو گے۔“

ٹرک قریب ہی موجود تھا۔ اس کا پچھلا ڈھکنا زمین پر لٹکا ہوا تھا۔ جوزف نے چند ہیائی ہوئی  
آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ یہ ایک ویرانہ تھا۔ گھنیرے درخت اور جھاڑ جھکاڑ قرب و جوار  
میں کچھ اور اضافہ کرتے ہوئے سے معلوم ہو رہے تھے۔

”چلو.... اندازہ کر لو کہ تم بیرل اوپر چڑھا سکو گے یا نہیں۔!“ بوڑھے نے کہا اور ٹرک پر چڑھ گیا۔  
جوزف کی رفتار سست تھی لیکن وہ بھی اوپر پہنچ ہی گیا۔ ٹرک تین طرف سے بند تھا اور اس کی  
چھت کافی اونچی تھی لیکن جوزف جیسے لمبے ترنگے آدمی کو تو جھکنا ہی پڑا تھا۔  
”چڑھا سکو گے نا....!“ بوڑھے نے پوچھا۔

”بل.... بل.... بلکول....!“ جوزف لڑکھایا اور آندھی سے اکھڑے ہوئے کسی تناور  
درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا اسے اس پر بھی غور کرنے کا موقع نہیں مل سکا تھا کہ کھوپڑی پر ہونے  
والے تین بھرپور وار زیادہ نشہ آور ہوتے ہیں.... یا تاڑی کی تین بوتلیں!۔

”یہ تو بہت بُری بات ہے کہ تمہاری آمدنی کا بہت بڑا حصہ لغویات پر نہیں صرف ہوتا۔“  
 ”تم شاید بہت زیادہ زیر بار ہو جاتے ہو۔“ صدر مسکرایا۔  
 ”دو بیویاں ہیں.... لیکن ایک کو دوسری کی خبر نہیں۔!“  
 ”یہ کیسے ممکن ہے۔!“

”دن ایک کے یہاں گزرتا ہے رات دوسری کے یہاں۔! ایک سمجھتی ہے کہ میں فلموں کے لئے کہانیاں لکھتا ہوں وہی جس کے یہاں رات بسر ہوتی ہے اور دوسری سمجھتی ہے کہ میں ایک مل میں اسٹنٹ دیونگ ماسٹر ہوں اور ہمیشہ رات کی ڈیوٹی پر رہتا ہوں۔!“  
 ”تو تم حقیقتاً کیا کرتے ہو....!“  
 ”فلموں کے لئے کہانیاں لکھتا ہوں۔!“ اس نے جواب دیا۔ ”اور یہ کہانیاں کہیں بھی بیٹھ کر لکھی جاسکتی ہیں۔ اگر کبھی نا وقت سیٹ پر جانا پڑا تو اس وقت والی بیوی سمجھتی ہے کہ اوور ٹائم کر رہا ہوں۔ یا شوٹنگ طویل ہو گئی ہے۔!“  
 ”کمال کے آدمی ہو۔!“

”بیویوں کو دھوکا دینا میری تفریح ہے۔ اب تیسری کے امکانات پر غور کر رہا ہوں۔ لیکن وقت کیسے نکالوں گا۔!“  
 ”واہ.... تیسری بھی کرو گے۔!“

”کرنی ہی پڑے گی۔ دیکھو یار قصہ دراصل یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ شادیاں کرنے سے سالیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور سالیاں.... ہا.... اگر سالیاں نہ ہوں تو دنیا ویران ہو جائے۔!“  
 ”مجھے تو اس نام ہی سے گھن آتی ہے۔!“ صدر نے کہا۔

”آہا.... تو تم انہیں سالیوں کی بجائے بتاشیاں یا جلیبیاں کہہ لیا کرو۔ کیا فرق پڑتا ہے۔!“  
 صدر ہنسنے لگا اور تھوڑی دیر بعد یہ بھول ہی گیا کہ وہ یہاں کس لئے آیا تھا۔  
 کھیل ختم ہو جانے کے بعد وہ ڈانگ روم میں آ بیٹھے۔ بھاری جڑے والا ایک لاپرواہ اور فضول خرچ آدمی معلوم ہوتا تھا۔

کافی پیٹے وقت اس نے صدر سے کہا۔ ”یار مجھ پر ایک احسان کرو۔!“  
 ”کیا....؟“ صدر چونک پڑا۔

اس نے کلائی کی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔ ”چھ بج رہے ہیں لیکن میں رات والی بیوی سے آج بچھا چھڑانا چاہتا ہوں۔ میں اس سے کہوں گا کہ تم اسٹنٹ ڈائریکٹر ہو۔ آج رات پھر شوٹنگ

نہیں تو اب کی دم لگا کر واپس کئے جاؤ گے۔!“  
 صدر ہنسنے لگا۔ وہ بے حد خوش تھا۔ اس کی ایک بہت بڑی الجھن رفع ہو گئی تھی۔  
 ”جو لیا بے حد پریشان تھی۔!“ صدر نے کہا۔  
 ”پچھلے سال میں نے اس سے ساڑھے پانچ ہزار روپے ادھار لئے تھے نا.... آج تک واپس نہیں کر سکا۔!“

”عمران صاحب خدا آپ کو جمالیاتی حس بھی عطا کر دے۔ تو کتنا اچھا ہو۔!“  
 ”تب پھر لوگ مجھے جمال احمد کہیں گے۔!“ عمران خوش ہو کر بولا۔ ”اور میں جمالی تخلص کرنے لگوں گا۔ خیر اس پر کبھی سوچیں گے۔ اس وقت تمہیں ایک ایسے آدمی کا تعاقب کرنا ہے جو ٹپ ٹاپ ٹائٹ کلب کے بلیر ڈوم نمبر ۳ میں بلیر ڈکھیل رہا ہے۔ اس کے جسم پر سرمئی آئرن کا سوٹ ہے اور گلے میں نیلی دھاریوں والی زرد ٹائی۔ اگر وہ تمہارے پیچھے تک وہاں سے جا چکا ہو تو پھر وہیں ٹھہرنا....!“ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

صدر کو ٹپ ٹاپ کلب پیچھے میں بیس منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔ وہ آدمی اب بھی بلیر ڈوم میں موجود تھا۔ جس کے متعلق عمران نے بیس منٹ پہلے اس سے فون پر گفتگو کی تھی۔ یہ ایک لم ترنگا اور صحت مند نوجوان تھا۔ جڑوں کی بناوٹ اس کی سخت دلی کا اعلان کر رہی تھی۔ البتہ آنکھیں کابلوں اور شریاں کی سی تھیں۔ آنکھوں کی بناوٹ اور جسم کے پھر تیلے پن میں بڑا تضاد تھا۔ صدر اس طرح ایک خالی کرسی پر جا بیٹھا جیسے وہ بھی کھیلنے کا ارادہ رکھتا ہو۔ یہاں چار بلیر ڈوم تھے اور ہر کمرے میں دو دو میزیں تھیں۔ اس کمرے کی دونوں میزوں پر کھیل ہو رہا تھا۔  
 بھاری جڑے والے کا ساتھی تھوڑی دیر بعد ہٹ گیا اور بھاری جڑے والے نے صدر سے پوچھا۔  
 ”کیا آپ کھیلنے گئے۔!“

”جی ہاں....!“ صدر اٹھ گیا۔

دونوں کھیلنے لگے۔ کچھ دیر بعد صدر نے محسوس کیا کہ اس کی باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ پتہ نہیں کیسے وہ عورتوں اور آرائشی مصنوعات کا تذکرہ نکال بیٹھا تھا۔ ”کیا خیال ہے کہ آپ کا عورتیں سال میں کتنی لپ اسٹک کھا جاتی ہوں گی۔!“ اس نے پوچھا۔

”ابھی تک میں عورتوں کے معاملات سمجھنے کے قابل نہیں ہوں۔!“ صدر نے جواب دیا۔

”اوہو.... تو کیا ابھی تک سنگل ہی ہو یا....!“

”بالکل سنگل....!“

وہاں آپہنچے اور صفدر کشاں کشاں ایک تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ تہہ خانے کا علم تو اسے اس نے ہوا جب اس کی آنکھوں پر سے پٹی کھولی گئی۔ بعد میں آنے والے تین آدمیوں میں سے ایک اس کی آنکھوں پر رومال باندھ دیا تھا۔ کسی نے دونوں ہاتھ پشت پر جکڑ دیئے تھے۔ لیکن جب آنکھوں پر سے رومال کھولا گیا تو اس کے سامنے صرف ایک ہی آدمی تھا اور یہ تھا بھاری جبرے والا جو اسے ٹپ ٹاپ ٹپٹ کلب سے یہاں تک لایا تھا۔

”مجھے افسوس ہے دوست....!“ اس نے سر ہلا کر مغموں لہجے میں کہا۔ ”اس وقت دونوں اہل یہاں موجود ہیں۔ اس لئے یہ باتری پھیلی ہے۔ سالیوں کی بجائے دونوں طرف کے سالے بے ہو گئے ہیں اور انہیں شبہ ہے کہ تم ہی مجھے بہکایا کرتے ہو۔“

صفدر نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے اسے گھورتا رہا۔ وہ کوشش کر رہا تھا کہ پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ آزاد ہو جائیں۔ لیکن کامیابی کی امید کم تھی کسی طرح وہ اپنے ہاتھ استعمال کرنے کے قابل ہو سکتا تو اس بھاری جبرے کے زاویوں میں نہ کچھ تبدیلیاں ضرور نظر آتیں کیونکہ وہ ایک بے جگر فاسٹر تھا۔

دفعاً بائیں جانب دیوار سے ایک دروازہ نما خلاء نمودار ہوئی اور جوزف جھکا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے سر پر پٹی چڑھی ہوئی تھی اور اس کے دونوں ہاتھ بھی پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ سر اندر خمی تھا۔ شاید یہ صفدر کی چھٹی حس ہی تھی جس نے اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نہ اہونے دیئے اور جوزف تو پہلے ہی سے سر جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ اس لئے کسی طرف دیکھا بھی نہ تھا۔ اس کے چہرے پر نظر آنے والے آثار اکھڑے ہوئے نشے سے پیدا ہونے والی بوریٹ غازی کر رہے تھے زیادہ دیر تک شراب نہ ملنے پر اس کی پلکیں ایسی ہی بوجھل ہو جاتی تھیں کہ کسی کی طرف دیکھنے میں بھی کاہلی محسوس کرتا تھا۔

اچانک بھاری جبرے والے نے صفدر سے پوچھا۔ ”یہ کون ہے!“

”میں کیا جانوں....؟“ صفدر غرایا۔ ”کہیں تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔“

بھاری جبرے والے کا قبضہ کافی طویل تھا۔ لیکن جوزف اب بھی سر جھکائے کسی بات کی رح کھڑا رہا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ آوازیں اس کے کانوں تک پہنچی ہی نہ ہوں۔ جو آدمی سے یہاں لایا تھا اس کی رائفل کی نال اب بھی اس کی کمر سے لگی ہوئی تھی۔

”تم کچھ اس کر کے کامیاب نہیں ہو سکتے دوست....!“ بھاری جبرے والے نے کہا۔ ”تم عمران کے آدمی ہو اور اس وقت بھی اس کے ساتھ تھے جب وہ ندی پر مقبرہ کے قریب گھیرا گیا تھا۔“

ہوگی۔ اس لئے ڈائریکٹر نے تمہیں ساتھ کر دیا ہے۔ تاکہ تم مجھے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ۔۔۔ ساڑھے سات بجے ہم گھر ہی پر رات کا کھانا کھائیں گے۔ تم برابر کپتے رہنا.... بھی جلدی چلو اور بس ہم آٹھ بجے تک گھر سے نکل آئیں گے۔ کیوں؟ پھر ہم دونوں دوست ہو جائیں گے اور تم آئندہ بھی ایسے مواقع پر میرے کام آیا کرنا....!“

صفدر ہنسنے لگا۔ مگر بھاری جبرے والے کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ ”میں سنجیدہ ہوں دوست....!“ اس نے کہا۔ ”اگر تم یہ کام نہ کر سکو تو صاف جواب دو تاکہ میں کسی دوسرے کو پھانسون.... بس کسی اور کے ساتھ کچھ دیر کھینا پڑے گا۔ سارے ہی آدمی تمہاری طرح ٹھس تھوڑا ہی ہوں گے۔ ایڈونچر کا شوق کسے نہیں ہوتا۔ بہتر ہے پھنسیں گے۔“

صفدر نے سوچا چلو دیکھا جائے گا کہ یہ آدمی کس حد تک بکواس کر رہا ہے اور پھر اسے بہر حال اس کے متعلق معلومات فراہم کرنی تھیں۔ پہلے چوری چھپے یہ کام سرانجام دینا پڑتا۔ مگر اب تو اسے کھلی ہوئی کتاب کی طرح پڑھ سکے گا!

اس نے حامی بھری۔

باہر نکل کر بھاری جبرے والے نے کہا۔ ”یہ تو اور اچھی بات ہے کہ تمہاری کار بھی موجود ہے اب وہ شبہ بھی نہ کر سکے گی کہ میں اسے الونار ہا ہوں۔ وہ تمہارے اسٹنٹ ڈائریکٹر ہونے پر ایمان لے آئے گی۔“

”قطعاً....!“ صفدر یونہی بولنے کے لئے بولا۔

وہ صفدر کی رہنمائی کرتا رہا اور پھر ماڈل کالونی کی ایک دور افتادہ عمارت کے سامنے کار روکنے کو کہا۔ عمارت خوبصورت تھی مگر کافی بڑی تھی۔ پائیں باغ بہتر حالت میں تھا جس سے مالک مکان کی لاپرواہی یا مفلوک الحالی ظاہر ہو رہی تھی۔

اس نے اسے نشست کے کمرے میں بٹھایا اور خود اندر چلا گیا۔ صفدر سوچ رہا تھا کہ اسے فلموں یا فلموں کی شوٹنگ کے متعلق بالکل کچھ نہیں معلوم۔ اگر اس کی بیوی اس سلسلے میں اس سے کچھ پوچھ بیٹھی تو کیا ہوگا۔

لیکن اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی تین چار آدمی صفدر پر ٹوٹ پڑے۔ حملہ پشت سے ہوا تھا۔ اس لئے اسے سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔

ایک نے اس کا منہ دبایا تھا اور دوسری طرح جکڑے ہوئے دروازے کی طرف کھینچ رہے تھے۔ لیکن جب وہ اس طرح اس کمرے سے باہر نہ لے جاسکے تو تین مزید آدمی ان کی امداد کے

کہ کہیں جوزف یہ جملے سن کر چونک نہ پڑے۔ وہ اس وقت کی گفتگو سے اچھی طرح اندازہ کر چکا تھا کہ وہ رانا تہور علی اور عمران کی الجھن میں پڑ گئے ہیں۔

لیکن صفدر کے اندیشے بے بنیاد ثابت ہوئے کیونکہ جوزف کے کانوں پر جوں تک نہیں رہیں تھیں۔ اس نے نہ تو سر اٹھایا اور نہ کسی طرف دیکھا۔

تھوڑی دیر بعد قدموں کی آہٹ سنائی دی اور رانا نقل والا دیسی شراب کی دو بوتلیں لئے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا۔

”ایک بوتل کھول کر اس کے منہ سے لگا دو!“ بھاری جڑے والے نے کہا۔ تعمیل کی گئی۔ جوزف کے موٹے موٹے ہونٹ بوتل کے منہ سے چپک کر رہ گئے۔ بڑا مضحکہ خیز منظر تھا۔ ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی بھوکے شیر خوار بچے نے دودھ کی بوتل سے منہ لگا کر چسر شروع کر دی ہو۔ آدھی بوتل غناغٹ پی جانے کے بعد اس نے بوتل کا منہ چھوڑ کر دو تین لمبی لمبی سانسیں لیں اور مسکرا کر بولا۔

”تم بڑے اچھے ہو.... بڑے پیارے آدمی ہو.... تم پر آسمان سے برکتیں نازل ہوتی رہیں اور آسمانی باپ تمہیں اچھے کاموں کی توفیق دے!“

بھاری جڑے والا کینہ توڑ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سالہا سال سے اسے مار ڈالنے کی خواہش پال رہا ہو۔ جوزف نے بقیہ آدھی بوتل بھی ختم کر دی۔ اب وہ کسی جاگتے ہوئے آدمی کی سی حالت میں آگیا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں اور چہرے کی سیاہی چمکنے لگی تھی۔

”ارے.... یہ آدمی....!“ دفعتاً اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”ہاں.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اسے ایک آدھ بار مسٹر عمران کے ساتھ دیکھا تھا۔!“

”لیکن میں نے تو تمہیں کبھی نہیں دیکھا....!“ صفدر نے غصیلی آواز میں کہا۔

”یہ بھی ممکن ہے.... مسٹر کہ تمہاری نظر مجھ پر کبھی نہ پڑی ہو۔!“

”عمران کہاں ملے گا!“ بھاری جڑے والا غرایا۔

”میں کیا بتا سکتا ہوں مسٹر....!“ جوزف نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

”بہت دنوں کی بات ہے جب میں مسٹر عمران کے ساتھ تھا لیکن وہ میرے پینے پلانے کا بار سنبھالنے کی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خود ہی میرا پیچھا چھوڑ دیا۔ اس طرح میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ ورنہ مجھے تو اس کا غلام رہنا ہی پڑتا ہے۔ جو مجھے زیر کر لے اور پھر ابھی تو۔“

”مجھے اس سے کب انکار ہے.... مگر میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔!“ صفدر نے لاپرواہی سے کہا۔

”یہ عمران کا ملازم نہیں ہے....؟“ بھاری جڑے والے نے غرا کر کہا۔

”میں نے تو کبھی عمران کے ساتھ نہیں دیکھا۔!“ صفدر نے جواب دیا۔ وہ جانتا تھا کہ جوزف اب عمران کے ساتھ اس کے فلیٹ میں نہیں رہتا۔ بلکہ مستقل طور پر رانا پیلس ہی میں اس کا قیام ہے۔ اس لئے وہ اس کے معاملے میں محتاط ہو کر زبان کھول رہا تھا۔

”رانا تہور علی کو جانتے ہو۔!“

”یہ نام میرے لئے بالکل نیا ہے۔!“ صفدر نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

”او.... حبشی....!“ دفعتاً وہ جوزف کی طرف مڑ کر رہا۔ ”اب تم اپنی زبان کھولو۔ ورنہ تمہارے جسم کا ایک ایک ریشہ الگ کر دیا جائے گا۔!“

”جاؤ....!“ جوزف سر اٹھائے بغیر بھرائی سی آواز میں بولا۔ ”پہلے میری پیاس بجھاؤ.... پھر میں بات کروں گا۔ تم لوگ بہت کینے ہو۔ تمہیں شاید نہیں معلوم کہ شراب ہی میری زبان کھول سکے گی۔!“

”شراب نہیں مل سکے گی۔!“

”تب پھر مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں.... جو تمہارا دل چاہے کرو۔!“

”ادھر دیکھو.... کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو۔!“ اشارہ صفدر کی طرف تھا۔

”کیوں دیکھوں.... کیسے دیکھوں.... میری آنکھوں کے سامنے غبار اڑ رہا ہے۔ مجھے اپنے پیر بھی صاف نہیں دکھائی دیتے۔ شراب لاؤ۔ یا مجھے گولی مار دو۔!“

”پلاؤ.... اسے پلاؤ....!“ دفعتاً بھاری جڑے والا دونوں ہاتھ ہلا کر غرایا۔ ”اتنی پلاؤ کہ اس کا پیٹ پھٹ جائے۔!“

رانا نقل والا جوزف کے پاس سے ہٹ کر پچھلے دروازے سے نکل گیا۔

”عمران کہاں ہے۔!“ وہ پھر صفدر کی طرف متوجہ ہوا۔

”اگر تم یہ جانتے ہو کہ میں اس دن عمران کے ساتھ تھا جب ہم پر چاروں طرف گولیاں برس رہی تھیں تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ عمران کام آگیا تھا اور میں بچ کر نکل گیا تھا۔!“

”ہمیں تو اس پر یقین تھا کہ تم بھی نہ بچے ہو گے۔ لیکن آج تم یہاں میرے سامنے موجود ہو۔ تم اتنی چالاکی سے نکل گئے تھے کہ ہمیں پتہ ہی نہ چل سکا تھا۔!“

”عمران گولی کھا کر دریا میں گر گیا تھا۔!“ صفدر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ لیکن وہ ڈر رہا تھا

بھاری جبرے والا پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اس کے بیان پر تذبذب میں پڑ گیا ہو۔

دوسری طرف صفدر پر جوزف کے جوہر پہلی بار کھلے تھے۔ وہ اب تک اسے پرلے سرے کا ایڈیٹ ہی تصور کرتا رہا تھا۔ لیکن اس وقت تو عمران ہی کا یہ قول کرسی نشین ہوا تھا کہ جوزف ایک نادر الوجود شکاری کتا ہے۔ سادہ لوحی اور چیز ہے لیکن بے ضرر نظر آنے والے کتے بھی شکار کے وقت اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لیتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ شکاری ہوں۔ جوزف پر صحیح معنوں میں یہ مثال صادق آئی تھی۔

”دیکھو میں تمہاری ہڈیاں چور کر دوں گا۔ ورنہ مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو۔“  
”بس یہ بوتل ختم کر لینے دو۔۔۔۔۔ اس کے بعد جو دل چاہے کرنا۔“ جوزف نے ہونٹ چاٹتے ہوئے کہا۔

”صرف ایک دن کی مہلت اور۔۔۔۔۔!“ بھاری جبرے والا ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”دی جاتی ہے تم عمران کا پتہ بتاؤ اور تم رانا تہور علی کا۔۔۔۔۔!“  
وہ رانا نقل والے کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتا ہوا دروازے سے نکل گیا اور پھر وہ دروازہ بھی غائب ہو گیا۔ دیوار برابر ہو گئی تھی۔

جوزف دوسری بوتل کی طرف ندیدوں کی طرح دیکھنے لگا۔ جس میں ابھی تین چوتھائی شراب باقی تھی۔ اس پر کاک بھی نہیں تھا۔

وہ تھوڑی دیر تک کھڑا حسرت بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر پشت پر بندھے ہوئے ہاتھوں کے بل فرش پر نیم دراز ہو گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بوتل دونوں پیروں میں دبائی اور پیر سر کی طرف اٹھنے لگے اور بوتل کا منہ اس کے ہونٹوں سے جا لگا۔

صفدر کھڑا پلکیں جھپکاتا رہا۔ ”غٹ غٹ“ کی صدائیں تہہ خانے کے سکوت میں گونج رہی تھیں۔ بوتل خالی ہوئے بغیر ہونٹوں سے نہ ہٹ سکی۔

دفعتاً کھٹا کے کی آواز آئی اور بھاری جبرے والا پھر اندر داخل ہوا اس بار اس کے ہاتھ میں چمڑے کا چابک تھا۔ نہ جانے کیوں جوزف مسکرا پڑا۔ مگر وہ جوزف کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

”سر سوکھے رام کو عمران کی تلاش کیوں ہے۔!“ اس نے صفدر سے پوچھا۔

”میں نہیں جانتا۔!“

”تم جانتے ہو۔۔۔۔۔!“ وہ چابک زمین پر مارتا ہوا دہاڑا۔

ڈاکٹر طارق والا مقدمہ بھی چل رہا ہے۔!“  
اس پر جوزف نے ڈاکٹر طارق کی کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ ”ماسٹر عمران نے مجھے بہت پیٹا تھا۔ وہ شائد پولیس کے لئے کام کرتے ہیں۔!“

بھاری جبرے والا تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ ”رانا کون ہے۔!“  
”باس ہے۔۔۔۔۔ میرا۔۔۔۔۔!“ جوزف نے فخر سے سینہ تان کر کہا۔  
”وہ کہاں ملے گا۔!“

”میں نہیں جانتا۔۔۔۔۔ ان سے تو بس کبھی کبھی ملاقات ہوتی ہے۔!“  
”عمران سے اس کا کیا تعلق ہے۔!“

”میں کیا بتا سکتا ہوں مسٹر۔۔۔۔۔ میں کیا جانوں۔۔۔۔۔ میں نے کبھی ان کے ساتھ مسٹر عمران کو نہیں دیکھا۔!“

”تم رانا کے پاس کیسے پہنچے تھے۔!“

”بس یونہی۔۔۔۔۔ میں ایک دن سڑک پر جا رہا تھا کہ ایک کار میرے پاس رکی۔ اس پر سے رانا صاحب اترے اور کہنے لگے۔۔۔۔۔ میں نے پچھلے سال شائد تمہیں نیپال میں دیکھا تھا۔ میں نے کہا کہ میں تو دس سال سے اس ملک میں ہوں۔ انہوں نے کہا ہو سکتا ہے ان کے ذہن میں اور کوئی ہو۔ پھر وہ مجھ سے میرے متعلق پوچھ گچھ کرنے لگے۔ یہ دوسری بوتل بھی مسٹر۔۔۔۔۔ خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے اور عورت کے سائے سے بچائے۔ تم بہت نیک ہو۔!“

بھاری جبرے والے کے اشارے پر دوسری بوتل بھی کھولی گئی اور جوزف چوتھائی پینے کے بعد بولا۔ ”ہاں تو تم کیا پوچھ رہے تھے۔ براور۔۔۔۔۔!“

”تم رانا کے پاس کیسے پہنچے تھے۔!“

”ہاں۔۔۔۔۔ ہاں شائد میں یہی بتا رہا تھا کہ وہ مجھ سے میرے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے۔!“  
”چلو کہتے رہو۔۔۔۔۔ رکومت۔۔۔۔۔!“ بھاری جبرے والا بولا۔

”میں نے انہیں بتایا کہ مجھے نوکری کی تلاش ہے۔ انہوں نے پوچھا باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے سکو گے۔ اوہ۔۔۔۔۔ بڑی آسانی سے۔۔۔۔۔ میں نے انہیں بتایا اور یہ بھی کہا کہ میرا نشانہ بڑا عمدہ ہے اور میں کبھی ہیوی ویٹ چیمپئن بھی رہ چکا ہوں۔ وہ بہت خوش ہوئے اور مجھے نوکر رکھ لیا۔ میں ان کے پسینے کی جگہ خون بھی بہا سکتا ہوں۔ لارڈ آدمی ہیں کبھی نہیں پوچھتے کہ میں دن بھر میں کتنی بوتلیں صاف کر دیتا ہوں۔“

ہا اور پام کے پتے اسے چھپانے کے لئے کافی تھے۔

وہ سر سوکھے سے بھاگنے لگی تھی کیونکہ وہ اسے بے حد بور کرتا تھا۔ وہ پرانی کہانی جس کے سلسلہ میں وہ عمران کا تعاون حاصل کرنا چاہتا تھا بار بار دہرائی جاتی اور پھر اس کے ساتھ سر سوکھے کی اداسی بھی تو تھی۔ اسے غم تھا کہ اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ کوئی ایسا نہیں ہے جسے وہ اپنا کہہ سکے۔ جوانی ہی میں مونپا شروع ہو گیا تھا اور اسی بناء پر خود اس کی پسند کی لڑکیاں اسے منہ لگانا پسند نہیں کرتی تھیں۔ وہ جولائے یہ ساری باتیں کہتا رہتا۔ ٹھنڈی سانسیں بھرتا اور کبھی کبھی اس کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے۔ جنہیں چھپانے کے لئے وہ طرح طرح کے منہ بناتا اور ہزاروں قہقہے جولایا کے سینے میں طوفان کی سی کیفیت اختیار کر لیتے پھر اسے کسی بہانے سے اس کے پاس سے اٹھ جانا پڑتا۔ وہ کسی ہاتھ روم میں گھس کر پیٹ ڈبا دیا کرتی۔ اکثر سوچتی کہ اسے تو اس سے ہمدردی ہونی چاہئے۔ پھر آخر اسے اس پر تاؤ کیوں آتا ہے۔ وہ غور کرتی تو سر سوکھے کی زندگی اسے بڑی دردناک لگتی۔ لیکن زیادہ سوچنے پر اسے یا تو ہنسی آتی یا غصہ آتا۔ کبھی وہ سوچتی کہ کہیں سر سوکھے اس کام کے بہانے اس سے قریب ہونے کی کوشش تو نہیں کر رہا۔ اس خیال پر غصے کی لہر کچھ اور تیز ہو جاتی۔ مگر پھر کچھ دیر بعد ہی اس شام کا خیال آ جاتا جب وہ اس کے دفتر میں بیٹھی سونے کی اس گنگ کی کہانی سن رہی تھی اور دوسرے کمرے میں میز لٹنے کی آواز نے انہیں چونکا دیا تھا اور پھر اس نے میز کی سطح پر پیروں کے نشانات محفوظ کئے تھے۔ وہ سوچتی رہتی اور اس نتیجے پر پہنچتی کہ وہ حقیقتاً پریشانیوں میں مبتلا ہے یہ اور بات ہے کہ ہر قسم کی پریشانیوں کا تذکرہ بیک وقت کر دینے کا عادی ہو۔

وہ روزانہ شام کو عمران کی تلاش میں نکلتے تھے لیکن آج کے لئے جولیانے ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے اس سے معافی مانگ لی تھی۔ لیکن وہ گھر میں نہ بیٹھ سکی۔ شام ہوتے ہی اس نے سوچا آج تنہا نکلنا چاہئے۔ مقصد عمران کی تلاش کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔ وہ ٹپ ٹاپ کلب کے پورچ میں پہنچی ہی تھی کہ اچانک غیر متوقع طور پر سوکھے نظر آ گیا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی آج وہ بھی وہیں آئے گا۔

جیسے ہی وہ پورچ میں پہنچا جولیانے کی آڑ سے نکل اور جھپٹ کر کلک روم میں داخل ہو گئی۔ یہاں سے ایک راہداری براہ راست ریکریشن ہال میں جاتی تھی۔ جہاں آج اسکیٹنگ کا پروگرام تھا۔ وہ بڑی بدحواسی کے عالم میں یہاں پہنچی۔

”اف خدا....!“ وہ بڑبڑائی اور اس کا سر چکرا گیا۔ کیونکہ سر سوکھے دوسرے دروازے سے

”میرے ہاتھ کھول دو.... پھر اس طرح اکڑو تو یقیناً مرد کھلاؤ گے۔!“  
اس بار چابک صدر کے جسم پر پڑا اور وہ تلملا گیا۔  
”بتاؤ....!“

صدر اس کی طرف جھپٹا۔ لیکن اس نے اچھل کر پیچھے ہٹے ہوئے پھر چابک گھمایا۔ اس طرح صدر نے کئی چابک کھائے اور پھر بیک بیک ست پڑ گیا۔ یہ حماقت ہی تو تھی کہ وہ اس طرح پٹ رہا تھا۔ ادھر جوزف کا یہ حال تھا کہ وہ کوشش کے باوجود بھی فرش سے نہیں اٹھ سکتا تھا۔ پورے چھتیس گھنٹوں کے بعد اسے شراب ملی تھی اور اس نے یہ دو بوتلیں جس طرح ختم کی تھیں اس طرح کوئی دوسرا پانی بھی نہ پی سکتا۔

”بتاؤ سر سوکھے عمران کی تلاش میں کیوں ہے۔!“ بھاری جبرے والا پھر گرجا۔  
”میں نہیں جانتا....!“

”ڈھمپ اینڈ کوکا اصل بزنس کیا ہے۔!“

”فارورڈنگ اینڈ کلیئرنگ....!“

”تم وہاں کام کرتے ہو....!“

”ہاں....!“

”پھر عمران کا اور تمہارا کیا ساتھ....!“

”مجھے شوق ہے سراغ رسانی کا۔!“ صدر بولا۔ ”عمران کی وجہ سے میں بھی اپنا یہ شوق پورا کر سکتا ہوں کیونکہ وہ پولیس کے لئے کام کرتا ہے۔!“

”تمہارے دفتر کی اسٹینو ٹائپسٹ جولیا کا عمران سے کیا تعلق ہے۔!“

”یہ وہی دونوں بتا سکیں گے۔!“ صدر نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

بھاری جبرے والا کھڑادانت پیتا رہا۔ پھر آنکھیں نکال کر آہستہ آہستہ بولا۔ ”تم مجھے نہیں جانتے۔ میں تمہارے فرشتوں سے بھی اگلوں گا۔ خواہ اس کے لئے تمہارا بند بند بھی کیوں نہ الگ کرنا پڑے۔!“

وہ پیر پختا ہوا چلا گیا۔ دیوار کی خلاء اس کے گذرتے ہی پر ہو گئی تھی۔ ایک تختہ سبائیں جانب سے کھسک کر دوسری جانب کی دیوار سے جا ملتا تھا۔



جیسے ہی جولیا کی نظر سر سوکھے پر پڑی وہ ستون کی اوٹ میں ہو گئی۔ یہاں پام کا بڑا گلار کھا ہوا

یہ میز پر جا بیٹھا تھا۔ جولیا سوچ رہی تھی کہ اگر وہ اس میز سے اٹھی اور سوکھے کوشبہ بھی ہو گیا کہ وہ تنہا ہے تو وہ تیر کی طرح اس کی طرف آئے گا۔

اتنے میں اسکیٹنگ کے لئے موسیقی شروع ہو گئی اور جولیا نے اس انداز میں نوجوان کی طرف دیکھا جیسے مطالبہ کر رہی ہو کہ مجھ سے درخواست کرو۔ مگر نوجوان خالی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

جولیا نے سوچا دھو ہے لہذا اس نے خود ہی کہہ ”اگر آپ کو اسکیٹنگ سے دلچسپی ہے... تو آئیے۔“  
”میں....!“ نوجوان کے لہجے میں تحیر تھا۔ پھر اس کی آنکھوں کی اداسی اور گہری ہو گئی۔ اس نے چہرے ہوئے لہجے میں پوچھا۔ ”آپ میرا مذاق کیوں اڑا رہی ہیں محترمہ....!“  
”میں نہیں سمجھی....!“ جولیا بوکھلا گئی۔

”کیا آپ یہ بے سادگی نہیں دیکھ رہی ہیں۔“ اس نے ایک کرسی سے نکلی ہوئی میساجھی کی طرف اشارہ کیا۔

جولیا کی نظر اگر پہلے اس پر پڑی بھی ہوگی تو اس نے دھیان نہ دیا ہوگا۔ بہر حال اب وہ کٹ کر رہ گئی۔  
”اوہ.... معاف کیجئے گا....!“ اس نے لجاجت سے کہا۔ ”میں نے خیال نہیں کیا تھا میں بے حد شرمندہ ہوں جناب.... کیا آپ مجھے معاف نہیں کریں گے۔“

”کوئی بات نہیں....!“ وہ ہنس پڑا۔  
اس کا بایاں پیر شائد کسی حادثے کی نذر ہو کر گھٹنے کے پاس سے کاٹ دیا گیا تھا اور اب لکڑی کا ایک ڈھانچہ پنڈلی کا کام دے رہا تھا۔

”یہ کیسے ہوا تھا....!“ جولیا نے پوچھا۔ وہ سچ سچ اس کے لئے غمگین ہو گئی تھی۔  
”فوجیوں کی زندگی میں ایسے حادثات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔“ اس نے کہا اور بتایا کہ وہ ”بچھلی جنگ عظیم میں اطالویوں کے خلاف لڑا تھا اور مورچے پر ہی اس کی بائیں ٹانگ ایک حادثہ کا شکار ہو گئی تھی وہ سیکنڈ لیفٹیننٹ تھا۔“

بات لمبی ہوتی گئی اور وہ جنگ کے تجربات بیان کرتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر بعد جولیا نے محسوس کیا کہ اب اس میز سے اٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا۔ اس کے بعد بھی وہ تھوڑی دیر تک ادھر ادھر کی گفتگو کرتے رہے پھر پہلا دور ختم ہو گیا۔ نوجوان نے کافی منگوائی اور جولیا کو انکار کے باوجود بھی بیٹنی ہی پڑی۔ ویسے بھی وہ اس منعموم نوجوان کی درخواست رد نہیں کرنا چاہتی تھی۔  
کچھ دیر بعد دوسرے دور کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔

ریکریٹیشن ہال میں داخل ہوا تھا ویسے اس کی توجہ جولیا کی طرف نہیں تھی۔ جولیا نا کو کلوک روم والی راہداری ایک گیلری میں لائی تھی۔ اس نے ذہنی انتشار کے دوران فیصلہ کیا کہ سر سوکھے سے تو کھوپڑی نہیں چٹوائے گی خواہ کچھ ہو جائے پھر....؟

وہ جھپٹ کر ایک میز پر جا بیٹھی جہاں ایک اداس آنکھوں والا نوجوان پہلے ہی موجود تھا۔

”معاف کیجئے گا....!“ جولیا نے کہا۔ ”ذرا سر چکرا گیا ہے۔ ابھی اٹھ جاؤں گی۔!“

”کوئی بات نہیں محترمہ....!“ وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

جولیا نے آنکھوں پر رومال رکھ کر سر جھکا لیا اور چڑھتی ہوئی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگی۔

”کیسی طبیعت ہے آپ کی....!“ تھوڑی دیر بعد نوجوان نے پوچھا۔

”اوہ.... جی ہاں.... بس ٹھیک ہی ہے.... اب....!“

”برانڈی منگواؤں....!“

”جی نہیں شکریہ.... میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔!“ وہ سر اٹھا کر بولی۔

”آج کل موسم بڑا خراب جا رہا ہے۔!“ نوجوان بولا۔

”جی ہاں.... جی ہاں.... یہی بات ہے۔!“

یہ دبلے چہرے والا مگر وجہ نوجوان تھا۔ اس کی آنکھوں کی غم آلود نرمابٹ نے اسے کافی دلکش بنا دیا تھا۔ پیشانی کی بناوٹ بھی نرم دلی اور ایمانداری کا اعلان کر رہی تھی۔

”میں اس شہر میں نووارد ہوں۔!“ جولیا نے کہا۔ ”مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہاں اسکیٹنگ بھی ہوتی ہے مجھے بے حد شوق ہے اس کا....!“

”جی ہاں....!“ اس نے تھکی ہوئی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ”دلچسپ کھیل ہے۔!“

”آپ کو پسند ہے۔!“

”بہت زیادہ....!“ نوجوان کا لہجہ بے حد غم انگیز تھا۔

ٹھیک اسی وقت سر سوکھے ان کے قریب پہنچا۔ جولیا کی نظر غیر ارادی طور پر اس کی طرف اٹھ گئی تھی اور وہ بطور اعتراف شناسائی سر کو خفیف سی جنبش دے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ جولیا بھی بادل ناخواستہ مسکرائی تھی۔

بہر حال اس کے اس طرح آگے بڑھ جانے پر اس کی جان میں جان آئی تھی۔ وہ اس پر یہ بھی نہیں ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ اس سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔ سر سوکھے آگے بڑھ کر

”سوکھے کے ساتھ مل کر میری تلاش بھی جاری رکھو!“

”اس کی رام کہانیاں مجھے بور کر کے مار ڈالیں گی!“

”اگر تم اتنی آسانی سے مر سکو تو کیا کہنے ہیں!“ عمران نے کہا اور جولیا نے اسے لاکھوں لمواتیں سنا ڈالیں۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے اسکیٹنگ کرتے رہے پھر جولیا نے کہا۔

”سر سوکھے یہیں موجود ہے۔“

”کہاں....!“

جولیا نے بتایا عمران کنکھیوں سے مونٹے آدمی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”یہ تو صحیح معنوں میں

ہاڑی معلوم ہوتا ہے کیا تم اس کے ساتھ اسکیٹنگ نہیں کرو گی!“

جولیا نے اسے بتایا کہ کس طرح اس سے پیچھا چڑھانے کے لئے وہ ایک لنگڑے آدمی کے پاس

ہائینٹی تھی۔

”بہت بُری بات ہے۔ مونٹا اپنے بس کی بات نہیں!“ عمران نے منموم لہجے میں کہا۔

”تمہیں اس سے شادی کر لینی چاہئے!“

”میں تمہارا گلا گھونٹ دوں گی!“ جولیا جھلا گئی۔

”آج کل تو سب ہی مجھے مار ڈالنے کی تاک میں ہیں۔ ایک تم بھی سہی!“

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسکیٹنگ کرتی رہی۔ اس غیر متوقع ملاقات سے پہلے اس

کے ذہن میں عمران کے متعلق ہزاروں باتیں تھیں جنہیں اس وقت قدرتی طور پر اس کی زبان پر

آنا چاہئے تھا لیکن وہ محسوس کر رہی تھی کہ اب اس کے پاس جھنجھلاہٹ کے علاوہ اور کچھ نہیں رہ

لیا۔ ویسے یہ اور بات ہے کہ اس جھنجھلاہٹ کو بھی اظہار کے لئے الفاظ نہ ملتے۔

تو گویا یہ عمران اس کے لئے سوہان روح بن کر رہ گیا تھا۔ اس کی عدم موجودگی اس کے لئے

بے چینی اور اضطراب کا باعث بنتی تھی لیکن جہاں شکل نظر آئی تاؤ آگیا۔ وہ تاؤ دلانے والی باتیں

ی کرتا تھا۔

جولیا کا ذہن بہک گیا تھا اور وہ کسی منضی سی بچی کی طرح سوچ رہی تھی۔ یہ بھول گئی تھی کہ وہ

لون ہے اور کن ذہنی بلند یوں پر رہتی ہے۔

”غالباً.... تم میرے فیصلے پر نظر ثانی کر رہی ہو!“ عمران نے کچھ دیر بعد مسکرا کر کہا۔

”کیا مطلب....!“

”یہی کہ تمہیں سر سوکھے سے شادی کر ہی لینی چاہئے!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔ ”ہو سکتا

دفعۃً کسی جانب سے ایک خوبصورت اور صحت مند نوجوان ان کی طرف آیا اور جولیا سے

ساتھی بننے کی درخواست کی۔ جولیا اس کی آواز سن کر چونک پڑی۔

”اگر کوئی حرج نہ ہو تو....!“ وہ کہہ رہا تھا۔

”ضرور.... ضرور....!“ جولیا مسکراتی ہوئی اٹھ گئی تھی۔ ساتھ ہی اس نے لنگڑے نوجوان

کی طرف دیکھ کر سر بھی ہلایا اور یہ بھی محسوس کیا تھا کہ وہ کھیا سا گیا ہے۔ لیکن یہ کیسے ممکن تھا کہ

وہ اس آدمی کی درخواست رد کر دیتی جس کے لئے خود اتنے دنوں سے بھگتی پھر رہی تھی۔ صورت

سے تو وہ اسے ہر گز نہ پہچان سکتی کیونکہ وہ میک اپ میں تھا لیکن جب اپنی اصل آواز میں بولا تھا تو

جولیا اسے کیوں نہ پہچان لیتی وہ عمران کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ اس جگہ آئے جہاں اسکیٹس ملتے تھے۔ جلدی جلدی انہیں جوتوں سے باندھا اور چوٹی فرش

پر پھسل آئے۔ عمران اس کے دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

”تم کہاں تھے درندے!“ جولیا نے پوچھا۔

”شکار پر!“ عمران نے جواب دیا۔ پھر بولا۔ ”تم اس شام ندی پر کیوں دوڑی آئی تھیں!“

”یہ اطلاع دینے کیلئے کہ تمہاری موت پر کرائے کے رونے والے بھی نہ مل سکیں گے گھاؤں!“

”لیکن میں تمہیں اس وقت یہ اطلاع دینا چاہتا ہوں کہ تمہارا پورا دفتر ان لوگوں کی نظروں

میں آگیا ہے!“

”پھر کیا کرنا چاہئے!“

”پرواہ مت کرو.... لیکن فی الحال یہ بھول جاؤ کہ تمہارے ساتھ کبھی کوئی عمران بھی تھا۔

میں نے انہیں شے میں جٹا کر دیا ہے۔ کبھی انہیں میری موت پر یقین سا آنے لگتا ہے اور کبھی وہ

پھر میری تلاش شروع کر دیتے ہیں۔“

”ایک آدمی اور بھی تمہاری تلاش میں ہے!“ جولیا نے کہا اور سر سوکھے کا واقعہ بتایا۔

”فی الحال میں اس کے لئے کچھ نہیں کر سکتا!“

”ایکس ٹو اس کے کیس میں دلچسپی لے رہا ہے اور میں بڑی شدت سے بور ہو رہی ہوں۔“

”ہو سکتا ہے وہ اس لئے دلچسپی لے رہا ہو کہ تم میری تلاش جاری رکھو۔ خوب بہت اچھے یہ

ایکسٹو یقیناً بھوت ہے وہ شائد مجرموں پر یہی ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ عمران کے ساتھیوں کو بھی اس

کی موت پر یقین نہیں آیا۔ اچھا جولیا تم دن میں تین چار بار میرے فون نمبر پر رنگ کر کے سلیمان

سے میرے متعلق پوچھتی رہو۔ میرا خیال ہے کہ وہ لوگ میرا فون بھی ٹیپ کر رہے ہیں۔



”کیونکہ کچھ لوگ مجھ سے معلوم کرنا چاہتے ہیں۔!“

”میں نہیں سمجھی۔!“

صفر نے اپنی کہانی چھیڑ دی۔

”مگر پھر تم یہاں کیسے نظر آرہے ہو۔!“ جولیانے اس کے خاموش ہو جانے پر پوچھا۔

”یہ جوزف جیسے گدھے کا کارنامہ ہے۔ واقعی عمران کا انتخاب بھی لاجواب ہوتا ہے۔!“

”مگر میں نے سنا ہے وہ اب عمران کے ساتھ نہیں رہتا۔!“

”اسی پر تو حیرت ہے۔!“ صفر نے کہا۔ ”حالانکہ اسے ذرہ برابر بھی حیرت نہیں تھی کیونکہ وہ جوزف کی جائے قیام سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق اسے پراسرار رانا پیلس کو راز ہی رکھنا تھا۔“

”خیر تو پھر تم لوگ رہا کیسے ہوئے۔!“ جولیانے پوچھا۔

”جوزف نے ایک خالی بوتل پیروں میں دبا کر دیوار پر کھینچ ماری تھی اور پھر اس کا ایک ٹکڑا دانتوں میں دبائے ہوئے میرے پاس واپس آیا تھا ہم دونوں ہی کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اس نے اسی شیشے کے ٹکڑے سے میرے ہاتھوں کی ڈوری کا نئی شروع کر دی۔ وہ شیشے کا ٹکڑا منہ میں دبائے کسی نہ تھکنے والے جانور کی طرح اپنے کام میں مشغول رہا۔ آخر کار اسے کامیابی ہی ہوئی۔ رسی کٹتے ہی میرے ہاتھ آزاد ہو گئے۔ پھر میں نے جوزف کے ہاتھ بھی کھول دیے لیکن اس خدشے کی بناء پر کچھ دیر پریشان بھی ہونا پڑا کہ کہیں کوئی آنے جائے۔ اب ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا بھی ہمیں کھل رہا تھا۔ اس لئے تہہ خانے سے باہر نکلنے کے سلسلے میں ہم نے اپنی جدوجہد تیز کر دی۔ ہمیں وہاں کسی ایسی چیز کی تلاش تھی جس سے دیوار میں دروازہ نما خلاء پیدا کی جاسکتی۔“

جولیا کچھ نہ بولی۔ صفر نے ایک سگریٹ سلگایا اور دو تین ہلکے ہلکے کش لئے۔ لیکن نہ جانے کیوں وہ سوالیہ انداز میں جولیا کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے کہا۔ ”یہ ناممکن ہے کہ عمران تم سے نہ ملا ہو۔!“

”اُم بھی تمہاری بچھلی بات پوری نہیں ہوئی۔!“ جولیا ناخوشگوار لہجے میں بولی۔

”پھر کوئی بات ہی نہیں رہ گئی تھی۔ ہم جلد ہی اس دروازے کے میکزم کا پتہ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ تہہ خانے کے اوپر.... عمارت سنسان پڑی تھی۔ کسی جگہ بھی روشنی نہ دکھائی دی۔ وہ لوگ موجود نہیں تھے۔ ایک کھڑکی سے میں نے کمپاؤنڈ میں جھانکا۔ باہر ایک آدمی موجود تھا اور برآمدے کا بلب روشن تھا۔ اس آدمی نے چوکیدار کی سی وردی پہن رکھی تھی۔ جوزف کسی ملی کی طرح برآمدے میں ریگ گیا۔ کمال کا پھر تیرا آدمی ہے۔ بالکل کسی تیندوے کی طرح اور

ہے اس کے بعد ہی وہ صبح معنوں میں سرسوکھے کہلانے کا مستحق ہو سکے۔!“

جولیانے جھٹکادے کر اپنے ہاتھ اس سے چھڑالئے اور تھوڑا سا کترا کر تنہا پھسلتی چلی گئی۔



گیارہ بجے وہ گھر پہنچی۔ سرسوکھے سے اس کی گفتگو نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ ٹپ ٹاپ کلب میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھا تھا۔ جولیا تنہا اسکیٹنگ کرتی رہی تھی۔ لیکن جب اس نے تقریباً دس منٹ بعد دوبارہ عمران کی تلاش شروع کی تو معلوم ہوا کہ وہ بھی ہال میں موجود نہیں ہے۔ پھر اب وہ وہاں ٹھہر کر کیا کرتی۔

گھر پہنچی تو قفل کھولتے وقت کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ محسوس ہوئی اور قفل کے آنکڑے سے ایک رول کیا ہوا کاغذ کا ٹکڑا پھنسا ہوا ملا۔

جولیانے اسے کھینچ کر نارنج کی روشنی میں دیکھا۔

اس پر پائل کی تحریر نظر آئی۔

”جولیا.... جب بھی واپس آؤ.... فوراً مجھے رنگ کرو۔!“

صفر....!“

”کیا مصیبت ہے۔!“ وہ تھکے تھکے انداز میں بڑبڑائی تھی۔

دروازہ کھول کر وہ خواب گاہ میں آئی یہیں فون تھا۔ اس پر صفر کے نمبر رنگ کئے۔

”ہیلو.... کون.... جولیا....!“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”اوہ بس.... میں تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ تم کب گھر پہنچی ہو۔!“

”کیوں....؟“

”چند بہت ہی اہم باتیں ہیں۔ میں وہیں آ رہا ہوں پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگیں گے۔“

جولیانے بُرا سا منہ بنا کر سلسلہ منقطع کر دیا۔ وہ اب صرف سونا چاہتی تھی۔ لیکن صفر اتنی رات گئے اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔

وہ اس کا انتظار کرنے لگی۔ پھر صفر وعدہ کے مطابق پندرہ منٹ کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ گیا تھا۔

”کیوں.... اتنی رات گئے۔!“ جولیانے متحیرانہ انداز میں پوچھا۔

”صرف ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ سرسوکھے رام کون ہے اور عمران کو کیوں تلاش کر رہا ہے۔!“

”کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔!“ یہ سوال غیر ارادی طور پر ہوا تھا۔

تیزی سے جھپٹنے والا۔ چوکیدار کے حلق سے ہلکی سی آواز بھی نہیں نکل سکی تھی۔ پھر جلد ہی وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا۔ اس طرح ہم وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔“

”پھر کیا کیا تم نے....؟“

”کچھ بھی نہیں.... میں اپنی ذمہ داری پر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا!“

جولیانے کچھ کہے بغیر ایکس ٹو کے نمبر ڈائل کئے۔

اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”دانش منزل پلیز....!“

عمران نے حال ہی میں ایکس ٹو کے پرائیویٹ فون سے ایک ٹیپ ریکارڈ اٹیچ کر دیا تھا اور اس کا سسٹم کچھ اس قسم کا تھا کہ رنگ کرنے والے کو ادھر سے ریسیور اٹھے بغیر ہی جواب مل جاتا تھا۔ اس میں مختلف قسم کے احکامات تھے۔ آج کل کے ٹیپ پر ”دانش منزل پلیز“ ہی چل رہا تھا۔ کیونکہ عمران فلیٹ میں ہوتا ہی نہیں تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسے کسی زمانے میں اس کی پناہ گاہ دانش منزل ہی ہو سکتی تھی جب کچھ نامعلوم لوگ اسے مار ڈالنے کے درپے ہوں۔

جولیانے سلسلہ منقطع کر کے دانش منزل کے لئے ٹرانس میٹر نکالا اور بولی۔

”ہیلو.... ہیلو.... ایکس ٹو پلیز.... ایکس ٹو ہلو.... ہلو.... ایکس ٹو.... ایکس ٹو!“

”ہیلو....!“ آواز آئی اور یہ ایکس ٹو ہی کی آواز تھی۔

”یہاں صفدر موجود ہے۔!“

”تو پھر....!“

”وہ کچھ کہنا چاہتا ہے۔ کیا فون استعمال کیا جائے۔!“

”میں جانتا ہوں وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے۔ اس سے کہو کہ دودن کی تھکن بڑی اچھی نیند لاتی ہے۔!“

”بہتر ہے۔!“

”غالباً تم سوچ رہی ہو گی کہ اس عمارت پر چھاپہ کیوں نہ مارا جائے۔!“

”جی ہاں قدرتی بات ہے۔!“

”لیکن تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مجھے سرغنہ کی تلاش ہے۔ وہ اس عمارت میں نہیں تھا اور

اب تو وہاں تمہیں ایک پرندہ بھی نہیں ملے گا۔!“

”میرے لئے کیا حکم ہے۔!“

”وقت آنے پر مطلع کیا جائے گا اور کچھ....!“

”جی نہیں....!“

”اور.... اینڈ آل....!“

جولیانے سوچ آف کر دیا اور صفدر کی طرف مڑی جو بہت زیادہ متحیر نظر آ رہا تھا۔

”یہ سب کچھ جانتا تھا۔!“ صفدر نے آہستہ سے کہہ کر جلدی جلدی پلکیں چھپکائیں اور ختم ہوتے نئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگانے لگا۔ پھر دو تین گہرے کش لے کر بولا۔ ”وہ جانتا تھا مگر مانے مطلق پرواہ نہ کی کہ مجھ پر کیا گذرے گی۔!“

”مگر تمہیں تو عمران نے اس آدمی کا تعاقب کرنے کے لئے کہا تھا۔!“

”عمران.... نتائج کا ذمہ دار تو نہیں ہے۔!“ صفدر نے کہا۔ ”ایکس ٹو کو علم تھا آخر اس نے ری مدد کیوں نہیں کی۔!“

”صفدر صاحب آپ کو تعاقب کے لئے کہا گیا تھا اس سے دور رہ کر اسکی نظروں سے بچ کر ان نے یہ تو نہ کہا ہو گا کہ اس کے ساتھ بلیر ڈکھیلنا شروع کر دیں۔“

”ہاں مجھ سے ہی غلطی ہوئی تھی۔!“

”ہو سکتا ہے اسی غلطی کی پاداش میں یہ تمہاری سزا رہی ہو کہ ایکس ٹو نے حالات سے واقف ہونے کے باوجود بھی تمہاری کوئی مدد نہ کی۔!“

صفدر کچھ نہ بولا۔ اس کی بھنوں سٹ گئی تھیں اور پیشانی پر کئی سلوٹیں ابھر آئی تھیں۔

کچھ دیر بعد جولیانے جوزف کا تذکرہ چھیڑ دیا۔

”وہ عمران ہی کی طرح عجیب ہے۔ بظاہر ڈیوٹ.... لیکن بہر حال اس نے مجھے کسی طرح بھی نہیں بتایا کہ وہاں کیسے پہنچا تھا۔!“

”مگر اب وہ رہتا کہاں ہے۔!“

”خدا جانے....!“

”عمران کے فلیٹ میں تو بہت دنوں سے نہیں دیکھا گیا۔!“

”ہوں.... یہ بتاؤ.... سر سوکھے کا کیا قصہ ہے۔ یہ کون ہے وہ عمران کو کیوں تلاش کر رہا ہے۔ وہ لوگ یہ بھی جاننا چاہتے تھے کہ سر سوکھے عمران کی تلاش میں کیوں ہے اور اس نے رے دفتر سے کیوں رابطہ قائم کیا ہے۔!“

”سر سوکھے یہاں کا ایک دولت مند آدمی ہے۔ وہ اس لئے ہماری فرم سے رجوع ہوا ہے کہ ماک فرم کے لئے فارورڈنگ اور کلیرنگ کریں۔ لیکن میں یہ نہیں جانتی کہ اسے عمران کی تلاش

ہے۔ یہ تو بہت بُرا ہوا کہ آفس بھی ان کی نظروں میں آ گیا ہے۔!“

”میرا تو خیال ہے کہ وہ ہمارے چیف ایکس ٹو کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ ضرور جانتے ہیں۔!“

”اور عمران کے قول کے مطابق یہ لوگ وہی ہیں جن سے آتش دان کے بت والے کیس

نے ساتھ رہی تھی۔ لیکن اب عمران خود ہی اس سے ملنے والا ہے۔  
پھر کیا؟ اب بھی اس کی گلو خلاصی نہ ہوگی؟ جولیا کے پاس اس وقت بھی اس سوال کا کوئی  
صیح جواب نہیں تھا۔

ٹھیک فونج کر دس منٹ پر سر سوکھے ڈائمنگ ہال میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور  
نکھیں غمگین تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے کسی عزیز کے کریا کرم سے واپس آیا ہو۔  
جولیا نے خوش اخلاقی سے اس کا استقبال کیا۔

”عمران صاحب کہاں ہیں؟“ اس نے بھرائی ہوئی سی آواز میں پوچھا۔  
”بس آجائیں گے تھوڑی دیر میں....!“

اس نے غور سے جولیا کی طرف دیکھا ایک ٹھنڈی سانس لی اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ایسا  
رتے وقت وہ بے حد مضحکہ خیز لگا تھا۔ جولیا نے نہ جانے کیسے اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔  
”پچھلی شام آپ مجھ سے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں ملی تھیں۔“ دفعتاً اس نے سر جھکا کر  
ہستہ سے کہا۔

”میرے چند دوست....!“

”ٹھیک ہے....!“ وہ جلدی سے بولا۔ ”دیکھئے مجھے غلط نہ سمجھئے گا۔ آخر مجھے کیا حق حاصل ہے  
نہ آپ سے ایسی گفتگو کروں۔ میرے خدا۔!“

اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپالیا.... اور جولیا کا دل چاہا کہ ایک کرسی اٹھا کر اسی پر  
وڑدے۔ گدھا کہیں کا.... آخر خود کو سمجھتا کیا ہے۔

”وہ دیکھئے....!“ سر سوکھے نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ ”میں کیا بتاؤں بعض اوقات مجھ سے بچکانہ  
ترکیتیں سرزد ہو جاتی ہیں۔ بھلا بتائیے یہ بھی کوئی کہنے کی بات تھی۔ مگر زبان سے نکل ہی گئی۔  
سے یوں سمجھئے۔ دیکھئے بالکل بچوں کی طرح.... اودھ ٹھہریئے.... مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے۔  
دیکھئے شاید آپ اسی سے میرے احساسات کا اندازہ کر سکیں۔ میری ایک بھابی تھیں میں انہیں  
بہت پسند کرتا تھا.... اور وہ بھی مجھے بے حد چاہتی تھیں۔ ایک دن ان کا ایک کزن آگیا جو میرا ہی  
ہم سن تھا۔ کچھ دنوں بعد میں نے محسوس کیا کہ اب وہ مجھ پر اتنی مہربان نہیں رہیں جتنی پہلے  
تھیں۔ بس رو پڑا۔ الگ جا کر.... کوٹھری میں کھڑا رو رہا تھا کہ بھابی آگئیں۔ میں خاموش ہو گیا۔  
وہ رونے کی وجہ پوچھتی رہیں لیکن میں کیا بتاتا۔ بہر حال مجھے جھوٹ بولنا پڑا۔ میں نے انہیں بتایا  
کہ میرے پیر میں موج آگئی ہے۔ مجھ سے اٹھا نہیں جاتا۔ انہوں نے مجھے اٹھایا۔ باہر لائیں۔  
میرے پیر میں مالش کی.... لیکن میں روتا ہی رہا۔ اب دیکھئے.... میں ان سے کیسے کہتا۔ کیسے کہتا

میں مڈ بھڑ ہوئی تھی وہ قصہ وہیں ختم نہیں ہو گیا تھا۔“ جولیا نے کہا اور کسی سوچ میں پڑ گئی۔  
دفعتاً فون کی گھنٹی بجی اور جولیا نے ریسیور اٹھالیا۔  
”ہیلو....!“

”میں ہوں....!“ ایکس ٹو کی آواز آئی۔ ”سر سوکھے کا کیس ایک بار پھر دہرائو تفصیل سے۔“  
جولیا نے شروع سے اب تک کے واقعات دہرانے شروع کر دیئے۔ لیکن پھر یک بیک اسے  
خیال آیا کہ اس نے اصلیت صفدر کو نہیں بتائی اور وہ اب بھی یہیں موجود ہے۔ لہذا اس نے  
سونے کی اسمگلنگ کی طرف آنے سے پہلے کہا۔ ”صفدر یہیں موجود ہے۔!“  
”پرواہ نہیں....!“ ایکس ٹو کی آواز آئی۔ ”صفدر سے اس سلسلے میں کچھ بھی نہ چھپاؤ.... وہ  
ان لوگوں میں سے ہے جن پر میں بہت زیادہ اعتماد کرتا ہوں۔!“

پھر جیسے ہی جولیا نے سونے کی اسمگلنگ کی کہانی چھیڑی صفدر اُسے گھورنے لگا۔  
آخر میں جولیا نے پوچھا۔ ”کیا آپ کو علم ہے کہ جن لوگوں نے صفدر کو پکڑا تھا وہ سر سوکھے  
میں بھی دلچسپی لے رہے ہیں۔!“  
”نہیں میں نہیں جانتا....!“

”انہوں نے صفدر سے یہ معلوم کرنے کے لئے سختی برتی تھی....!“  
”کیا معلوم کرنے کے لئے جملے ادھر سے نہ چھوڑا کرو۔!“ ایکس ٹو غرایا۔  
”معافی چاہتی ہوں جناب.... وہ یہ معلوم کرنا چاہتے تھے کہ سر سوکھے عمران کی تلاش میں  
کیوں ہے۔ یہ معلوم کرنے کے لئے انہوں نے صفدر پر چابک برسائے۔“ ڈھمپ اینڈ کو اور  
عمران کا تعلق بھی ان کے لئے الجھن کا باعث بنا ہوا ہے۔“

”اوہ.... اچھا تو.... اب سر سوکھے کو عمران سے ملا دو....!“ ایکس ٹو نے کہا۔  
”مگر میں اسے کہاں ڈھونڈوں....!“

”کل صبح سر سوکھے کو گرینڈ ہوٹل میں مدعو کرو.... عمران پہنچ جائے گا۔!“  
”بہت بہتر جناب....!“

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔



دوسری صبح تقریباً نو بجے جولیا گرینڈ ہوٹل میں سر سوکھے کا انتظار کر رہی تھی اور اسے یقین تھا  
کہ اب سر سوکھے سے نجات مل جائے گی۔ ظاہر ہے کہ اب تک وہ عمران ہی کے سلسلے میں اس

کہ وہ اپنے کزن کو مجھ سے زیادہ کیوں چاہتی ہیں۔ اسی طرح کل میں کتنا دیکھی تھا۔ بالکل اسی طرح۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دوں۔ یعنی آپ نے میری طرف اتنا بھی گوارہ نہیں کیا.... اوہ....!

وہ یک بیک چونک کر خاموش ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے ندامت کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ پھر وہ دوبارہ چونک کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ”مس جولیا نا.... میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ ایک بالکل گدھا اور بے عقل آدمی سمجھ کر معاف کر دیجئے۔ میں آخر یہ ساری بکواس کیوں کر رہا ہوں.... بوائے!“

اس نے بڑے غیر مہذب انداز میں میرے کو پکارا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی کبی ہوئی باتیں جولیا کے ذہن سے نکال پھینکنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”گمانی.... اور ایک بڑا پگ و ہسکی!“ اس نے میرے سے کہا اور جولیا کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ جولیا بولی۔

”بچھلی رات میں نے صرف عمران کے ساتھ اسکیٹنگ کی تھی!“

”نہیں تو.... میں وہاں موجود تھا.... میں نے دیکھا تھا پہلے آپ کے ساتھ کوئی اور تھا۔“

”پہلا اور آخری آدمی....!“ جولیا مسکرائی۔

”میں نہیں سمجھا....!“

”وہ عمران ہی تھا....!“

”نہیں.... مگر مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ نہیں وہ نہیں ہو سکتے۔ تم مذاق کر رہی ہو۔“

”یقین کیجئے.... وہ میک اپ میں تھا۔ آج کل وہ کسی چکر میں ہے اور کچھ لوگ اس کے دشمن ہو گئے ہیں اس لئے وہ زیادہ تر خود کو چھپائے رکھتا ہے۔“

”اوہ.... بھئی کمال کا آدمی ہے۔“ سر سوکھے نے بچوں کے سے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ ”میا شاندار میک اپ تھا گھنٹوں دیکھتے رہنے کے بعد بھی نہ پہچانا جاسکے۔“

”میں نے بھی اسے صرف آواز سے پہچانا تھا۔“

”اوہ....!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ جس میں دہلی ہوئی سی خوشی بھی شامل تھی۔ ”جب تو مجھے یقین ہے.... بالکل یقین ہے کہ میری مشکلات رفع ہو جائیں گی۔“

تھوڑی دیر بعد ایک آدمی تیر کی طرح ان کی طرف آیا اور کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

جولیا شپٹا گئی۔ کیونکہ یہ عمران نہیں ہو سکتا تھا اور اگر تھا بھی تو پچھلی رات والے میک اپ میں نہیں تھا۔

”فرمائیے جناب....!“ سر سوکھے غصیلے لہجے میں بولا۔

”میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔“ آنے والے نے مسمی صورت بنا کر کہا۔ ”میا مطلب....!“

”درد یعنی کہ پٹن.... پتہ نہیں فرانسسی اور جرمن میں اسے کیا کہتے ہیں۔!“

”میں پوچھتا ہوں کہ تم اس میز پر کیوں آئے ہو۔“ سر سوکھے میز پر ہاتھ مار کر غرایا۔

”انہیں دیکھ کر....!“ اجنبی نے جولیا کی طرف اشارہ کیا۔

”میا مطلب....!“

”دیکھنے کا مطلب کیسے سمجھاؤں....!“

”تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!“

”اگر کچھ دیر تک آپ اسی قسم کی گفتگو کرتے رہے تو یقیناً خراب ہو جائے گا۔ بھلا کوئی تک ہے آخر آپ درد کا مطلب نہیں سمجھتے۔ دیکھنے کا مطلب نہیں سمجھتے۔ پھر کیا میں درد کو شکر قند اور دیکھنے کو فلفلانا کہوں۔ وہ بھلا آپ مجھے غصے سے کیوں فلفلا رہے ہیں۔ میرے پیٹ میں تو شکر قند ہو رہا ہے۔“

”تمہاری ایسی کی تہی....!“ سر سوکھے کرسی کھڑکا کر کھڑا ہو گیا اور لگا آستین سینے۔

”ارے.... تم نے میری مٹی پلید کر دی جولیا۔!“ اجنبی نے جولیا سے کہا۔ ”تم نے تو کہا تھا کہ

نم کسی سر سوکھے کے ساتھ ملوادیگی۔ یہ تو سر ہاتھی نہیں بلکہ سر پہاڑ ہیں۔ پہلوان بھی معلوم ہوتے

ہیں۔ اگر انہوں نے ایک آدھ ہاتھ رکھ ہی دیا تو میں کہاں ہوں گا۔ خدا تمہیں غارت کرے۔“

جولیا پیٹ دبائے ہوئے بے تحاشہ ہنس رہی تھی۔

”ارے سر سوکھے.... یہ عمران ہے۔“ اس نے بدقت کہا۔

”کیا.... اف فوہ.... ہاہا.... ہاہا.... ہاہا....!“ سر سوکھے نے بھی منہ پھاڑ دیا۔

پھر وہ بیٹھ گیا۔ لیکن عمران اب بھی ایسی ہی پوزیشن میں بیٹھا ہوا تھا جیسے اب اٹھ کر بھاگا۔

”مائی ڈیئر مسٹر عمران آپ واقعی کمال کے آدمی ہیں۔“ سر سوکھے نے ہانپتے ہوئے کہا۔

وہ اسی طرح ہانپ رہا تھا جیسے دور سے چل کر آیا ہو۔

عمران چونکہ میک اپ میں تھا اس لئے حماقت کا اظہار صرف آنکھوں ہی سے ہو سکتا تھا۔ لیکن اس وقت تو آنکھیں سر سوکھے کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں۔

”اسکیٹنگ کی کہانی میں سن چکا ہوں۔“ عمران نے کہا۔

”مس جولیا نے آپ کو سب کچھ بتایا ہو گا۔“

”جی ہاں سب کچھ.... آپ کو اپنے آدمیوں میں سے کس پر شبہ ہے۔“

”دیکھئے.... مجھے تو جس اسٹاف پر شبہ تھا اسے پہلے ہی الگ کر دیا تھا۔ فارورڈنگ اور کلیئرنگ کا سیکشن ہی توڑ دیا۔ لیکن میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ اسٹاف بے داغ ہے بھلا کیسے کہہ سکتا ہوں۔ آپ خود سوچئے!“

”ٹھیک ہے ایسے حالات میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”پھر آپ میرے لئے کیا کریں گے!“

”پکڑے تلوں گا!“ عمران نے سنجیدگی سے کہا اور سر سوکھے بے ساختہ ہنس پڑا۔

”خیر.... خیر....!“ اس نے کہا۔ ”میں اب یہ معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ جس طرح آپ

کا دل چاہے اسے پنڈل کیجئے!“

”آپ کو میرے ساتھ تھوڑی سی دوڑ دھوپ بھی کرنی پڑے گی!“

”اس کی فکر نہ کیجئے.... میں مونا اور بے ہنگم ہی سہی۔ لیکن چلنے کے معاملے میں کسی سے کم

بھی نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر پیدل بھی چلنا پڑے۔ جی ہاں!“

”سواری کا تو کچھ مرنکل جائے گا۔ پیدل ہی ٹھیک ہے!“ عمران سر ہلا کر بولا۔

”میں برا نہیں مانتا!“ سر سوکھے نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ کہا۔

”پتہ نہیں کیوں یک ایک جولیا کو عمران پر تاؤ آنے لگا اور سر سوکھے کیلئے ہمدردی محسوس ہونے لگی۔

اس نے کہا۔ ”اچھا تو سر سوکھے.... اب ہم اس معاملہ کو دیکھ لیں گے۔ ہو سکتا ہے کہ آپ

بہت مشغول ہوں!“

”اوہ.... بے حد.... بے حد.... اچھا اب اجازت دیجئے!“ سر سوکھے اٹھتا ہوا بولا۔ عمران

اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

”تم اس کا مضحکہ کیوں اڑا رہے تھے!“ جولیا نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

”پھر کیا کروں....؟ اتنے موٹے آدمی کو سر پر بٹھالوں!“ عمران بھی جھلا کر بولا۔

”مجھے اس سے ہمدردی ہے۔ اتنے بڑے ذلیل ذول میں ایک ننھا سا بچہ بیچارا....!“

”خدا تمہیں بھی بیچاری بننے کی توفیق عطا فرمائے.... اور آئندہ مجھے کوئی اتنا موٹا بیچارہ نہ

دکھائے تو بہتر ہے۔ ورنہ میں تو کہیں کا نہ رہوں گا۔ تم ایسے ہی اوٹ پٹانگ آدمیوں سے ملائی

رہتی ہو اچھا نا نا....!“

پھر جولیا اسے روکتی ہی رہ گئی۔ لیکن وہ چھلاوے ہی کی طرح آیا تھا اور اسی طرح یہ جاوہ جا

نظروں سے غائب....!



دوسری شام جولیا آفس سے گھر آکر لیٹ ہی گئی۔ بوریٹ.... وہ سوچ رہی تھی کہ اس ذہنی

ضمحلہ سے کیسے چھٹکارا ملے۔ آج وہ دن بھر اداس رہی تھی۔ اسکا کسی کام میں بھی دل نہیں لگا تھا۔

عمران؟ ان ذہنی الجھنوں کی جڑ عمران ہی تھا۔ اسی کے متعلق کسی ذہنی کشمکش میں پڑ کر وہ اپنی

ساری زندہ دلی اور مسرور رہنے کی صلاحیت کھو بیٹھتی تھی۔

یہ عمران اس کے لئے ایک بہت بڑی مصیبت تھا۔ اس کی عدم موجودگی میں وہ اس کے لئے

بے چین رہتی تھی لیکن جہاں سامنا ہوتا اور وہ اپنے مخصوص لہجے میں گفتگو شروع کرتا تو اس کا

یہی جی چاہتا کہ اس وقت جو چیز بھی ہاتھ میں ہو کھینچ مارے۔ ایسا ہی تاؤ اس کی خاموشی پر بھی آتا

تھا کیونکہ خاموشی حماقت انگیز ہوتی تھی۔

جولیا نے کراہ کر روٹ بدلی.... اور آنکھیں بند کی ہی تھیں کہ فون جینج پڑا۔ وہ اٹھی اور

ریسیور اٹھالیا۔ دوسری طرف تو یہ تھا۔

”اوہو.... تو گھر ہی پر ہو!“ اس نے کہا۔ ”کیا آج سر سوکھے واقعی سوکتا ہی رہے گا!“

”کیا مطلب....!“ جولیا غرائی۔

”سنا ہے آج کل وہ تمہیں بڑی بڑی موٹی رنگینیاں عطا کر رہا ہے!“

”خاموش رہو بد تمیز....!“ جولیا پھر گئی۔

”ارے بس.... تھو کو غصہ.... میں نے محض عمران کے جملے دہرائے ہیں۔ ابھی ابھی اس نے

فون پر کہا تھا تم تو خیر پہلے ہی ہاتھ دھو چکے تھے اب میں نے بھی دھولے ہیں اور اس وقت انہیں

تولنے سے خشک کر رہا ہوں۔ میں نے پوچھا کیا کہتے ہو کہنے لگا سوکھ رہا ہوں۔ میں جھنجھلا کر سلسلہ

منقطع کرنے ہی والا تھا کہ بولا۔ جولیا آج کل ہمالیائی عشق کا شکار ہو گئی ہے۔ سر سوکھے اسے عشق

کے موٹے موٹے نغے سناتا ہے اور ایک موٹی سی مسکراہٹ جولیا کے ہونٹوں پر رقص کرنے لگتی اور

اسے چاند ستارے دریا کے کنارے حتیٰ کہ ساون کے نظارے بھی موٹے نظر آنے لگتے ہیں۔“

”شت اپ....!“ جولیا حلق پھاڑ کر چیخی اور سلسلہ منقطع کر دیا۔

وہ کانپ رہی تھی۔ اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے رگوں میں خون کی بجائے چنگاریاں دوڑ رہی ہوں۔

”سور کمینہ.... وحشی.... درندہ....!“ وہ دانت پیس کر بولی اور منہ کے بل نکتے پر گر گئی۔

تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت پڑی رہی پھر اٹھی اور سر سوکھے کے نمبر ڈائل کئے۔ وہ بھی

ہوئی آگے نکل گئی۔

تھوڑی دیر بعد جولیانے چونک کر کہا۔ ”ارے.... جاگیر دار کلب تو شاید پیچھے ہی رہ گیا۔!“  
 ”جی ہاں.... بس ابھی واپس ہوتے ہیں۔ یہ کام تو اچانک نکل آیا ہے۔!“  
 ”میں نہیں سمجھتی۔!“

”ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس آدمی کو بار بار دیکھا ہو۔ یہ جو اگلی کار میں ہے۔!“  
 ”جی نہیں.... میں نے تو پہلے کبھی نہیں دیکھا۔!“ جولیا بولی۔

”تعب ہے آپ فارورڈنگ کلیرنگ کا کام کرتی ہیں لیکن اسے نہیں جانتیں۔ میرا خیال تھا کہ یہ بھی آپ کے کاروباری حریفوں میں سے ہوگا۔ اس کا بھی فارورڈنگ کلیرنگ کا بزنس ہے شاید۔!“

”پتہ نہیں.... میں نہیں جانتی۔!“

”کسی زمانے میں میرے یہاں اسٹنٹ منیجر تھا۔“ سر سوکھے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔  
 ”لیکن بے ایمان آدمی ہے۔ اس لئے میں نے اسے الگ کر دیا تھا۔!“

”تو کیا آپ اس کا تعاقب کر رہے ہیں....!“

”یقیناً کیونکہ میرا خیال ہے کہ وہ میری فرم کے موجودہ جنرل منیجر سے گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہے۔ مقصد کیا ہے میں نہیں جانتا۔!“

”گٹھ جوڑ کا شبہ کیسے ہوا آپ کو....!“

”جب یہ میرے یہاں تھا تو دونوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔!“

”تو آپ کس بات کا شبہ کر رہے ہیں۔!“

”وہ ایک پرانا اسٹمپر ہے.... یہی معلوم ہو جانے پر میں نے اسے اپنی فرم سے الگ کیا تھا۔!“

”تب تو پھر اتنے گھماؤ پھراؤ کی بات ہی نہیں تھی۔ آپ نے پہلے ہی اس کا نام بتایا ہوتا۔ ہم اسے چیک کر لیتے۔!“

”ہام تو درجنوں بتائے جاسکتے ہیں۔ مگر یہ اس وقت میرا تعاقب کیوں کر رہا تھا۔ مجھے تو یہ دیکھنا ہے۔!“

”تو اب آپ اس کا تعاقب کریں گے۔!“

”قطعی.... قطعی....!“ وہ بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”اس کے علاوہ اور کوئی چارہ

نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ اب وہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں۔ کیا اس لئے میرا تعاقب کیا جا رہا ہے کہ میں نے تم لوگوں سے مدد طلب کی ہے۔!“

”خیر ایسے لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث صرف عمران ہو سکتا ہے۔“ جولیانے کہا ”کیونکہ

اتفاق سے مل ہی گیا فون پر۔

”کون ہے۔!“

”منسٹر وائر....!“

”اوہ کہئے کہئے۔!“

”آپ سے نہیں ملتی تو دل گھرا تا رہتا ہے۔!“ جولیا ٹھنک کر بولی اور پھر بُرا سا منہ بنالیا۔

”اوہ.... تو میں آجاؤں.... یا آپ آ رہی ہیں۔!“

”کسی اچھی جگہ ملے۔!“

”اچھا.... جاگیر دار کلب کیسا رہے گا۔!“

”اوہ.... بہت شاندار.... پھر آپ کہاں ملیں گے۔!“

”میں آپ کے گھر ہی پر آ رہا ہوں۔!“ سر سوکھے کا لہجہ بے حد پر مسرت تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نیچے سے مٹھائی کا وعدہ کیا گیا ہو۔

سلسلہ منقطع کر کے جولیا لباس کا انتخاب کرنے لگی۔ یہ عمران آخر خود کو سمجھتا کیا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی بیہودہ کہیں کا۔ دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا تو آتا ہی نہیں۔ جانور.... خیر دیکھوں گی تم بھی کیا یاد کرو گے۔ اب سر سوکھے ہی سہی۔

سر سوکھے آدھے گھسنے کے اندر ہی اندر وہاں پہنچ گیا۔ جولیا بے حد دلکش نظر آ رہی تھی۔ اس نے بڑی احتیاط اور توجہ سے میک اپ کیا تھا اور لباس کا تو تذکرہ ہی فضول ہے کیونکہ گھٹیا سے گھٹیا لباس بھی اس کے جسم پر آنے کے بعد شاندار ہو جاتا تھا وہ ایسی ہی جامہ زیب تھی۔

جاگیر دار کلب پہنچنے میں دیر تو نہ لگتی لیکن واقعہ ہی ایسا پیش آیا۔ جو دیر کا سبب تو بن گیا تھا لیکن جولیا کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا۔

جاگیر دار کلب پہنچنے کے لئے ایک ایسی سڑک سے گذرنا پڑتا تھا جو زیادہ کشادہ نہیں تھی اور عموماً سرشام ہی اپنی رونق کھو بیٹھتی تھی۔ وہ اس سڑک ہی پر تھے کہ جولیانے محسوس کیا جیسے ان کا تعاقب کیا جا رہا ہو۔ دیر سے ایک کار پیچھے لگی ہوئی تھی۔

”شاید آگے جانا چاہتا ہے۔ ایک طرف ہو جائیے۔!“ جولیانے کہا۔

سر سوکھے نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ کچھلی کار اب زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ اس کے اندر بھی روشنی تھی اور ایک بڑا شاندار آدمی اسٹیرنگ کر رہا تھا۔ جولیا کو تو وہ شاندار ہی لگا تھا۔

سر سوکھے کے حلق سے عجیب سی آواز نکلی اور پھر جولیانے محسوس کیا جیسے اس نے اپنے ہونٹ سختی سے بند کر لئے ہوں۔ اس نے اپنی گاڑی بائیں کنارے کر لی اور کچھلی کار فراموش ہو گئی۔

سر سوکھے گاڑی سے اتر اور صدر دروازے کی طرف چل پڑا۔ اس کی چال میں معمول سے زیادہ تیزی تھی۔ جولیا کار میں بیٹھی رہی۔ تقریباً پانچ منٹ گزر گئے۔ وہ اس آدمی کے متعلق سوچ رہی تھی جسے کار میں دیکھا تھا۔ یکایک وہ چونک پڑی ایک نیا سوال اس کے ذہن کے تاریک گوشوں سے ابھرا تھا۔ اگر وہ سر سوکھے کا تعاقب ہی کر رہا تھا تو گاڑی کے اندر روشنی رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

جولیا اس پر غور کرتی رہی اور اس کا ذہن الجھتا چلا گیا۔ اب تو ایک نہیں درجنوں سوالات تھے؟ کیا سر سوکھے اسے خطرے میں چھوڑ کر خود کھسک گیا تھا؟ خصوصیت سے اس سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ لہذا وہ چپ چاپ سر سوکھے کی گاڑی سے اتر آئی قریب ہی بڑے بڑے گملوں کی ایک قطار دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان میں گنجان اور قد آور پودے تھے جن کی پشت پر تاریکی ہی تھی۔ جولیا نے سوچا کہ وہ بہ آسانی ان کی آڑ لے سکے گی۔

شائد آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا لیکن ابھی تک ان دونوں میں سے کسی کی بھی واپسی نہیں ہوئی تھی۔ جولیا سوچنے لگی کہ وہ خواہ مخواہ اپنے پیر تھکا رہی ہے اور اسے ایک بار پھر عمران پر غصہ آگیا؟ محض عمران کی وجہ سے وہ اس وقت گھر سے نکل آئی تھی ورنہ دل تو یہی چاہا تھا کہ آفس سے واپسی پر گھنٹوں مسہری پر پڑی رہے گی۔ تویر نے فون پر عمران کی گفتگو دہرا کر اسے تاؤ دلایا تھا اور وہ سر سوکھے کے ساتھ باہر نکل آئی تھی اور تہیہ کر لیا تھا کہ آئندہ شامیں بھی اسی کے ساتھ گزارے گی۔

لیکن اب اسے اپنی جلد بازی کھل رہی تھی۔ ویسے اس کی ذمہ داری تو عمران ہی پر تھی لہذا وہ سکتی رہی۔

دفعتاً اسے سر سوکھے نظر آیا جو بڑی تیزی سے اسی کار کی طرف جا رہا تھا جس پر تعاقب کرنے والا آیا تھا۔ پھر جولیا نے اسے کار کے انجن میں کچھ کرتے دیکھا اور اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ آخر وہ کیا کرتا پھر رہا ہے۔

اس کے بعد وہ وہیں کھڑے کھڑے اپنی کار کی طرف مڑا اور داہنا ہاتھ اٹھا کر اسے دو تین بار جنبش دی۔

غالباً یہ اشارہ جولیا کے لئے تھا کہ وہ ابھی انتظار کرے۔ جولیا نے ایک طویل سانس لی۔ سر سوکھے بڑی تیزی سے پھانک کی طرف چلا جا رہا تھا پھر وہ اس سے گذر کر سڑک پر نکل گیا۔ جولیا وہیں کھڑی رہی۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ خواہ مخواہ اپنی ٹانگیں توڑ رہی ہے۔ جہنم میں گئے سر سوکھے کے معاملات۔ وہ خود ہی نپٹتا رہے گا۔

بعض بڑے جرائم پیشہ اس کی ساکھ سے واقف ہیں۔!“

”میں یہی کہنا چاہتا تھا مس جولیا..... آپ کو وہ شام تو یاد ہی ہوگی جب آپ میرے آفس میں میری کہانی سن رہی تھیں۔!“

”جی ہاں..... میں نے میز پر پائے جانے والے پیر کے نشان کا چہرہ عمران کے حوالے کر دیا ہے۔“

”اوہ..... دیکھئے وہ کار بائیں جانب مڑ رہی ہے۔ کیا میں ہیڈ لائٹس بجھا دوں۔!“

”اگر تعاقب جاری رکھنا ہے تو یہی مناسب ہوگا۔!“ جولیا نے کہا۔

سر سوکھے نے اگلی روشنی گل کردی اور پھر وہ بھی بائیں جانب مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر شہر کے ایک بھرے پرے حصے میں داخل ہوئے۔

”اوہ..... وہ اپنی گاڑی گرینڈ کی کمپاؤنڈ میں موڑ رہا ہے۔!“ سر سوکھے بڑبڑایا۔

اگلی کار گرینڈ ہوٹل کے پھانک میں داخل ہو رہی تھی۔ سر سوکھے نے اپنے گاڑی کی رفتار ریٹکے کی حد تک کم کردی۔ اگلی کار پارک ہو چکی تھی۔ اس سے وہی آدمی اتر اور بڑے وقار سے چلا ہوا گرینڈ کے صدر دروازے میں داخل ہو گیا۔

ادھر سر سوکھے نے اپنی گاڑی روک دی تھی۔

”اوہ..... میں کیا کروں۔!“ وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔ ”آپ ہی بتائیے۔!“

”کاش میں یہ معلوم کر سکتی کہ آپ کیا چاہتے ہیں۔!“

”ہمیشہ کے لئے ان بد بختوں کا خاتمہ جن کی وجہ سے نیندیں حرام ہو گئی ہیں مجھ پر۔ اس وقت تو میں صرف اپنی جان بچانا چاہتا ہوں۔ آپ کے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے مس جولیا۔!“

”آپ جو کچھ کہیں..... میں کروں.....!“

”اوہ دیکھئے..... میں بھی اپنی گاڑی کمپاؤنڈ ہی میں پارک کروں گا اور آپ اسی میں بیٹھ کر میرا انتظار کریں گی۔!“

”کتنی دیر.....!“

”ہو سکتا ہے جلد ہی لوٹ آؤں..... ہو سکتا ہے دیر ہو جائے۔!“

”آپ جائیں گے کہاں.....؟“

”اندر..... میں دیکھوں گا کہ وہ کس چکر میں ہے۔ آپ خود سوچئے کہ وہ میرا تعاقب کر رہا تھا۔ پھر آگے نکل آیا۔ اب یہاں آرکا ہے۔ کیا وہ میرے گرد کسی قسم کا جال پھیلا رہا ہے۔!“

جولیا کچھ نہ بولی۔ سر سوکھے نے گاڑی پھانک میں گھمائی اور اسے ایک گوشے میں روکنا ہوا بولا۔

”بس آپ اس کی کار پر نظر رکھئے گا۔!“

اس کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں یہاں متعدد بلب روشن تھے اور ان کی برقی طاقت بھی زیادہ تھی۔ یہاں اسے وہ آدمی جو ٹیکسی میں بیٹھ کر آیا تھا تین نقاب پوشوں میں گھرا ہوا نظر آیا جن کے ہاتھوں میں ریوالور تھے۔

جولیانے مڑ کر اس کی طرف دیکھا جو اسے یہاں تک لایا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کے حلق سے ایک تیز زہریلی چیخ نکلی۔ یہ سرسوکھے تھے۔ اس کے ہونٹوں پر ایک خونخواری مسکراہٹ تھی اس نے کہا۔

”میں جانتا تھا کہ تم یہی کرو گی!“

”مم..... مگر..... میں نہیں سمجھی.....!“ جولیانہ بھلائی۔

”ابھی سمجھ جاؤ گی!“ سرسوکھے نے خشک لہجے میں کہا۔ ”چپ چاپ یہیں کھڑی رہو۔ وہ..... تمہارے ہینڈ بیگ میں نھاپستول ضرور ہو گا۔ مجھے یقین ہے۔!“ اس نے اس کے ہاتھ سے بیگ چھین لیا۔

جولیانہ دم بخود کھڑی رہی۔ اب وہ پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے ان شکلات میں پڑی تھی۔ سرسوکھے کا مرکز نگاہ بھی وہی تھا۔

”کیوں..... خفیہ معاہدہ کے کاغذات کہاں ہیں!“ اس نے گرج کر اس آدمی سے پوچھا۔

”کیسا خفیہ معاہدہ اور کیسے کاغذات!“ وہ آدمی مسکرا کر بولا۔ ”میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو۔!“

”اوہ تو کیا تم اسے بھی جھٹلا سکو گے کہ تم رانا تہور علی ہو۔!“

”اسے جھٹلانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔!“

”کیا لیفٹیننٹ واجد والے کاغذات تمہارے پاس نہیں ہیں۔!“

”میں جب کسی لیفٹیننٹ واجد کو نہیں جانتا تو کاغذات کے متعلق کیا بتاؤں۔!“

”جب تو عمران بھی تمہارے لئے اجنبی ہی ہو گا۔“ سرسوکھے کی مسکراہٹ زہریلی تھی۔

”یہ کیا چیز ہے۔!“

”خاموش رہو.....!“ سرسوکھے آنکھیں نکال کر چیخا۔

”چلو اب خاموش ہی رہوں گا۔ یقین نہ ہو تو کچھ پوچھ کر آزمالو۔!“

”رانا.....!“

”اب اپنا نام بھی بتادو.....!“ وہ آدمی مسکرایا۔ ”تاکہ میں بھی تمہیں اتنی ہی بے تکلفی سے

ناطب کر سکوں۔!“

”رانا تمہارے جسم کا بند بند الگ کر دیا جائے گا۔!“

اسے کیا پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اپنا وقت برباد کرے اپنی انرجی ضائع کرے۔ اچانک وہ ایک بار پھر چونک پڑی۔

اب وہ آدمی کار کی طرف جا رہا تھا جو سرسوکھے کی موجودہ بھاگ دوڑ کی وجہ بنا تھا۔

پھر جولیانے دیکھا کہ وہ کار میں بیٹھ کر اسے اشارت کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ تھوڑی سی دیر بعد وہ انجن کھولے اس پر جھکا ہوا نظر آیا اور پھر جب وہ سیدھا کھڑا ہوا تو اس کے ہاتھوں کی مایوسانہ جنبش اس کی بے بسی کا اعلان کر رہی تھیں۔

دفعۃً ایک ٹیکسی ڈرائیور اس کی طرف آیا۔ دونوں میں گفتگو ہوتی رہی۔ پھر ٹیکسی ڈرائیور نے بھی انجن دیکھا اور کار اشارت کرنے کی کوشش کی۔ جولیانہ محسوس کر رہی تھی کہ وہ آدمی بہت زیادہ پریشان ہے۔

پھر ذرا ہی سی دیر بعد اس نے اسے ٹیکسی میں بیٹھتے دیکھا کہ وہ اپنی کار وہیں چھوڑے جا رہا تھا۔ جولیانے سوچا کہ اب اسے ہر قیمت پر اس کا تعاقب کرنا چاہئے۔ ہو سکتا ہے سرسوکھے نے اسے وہاں کچھ دیر روک رکھے ہی کے لئے اس کی کار کے انجن میں کوئی خرابی پیدا کی ہو۔

اس نے تعاقب کا فیصلہ بہت جلدی میں کیا تھا۔ کیونکہ ٹیکسی نکلی جا رہی تھی ورنہ وہ کوئی قدم اٹھانے سے پہلے مناسب حد تک غور کرنے کی عادی تھی۔ وہ جھپٹ کر سرسوکھے کی کار میں آ بیٹھی اور پھر دس منٹ بعد دونوں کاروں کے درمیان صرف سو گز کا فاصلہ رہ گیا۔ وہ اس فاصلہ کو اس سے بھی زیادہ رکھنا چاہتی تھی لیکن اس بھری پڑی سڑک پر اس کے امکانات نہیں تھے۔

جوں توں کر کے اس نے تعاقب جاری رکھا۔ کچھ دیر بعد ٹیکسی شہر کے ایک کم آباد حصے میں داخل ہوئی لیکن یہاں بھی ٹریفک کم نہیں تھا۔

دفعۃً وہ ٹیکسی ایک عمارت کی کمپاؤنڈ میں مڑ گئی۔ پھانک کھلا ہی ہوا تھا۔ جولیانے اپنی کار کی رفتار کم کر کے اسے سڑک کے نیچے اتار دیا۔ دوسری عمارت کی کمپاؤنڈ تاریک پڑی تھی اور چار دیواری اتنی اونچی تھی کہ اندر کا حال نظر نہیں آ سکتا تھا۔

پتہ نہیں اس کے سر میں کیا سمائی کہ وہ بھی کار سے اتر کر کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی۔ چاروں طرف اندھیرا تھا۔ عمارت کی کوئی کھڑکی بھی روشن نہیں تھی۔

وہ مہندی کی باڑھ سے لگی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک کوئی سخت سی چیز اسکے بائیں شانے سے کچھ نیچے جھپٹے لگی اور ایک تیز قسم کی سرگوشی سنائی دی۔ ”چپ چاپ چلتی رہو یہ پستول بے آواز ہے۔!“

جولیانہ کا سر پکرا گیا۔ یہ کس مصیبت میں آ پھنسی لیکن وہ چلتی ہی رہی۔ اسے ہوش نہیں تھا کہ اندھیرے میں اسے کتنے دروازے ملے کرنے پڑے تھے۔ پھر جب وہ ایک بڑے کمرے میں پہنچی تو



”اپنے آدمیوں کو روکو....!“ سر سوکھے نے کہا۔

”اوہ.... تم تینوں دفع ہو جاؤ!“ رانا نے ہاتھ ہلا کر کہا اور تینوں نقاب پوش اسے چھوڑ کر ایک دروازے سے نکل گئے۔

”تم ادھر چلو....!“ سر سوکھے نے جولیا سے کہا اور رانا نے ریوالور کی نال کو جنبش دے کر سر سوکھے کی تائید کی۔ جولیا اس کے قریب آگئی۔

”تم اسے کہاں لئے پھر رہے ہو سر سوکھے.... جانتے ہو یہ کون ہے۔“ رانا نے پوچھا۔

”میں سب کچھ جانتا ہوں تم معاملے کی بات کرو۔!“

”ساڑھے تین لاکھ....!“

”بہت ہے.... میں نہیں دے سکتا۔!“

”تب پھر میں دوسروں سے بھی بزنس کر سکتا ہوں.... مگر نہیں.... میں تم سے بات ہی

کیوں کروں۔ معاملہ تو تمہارے چیف ہی سے طے ہو سکے گا۔!“

”میرا کوئی چیف نہیں ہے۔“ سر سوکھے غریبا۔ ”میں مالک ہوں۔!“

”تب پھر تم ہی معاملہ طے کرو۔!“

”میں ایک لاکھ سے ڈیڑھ لاکھ تک بڑھ سکوں گا۔ لیکن اس کے بعد گنجائش نہیں ہے۔!“

”اس سے بہتر تو یہی ہو گا کہ میں عمران ہی سے ہارمان کر اپنا پیچھا چھڑاؤں۔!“

”تم ایسا نہیں کر سکتے۔“ سر سوکھے گرجا۔ ”میں کتوں کے راتب میں اضافہ کرنے کی سکت

رکھتا ہوں۔ ساڑھے تین ہی لاکھ سہی۔!“

اچانک رانا نے اچھل کر اس کی توند پر ایک زوردار لات رسید کی۔

اور وہ چیخ کر الٹ گیا۔ اس کے گرنے سے کس قسم کی آواز پیدا ہوئی تھی جولیا اندازہ نہ کر سکی۔

عجیب سی آواز تھی۔ نہ وہ کسی چٹان کے گرنے کی آواز تھی اور نہ؟ وہ اندازہ بھی کیسے کر سکتی تھی

کیونکہ اس نے آج تک نہ تو گوشت کا پہاڑ دیکھا ہی تھا اور نہ اس کے گرنے کی آواز سنی تھی۔

”اب تم اٹھ نہ سکو گے۔ سر سوکھے۔!“ رانا نے قہقہہ لگایا۔ ”بس کسی ایسی بطح کی طرح پڑے

رہو جسے چت لٹا کر سینے پر کنکری رکھ دی گئی ہو۔ مجھے اسی کا انتظار تھا مگر تم تو ویسے بھی ذفر ہو۔ تم

عالباً یہ سمجھتے تھے کہ رانا اتفاقاً ہاتھ آگیا ہے۔ اسی لئے اس پر بھی غور نہ کر سکے کہ جو شخص کسی سے

چھپتا پھر رہا ہو وہ بھلا کار کے اندر روشنی کیوں رکھنے لگا۔ کار کے اندر میں نے اس توقع پر روشنی کی

تھی کہ شاید تم بھنسن ہی جاؤ۔ وہی ہوا۔ یہاں کچھ دیر پہلے تمہارے آدمی تھے جنہیں میرے

آدمیوں نے ٹھکانے لگا کر ان کی جگہ خود لے لی تھی۔ مجھے تمہارے سارے اڈوں کا علم تھا۔ اس

”ضرور کوشش کرو.... میں بھی آدمی کی ٹوٹ پھوٹ کا تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری نظروں سے آج تک کوئی ایسا آدمی نہیں گذرا جس کا بند بند الگ الگ کر دیا گیا ہو۔!“

”ستون سے باندھ کر کوڑے برساؤ....!“ سر سوکھے نے نقاب پوشوں سے کہا۔

نقاب پوشوں نے اپنے ریوالور جیبوں میں ڈال لئے۔ لیکن اس وقت جولیا کی حیرت کی اہواز نہ رہی۔ جب وہ اس آدمی کی بجائے خود سر سوکھے پر ٹوٹ پڑے۔

”ارے.... ارے.... دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔!“ سر سوکھے بوکھلا کر پیچھے ہٹا۔

”ہاں.... دیکھو....!“ دفعتاً وہ آدمی بولا۔ ”ہم اسے زندہ چاہتے ہیں۔ تاکہ اس پر وہودہ کسواکر

سواری کے کام.... میں لاسکیں۔ رانا تہور علی صندوقی کا ہاتھی بھی عام ہاتھیوں سے الگ تھلک

ہونا چاہئے۔!“

جولیا کو تو ابھی بھانت بھانت کی حیرتوں سے دوچار ہونا تھا۔ سر سوکھے ان تینوں کے لئے

لوہے کا چٹا ثابت ہوا۔

سارے کمرے میں وہ انہیں نچاتا پھر رہا تھا۔ اتنے بھاری جسم والا اتنا پھر تیتلا بھی ہو سکتا ہے۔

حیرت.... حیرت.... جولیا کو تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی بھوت خانے میں آ پھنسی ہو۔ سر سوکھے

آدمی تو نہیں معلوم ہو رہا تھا۔

بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے کسی ہاتھی نے چھتے کی طرح چھلانگیں لگانی شروع کر دی ہوں۔

سب سے لمبا نقاب پوش خلق سے طرح طرح کی آوازیں نکالتا ہوا اسے پکڑنے کی کوشش

کر رہا تھا۔

رانا تہور علی ریوالور سنبھالے دروازوں کی روک بنتا پھر رہا تھا کہ کہیں سر سوکھے کسی

دروازے سے نکل کر فرار نہ ہو جائے۔ ویسے اس کی آنکھوں میں کچھ اس قسم کے تاثرات پائے

جارہے تھے جیسے اچھی فیلڈنگ کرنے والے کسی چست و چالاک بچے کی آنکھوں میں پائے جاتے

ہیں۔ جولیا کبھی اس کی طرف دیکھنے لگتی تھی اور کبھی سر سوکھے کی طرف۔

”سر سوکھے تم ابھی تھک جاؤ گے۔“ دفعتاً رانا نے کہا۔

”اسی طرح صبح ہو جائے گی۔“ سر سوکھے نے قہقہہ لگایا۔ ”تم مجھ پر فائر کیوں نہیں کرتے۔!“

”میں ایک بلیک میلر ہوں سر سوکھے۔!“ رانا نے کہا۔ ”کیا تم سودا کرو گے۔!“

”میں جانتا تھا۔“ سر سوکھے نے بے تکان قہقہہ لگایا۔ وہ اب بھی ان تینوں کو ڈان دیتا پھر رہا تھا۔

جولیا دروازے کی طرف کھسک رہی تھی.... رانا نے اسے لٹکارا۔

”خبردار اگر تم اپنی جگہ سے بلیں تو تمہاری لاش یہیں پڑے پڑے سڑ جائیگی۔!“ جولیا ٹھٹھک گئی۔

لئے اس وقت ہر اڑے پر میرے ہی آدمی موجود ہوں گے۔ اتنی دوسری تو محض اس لئے مولیٰ تھی کہ تمہاری زبان سے اعتراف کرا سکوں کہ اس کالی تنظیم کے سربراہ تم ہی ہو۔ تم ہی وہ وطن فروش ہو جس نے ملک کو تباہ کر دینے کی سازش کی تھی۔ بابا..... تم اٹھ نہیں سکتے۔ بس اسی طرح بے بسی سے ہاتھ پیر مارتے رہو۔ میں یہ بھی جانتا تھا کہ تم لیٹ جانے پر خود سے نہیں اٹھ سکتے تین چار نوکر تمہیں کھینچ کھانچ کر بستر سے اٹھاتے ہیں۔ اسی کام کے لئے تم نے تین چار پہلوان رکھ چھوڑے ہیں۔“

”مجھے..... اٹھاؤ..... دس لاکھ.....“ سر سوکھے چیخا۔

جولیا جھٹی جھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”تم اس فکر میں تھے کہ مجھے اور عمران دونوں کو ٹھکانے لگا دو۔ اس لئے اسمگلنگ کی کہانی لے کر عمران کی بیوی کے پاس پہنچ گئے تھے۔“

”اے..... تم کیا بکواس کر رہے ہو.....“ جولیا بکڑ گئی۔

”تم عمران کی بیوی نہیں ہو۔“ رانا نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

”نہیں.....!“

”اوہ..... تو اس نے بکواس کی ہوگی۔ بہر حال تو پھر تم اس سے اتنی ہی قریب ہو سکتی ہو کہ سر سوکھے تمہارا سہارا لیتا۔“

”وہ صرف میرا دوست ہے.....!“

”شوہر بھی دشمن تو نہیں ہوتا۔“

”زبان..... بند کرو..... تم کون ہو..... اور تمہارا ان معاملات سے کیا تعلق ہے۔“

”زبان بند کر لوں گا تو تم سنو گی؟ خیر..... تم خود ہی اپنی زبان بند کرو..... اور مجھے سوکھے رام سے گفتگو کرنے دو..... ہاں سوکھے..... تم ابھی ابھی دس لاکھ کی بات کر رہے تھے۔ دس کروڑ اور دس ارب کی باتیں شروع کرو پھر شاید مجھے سوچنا پڑے کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”تم کیا چاہتے ہو.....“ سر سوکھے نے بے بسی سے پڑے ہوئے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

”تمہارے ہاتھوں کیلئے اسپیشل جھٹکیاں بنوائی ہیں۔ دیکھنا چاہتا ہوں کہ فٹ ہو گی یا نہیں۔“

”تم بلیک میلر ہو.....!“

”ہاں میں اپنے ملک و قوم کیلئے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ بلیک میاٹنگ تو تقریباً بھی ہو جاتی ہے۔“

”تم کون ہو.....“ سر سوکھے نے خوفزدہ سی آواز میں پوچھا۔

”جوزف.....“ رانا نے جواب دینے کی بجائے آواز دی۔

دوسرے ہی لمحے میں جوزف کمرے میں تھا اور اس کے ہاتھوں میں بڑی بڑی اور وزنی ہتھکڑیاں تھیں۔

”جھٹکیاں لگا دو..... لیکن خیال رکھنا کہ کہیں وہ تمہارے سہارے اٹھ نہ آئے ورنہ پھر اس کا بٹ ہی پھاڑنا پڑے گا۔ میں اس ہاتھی کو زندہ لے جانا چاہتا ہوں۔!“

جوزف اس کا مطلب سمجھ گیا تھا اس لئے وہ کوشش کر رہا تھا کہ قوت صرف کے بغیر ہی اس کے ہاتھوں میں جھٹکیاں ڈال دے۔ لیکن اسے کامیابی نہ ہوئی۔ تب رانا نے صفدر کو آواز دی اور لیا چوٹ کر اسے گھورنے لگی صفدر بھی اندر آیا۔

”چلو بھئی..... تم بھی مدد کرو..... جوزف کی۔“ رانا نے کہا اور جولیا کھسک کر اس کے ریب آگئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

”فرمائیے محترمہ.....!“

”تم کون ہو.....!“ جولیا نے آہستہ سے پوچھا۔

”ہم..... رانا تہور علی صندوقی ہیں..... ہمارے حضور بابا..... یعنی کہ آرمیل فادر.....!“

”تم جھوٹے ہو!“ سر سوکھے حلق پھاڑ کر چیخا۔ ”تم ان لوگوں سے بھی کوئی فراڈ کرو گے۔ صفدر تو عمران کے ساتھی ہو..... جولیا اس کی باتوں پر یقین نہ کرو..... یہ تمہیں بھی ڈبوئے گا۔“

”مگر کچھ دیر پہلے تو یہ تمہاری فرم کا ایک نالائق ملازم تھا۔“ جولیا نے زہریلے لہجے میں کہا۔

”کچھ بھی ہو تم اس سے وفا کی امید نہ رکھنا یہ تمہیں اور صفدر کو یہاں سے زندہ واپس نہ جانے دیگا۔“

”مجھے یقین ہے..... تم بکواس نہ کرو.....“ صفدر نے اس کے منہ پر گھونٹہ مارتے ہوئے کہا

”دونوں بل کر اس کے ہاتھوں میں جھٹکیاں ڈال چکے تھے۔“

”پچھتاؤ گے..... تم لوگ پچھتاؤ گے.....“ سر سوکھے کراہا۔

”تم ڈر ہو سر سوکھے۔“ دفعتاً رانا نے کہا۔ ”عمران اس وقت بہت زیادہ خطرناک ہو جاتا ہے

ب اسے خود اپنی ہی تلاش ہو۔ کیا سمجھے۔“

”میں نہیں سمجھا..... تم کیا کہہ رہے ہو.....!“

”عمران کو عمران کی تلاش تھی اس لئے تم چکر کھا گئے تھے۔ سر سوکھے اگر عمران کو عمران کی

لاش نہ ہوتی تو تم کبھی روشنی میں نہ آتے۔“

”تم..... تم..... عمران.....!“

”ہاں..... میں عمران.....!“ عمران سینے پر ہاتھ رکھ کر خفیف سا خم ہوا اور پھر سیدھا کھڑا

وتا ہوا بولا۔ ”میں جانتا تھا کہ تم لوگ کیپٹن واجد کی گرفتاری کے بعد سے رانا تہور علی کے پیچھے

تھی۔ ادھر جولیا کو عمران کی تحریر یاد آگئی جو سرکنڈوں کی جھاڑیوں کے درمیان ملی تھی۔

عمران نے پھر قبضہ لگایا اور بولا۔ ”میں نے خود ہی تمہیں موقعہ دیا تھا کہ تم میرے کچھ آدمیوں کو پکڑ لو۔ تاکہ مجھے تمہارے مختلف اڈوں کا علم ہو سکے اور تم دوسرے چکر میں تھے۔ تم انہیں پکڑواتے تھے اور پھر ایسے حالات پیدا کرتے تھے کہ وہ نکل جائیں اور مجھ تک یہ بات پہنچے کہ وہ لوگ سرسوکھے میں بھی دلچسپی لے رہے ہیں اور مجھے نہ صرف سرسوکھے کی اسمگلنگ والی کہانی پر یقین آجائے بلکہ میں اس الجھن میں بھی پڑ جاؤں کہ آخر ان اسمگلروں کو رانا تہور علی سے کیا سروکار۔ تمہیں یقین تھا کہ اس طرح میں تم پر اعتماد کر کے تمہیں رانا تہور علی والے معاملہ میں بھی شریک کر لوں گا۔ اس طرح تمہیں رانا تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔“

”باس....!“ دفعتاً جوزف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”تم نے اس رات اندھیرے میں سبز رنگ کی بوٹ دیکھنے کی ہدایت دی۔ مجھے بتاؤ کہ میں اندھیرے میں سبز رنگ کیسے دیکھ سکتا تھا!“

”بکواس بند کرو....“ یہ میں نے اسی لئے کیا تھا کہ تم یہی پوچھنے کے لئے مجھے تلاش کرتے ہوئے شراب خانے میں آؤ اور حلق تک تازی ٹھونس لو۔“

”میں قسم کھا سکتا ہوں کہ مجھے دس سال پہلے تازی نصیب ہوئی تھی۔“ جوزف نے غالباً تازی کا ذائقہ یاد کر کے اپنے ہونٹ چاٹے تھے۔

”بکواس بند کرو....!“ عمران نے کہا اور پھر سوکھے کی طرف دیکھنے لگا جو زمین پر پڑا اس طرح ہانپ رہا تھا جیسے کچھ دیر پہلے کی اچھل کود سے پیدا ہونے والی تھکن اب محسوس ہوئی ہو۔ دفعتاً اس نے کھنکھار کر کہا۔

”میں بہت بُرا آدمی ہوں تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ اگر تم کسی کو میری کہانی سنانا چاہو گے تو وہ تم پر ہنسے گا۔ تمہیں پاگل سمجھے گا۔“

”پاگل تو لوگ دیے بھی سمجھتے ہیں سوکھے رام۔ مجھے بالکل دکھ نہ ہوگا۔ لیکن تم خود ہی عدالت کے لئے اپنے خلاف سارا ثبوت مہیا کر چکے ہو۔ یہاں ایک ٹیپ ریکارڈر بھی موجود ہے جس پر شروع سے اب تک ہماری گفتگو ریکارڈ ہوئی رہی ہے.... اور اب بھی ہو رہی ہے۔“

دفعتاً سرسوکھے پر چنگھاڑنے کا دورہ سا پڑ گیا۔ لیکن شاید ٹیپ ریکارڈر ایک بھی صحیح و سالم گالی ریکارڈ نہ کر سکا ہو۔ سرسوکھے کی ذہنی حالت اتنی اچھی نہیں معلوم ہوتی تھی کہ وہ مختلف گالیوں کو مربوط کر کے انہیں قابل فہم بنا سکتا۔

پڑ جاؤ گے۔ مجھے سرغنہ پر ہاتھ ڈالنا تھا جو اندھیرے میں تھا۔ لہذا میں نے کیپٹن واجد کے ان ساتھیوں میں جنہیں میں نے دانستہ نظر انداز کر دیا تھا یہ بات پھیلانے کی کوشش کی کہ کیپٹن واجد کے بعض اہم کاغذات رانا تہور علی نے عمران کے ہاتھ لگنے ہی نہیں دیئے اور عمران اب رانا تہور علی کی تلاش میں ہے اور رانا تہور علی کوشش کر رہا ہے کہ وہ عمران کو ختم ہی کر دے۔ تم نے سوچا کہ کیوں نہ دونوں ہی کو ختم کر دیا جائے۔ لہذا تم ڈھمپ اینڈ کیپٹی جاپنچے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ جولیا کا قرب حاصل کر سکو۔ ہاں مجھے یہ بھی یاد ہے کہ کسی زمانے میں روشنی نے بھی تمہاری فرم کی ملازمت کی تھی لیکن یہ قطعی غلط ہے کہ تم نے مجھے اسی کے توسط سے پچھانا تھا۔ سیکرٹ سروس والوں پر تمہاری نظریں پہلے ہی سے تھیں اور تم یہ بھی جانتے تھے کہ میں ان کے لئے کام کرتا ہوں۔ بہر حال تم اس لئے آئے تھے کہ ہم میں گھل مل کر تم بھی رانا تہور علی کی تلاش کرنے والی مہم میں شریک ہو سکو.... اور جب وہ مل جائے تو چپ چاپ اسے اور عمران دونوں کو مٹھی بند سلا دو۔ اس لئے تم نے اپنے آفس کے پراسرار اسمگلروں کی کہانی تراشی تھی۔ تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہئے۔ تمہیں عمران کی تلاش تھی لیکن وہ ہمیشہ بحیثیت عمران تمہاری نظروں میں رہا ہے تم اسے دیکھتے تھے اور نظر انداز کر دیتے تھے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہیں دھوکا دینے میں کیسے کامیاب ہوتا۔ تم یہ کیسے سمجھتے کہ عمران اور تہور علی میں چھڑ گئی ہے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو رگڑ دینا چاہتے ہیں۔“

سرسوکھے نے آنکھیں بند کر لیں تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ شروع سے اب تک کے واقعات کو ذہنی طور پر ترتیب دینے کی کوشش کر رہا ہو۔

عمران نے کچھ دیر خاموش رہ کر قبضہ لگا۔ ”ہاں سوکھے رام جب میرے کرایہ کے آدمیوں نے ندی کے کنارے مجھ پر اور صفدر پر حملہ کیا تھا تم یہی سمجھتے تھے کہ حملہ رانا تہور علی کی طرف سے ہوا تھا۔ وہ ڈرامہ میں نے اسی کے لئے اسٹیج کیا تھا کہ تم یہی سمجھو۔ موٹی عقل والے آدمی تم اتنا نہیں سوچ سکے تھے کہ کھلے میں ہم پر فائرنگ ہوئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود بھی صفدر بچ نکلا تھا۔ میں تو خیر دریا میں ہی کود گیا تھا۔“

صفدر نے پلکیں جھپکائیں۔ اسے وہ واقعہ بھی یاد تھا لیکن اصلیت اسی وقت معلوم ہوئی تھی اس کے فرشتے بھی اس موقع پر یہ نہ سوچ سکتے کہ جس کا تعاقب کرتے ہوئے وہ ندی تک پہنچے تھے عمران ہی کا آدمی تھا اور وہ فائرنگ بھی مصنوعی ہی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ گولیوں والے کارتوس سرے سے استعمال ہی نہ کئے گئے ہوں۔ لیکن بچ نکلنے کے بعد وہ اسے معجزہ ہی سمجھتا تھا کیونکہ فائرنگ جھاڑیوں سے ہوئی تھی اور وہ کھلے میدان میں تھے۔ اوٹ کے لئے کوئی جگہ نہیں مل سکی



دوسرے دن عمران جولیا کے فلیٹ میں نظر آیا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ اس نے تنویر کو اسی لئے فون پر بور کیا تھا کہ وہ جولیا کو بور کرے۔ عمران کو یقین تھا کہ جولیا تنویر کی زبانی اس کی بکو اس سن کر ضرور تاؤ میں آجائے گی اور نتیجہ یہی ہوگا کہ وہ اسی وقت سر سوکھے کے ساتھ نکل کھڑی ہوگی۔ ”سر سوکھے نے تم سے تعاقب کر نیوالے کے متعلق بحث کر کے یہی معلوم کرنا چاہا تھا کہ تم رانا کو پہچانتی ہو یا نہیں۔ تم نہیں پہچانتی تھیں اسلئے اس نے صحیح اندازہ لگایا اور اپنے کام میں لگ گیا۔“

”ایکس ٹو نے مجھے فون پر ہدایت دی ہے کہ میں رانا کے وجود کو راز ہی رکھوں۔!“ جولیا نے کہا۔ ”اس کا بیان ہے کہ ہم لوگوں میں سے صرف صفدر اور میں رانا کے وجود سے واقف ہیں۔ بقیہ لوگ نہیں جانتے تو کیا تمہارا رانا والا رول ابھی برقرار رہے گا۔!“

”فی الحال وہ مستقل ہے۔!“

”تب پھر یہ سمجھنا چاہئے کہ اس پارٹی میں سب سے زیادہ اہمیت تمہیں ہی حاصل ہے۔!“

”یا پھر میری بیوی کو حاصل ہو سکتی ہے۔!“ عمران نے بڑی معصومیت سے کہا۔

جولیا نے اسامہ بنہا کے دوسری طرف دیکھنے لگی اور عمران اٹھتا ہوا بولا۔ بہر حال مجھے اس غیر ملکی سازش کی جڑوں کی تلاش تھی۔ کتنی موٹی جڑ ہاتھ آئی۔ ہاہا۔ کاش اسے کسی چڑیا گھر کی زینت بنایا جاسکتا۔ اس کے پھر تیلے پن نے تو میرے بھی چھکے چھڑا دیئے تھے۔ لیکن گر جانے کے بعد وہ کس طرح بے بس ہو گیا تھا۔ دنیا کا آٹھواں عجوبہ.....!“

اسکے بعد نہ جولیا نے اسے رسما ہی روکا اور نہ عمران ہی تفریح کے موڈ میں معلوم ہوتا تھا۔

﴿ختم شد﴾